

عمران سیریز

دہشت گرد + متحرک موت

منظہر کلیم ایم اے

پاکستانی پوائنٹ

سفر کر رہا تھا تو ظاہر ہے انجام کیا ہوا ہوگا۔ لیکن سو پر فیاض آخر سو پر فیاض
ہے۔ یقین کیجئے سیکرٹ سروس منہ دکھیتی رہ گئی۔ اور سو پر فیاض نے
میدان مار لیا۔ کیسے؟

اس کا جواب آپ کو ناول پڑھنے سے ہی ملے گا۔ بہر حال یہ ایک
خوب صورت اور تیز رفتار ایکشن سے بھرپور ایسی کہانی ہے جسے ایک
بار شروع کرنے کے بعد کہانی کے اختتام تک آپ نظریں نہ جٹا
سکیں گے۔

وَالسَّلَامُ

منظر کلیم ام اے

”خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔۔۔ اپنے آباؤ اجداد کی قسم میں
آئندہ جاسوسی کا نام بھی نہ لوں گا۔۔۔ میری توبہ جزا بار توبہ۔۔۔ عمران
نے گھگھیاٹے ہوئے بلے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے سر پر ایک زوردار
جو تاپڑا اور وہ ایک بار پھر چیخ پڑا۔
”معاف کر دیجئے۔۔۔ اللہ قسم بس اس بار معاف کر دیجئے۔۔۔“
عمران اب باقاعدہ رونے پر اتر آیا تھا۔

”اور کر توبہ جاسوسی جاسوسی۔۔۔ ہر وقت میری جان سولی پر لٹکی
رہتی ہے۔ اور تم جاسوسی کرتے پھر رہے ہو۔۔۔ ایک اور جو تاپڑا عمران
کی کھوپڑی پر پڑا۔ اور عمران دھڑا سم سے پشت کے بل زمین پر گر پڑا اس
کی آنکھوں سے اب باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے اور چہرہ اس نیچے کی طرف
ہو گیا تھا جسے مار کھاتے وقت کوئی پہچاننے والا نظر نہ آ رہا ہو۔
”اماں بس اب رہنے دیجئے بہت ہو گئی بھائی جان کے ساتھ۔۔۔“
شریائے ہنستے ہوئے کہا۔

ضروری اطلاع

ایک ہی جا میں دونوں حشراتِ حق کیسے جا رہے ہیں
دہشت گرد۔ اول۔ متحرک موت۔ دوم۔

”یہ ایسے باز نہیں آئے گا ثریا۔ میں نے اب تک بہت صبر کیا ہے۔ آج میں اس کی ساری جاسوسی اس کی ناک سے نکال کر بی دم لوں گی۔“
 عمران کی والدہ نے لڑکھائی پکڑا ہوا جوتا مضامین بلند کرتے ہوئے کہا۔
 ”اماں جان آپ کو کیا پتہ۔ یہ ثریا کی چچی مجھے اکسا رہی ہے۔ کہتی ہے خردِ دل۔ اگر تم نے جاسوسی چھوڑ لی۔ پھر میں اپنی مسیبدوں سے کیسے کہوں گی کہ میرا جانی جان جاسوس ہے۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”کیوں ثریا۔ تم اپنے بھائی کی دشمن کیوں ہو گئی ہو۔ اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میرا بیٹا کیوں جاسوسی ماسوسی کرتا پھر رہا ہے۔“ عمران کی والدہ ثریا پر چڑھ دوڑی۔

”ارے ارے اماں جان۔ بھائی جان خواہ مخواہ مجھ پر الزام دھر رہے ہیں۔ میں نے کب کہا ہے کہ یہ جاسوس نہیں۔“ ثریا نے لڑکھائی کر کہا اور پھر وہ عمران کو منہ پڑا کر گھر سے بھاگ اٹھی۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ اب جوتوں کی بارش کا رخ اس کی طرف ہونے والا ہے۔
 ”تم نے میری جان غراب میں ڈال رکھی ہے۔ جب دیکھو غراب۔ پوچھو تو جاسوسی ہو رہی ہے۔“ عمران کی والدہ نے جوتا پھینک کر باقاعدہ رونا شروع کر دیا۔

”ارے ارے اماں جان۔ بس روئیے مت۔ آپ مجھے ہزار پانچ سو جوتے اور مار لیجیے۔ اللہ قسم آپ کے جوتے کھانے کے لئے تو میں جاسوسی کرتا ہوں۔“ عمران نے اٹھ کر ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر وعدہ کر کہ آئندہ جاسوسی نہیں کرے گا۔“ ماں نے پچکاہرتے ہوئے کہا۔
 ”اماں یہ بے باپ کی توہ۔“ عمران نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔

”باپ کی بات نہ کر۔“ اسی کے لاڈلے تو تمہیں بگاڑ رکھا ہے۔“ خُشب خدا کا۔ بیٹا جاسوسی کرتا پھر رہا ہے اور باپ کو پرواہ نہیں۔“ عمران کی والدہ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”اماں۔ ایک بات تو بتائیے۔ آپ کو پتہ ہے جاسوسی ہوتی کیا ہے۔“ عمران نے سکتا کرتے ہوئے پوچھا۔

”اچھا۔ تو اب تم ماں کو جاہل سمجھنے لگے ہو۔ جیسے مجھے پتہ نہیں کہ یہ مونی جاسوسی کیا بلا ہے۔“ مجھے پتہ ہے کہ جاسوسی کا مطلب ہے غیر عورتوں کے چھپے چھپے بد معاشرے سے لڑنا۔ بول میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔“ عمران کی والدہ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے۔ خدا کی قسم آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔ ایسی جاسوسی تو صرف ابا جان ہی کر سکتے ہیں۔ میری کیا مجال کہ میں جاسوسی کروں۔“ عمران نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”باپ پر الزام لگاتا ہے۔“ ٹھہر تو ذرا۔“ عمران کی والدہ نے دوبارہ جوتا سنبھالا اور عمران اٹھ کر یوں بھاگا جیسے تو اس کا پیچھا کر رہی ہو۔

”میں صبح کہہ رہا ہوں اماں۔ آپ ابا جان سے پوچھ لیں۔“ عمران نے دروازے میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر مڑ کر بھاگا۔ مگر جوتا

اس کی کمر پڑھی چکا تھا۔

”بھائی جان بھائی جان“ — برآمدے کے کونے میں کھڑی ثریا نے اُسے روکنے ہوئے کہا۔

”ثریا کی بچی — کسی دن میں تیر سی چٹیا کاٹ کر چھینک دوں گا۔“
اماں جان کو الٹ سلت پٹیاں تو ہی پڑھاتی رہتی ہے۔ — عمران نے آنکھیں پھلکتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں بھائی جان — اماں جان نے آپ کے متعلق پوچھا کہ کئی دن ہوئے عمران نہیں آیا۔ آخر یہ کرتا کیا پھر رہا ہے۔ اور میں نے بس انہیں بتا دیا کہ جاسوسی کرتے پھر رہے ہیں۔“ — ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اور جاسوسی کا مطلب بھی ظاہر ہے تم نے ہی انہیں سمجھایا ہوگا۔“
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تو کیا غلط بتایا ہے بھائی جان“ — ثریا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بھڑا — میں تمہیں جاسوسی کا اصل مطلب بتاتا ہوں۔“ عمران نے اس کی طرف پلکتے ہوئے کہا اور ثریا ماں کے کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ — اچانک سر رحمان کی غصیلی آواز گونجی۔ وہ شاید قریبی محلے میں آرام کر رہے تھے کہ ان کا شور سن کر باہر نکل آئے تھے۔

”ابا جان — اس ثریا کی بچی کو جاسوسی کا مطلب سمجھا رہا تھا۔“

عمران نے ٹھٹھک کر رکتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے بوجہ انتہائی برخوردارانہ ہی تھا۔

”کو اس بند کرو اور میرے ساتھ آؤ۔“ — سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا۔ اور اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے۔

”نہ تم — بڑی مشکلی سے جوتے بوسے بند ہوئے تھے کہ اب پھر یہ ہوئے والے ہیں۔“ — عمران نے منہ میں بیڑا بڑاتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو۔“ — سر رحمان نے کمرے میں پہنچ کر ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قبلہ کھڑا ہو اور میں بیٹھ جاؤں۔“ — عمران نے جھپکے جھپکے کہا۔

”بٹ اپ — میں کو اس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ — سر رحمان نے پتکا رتے ہوئے کہا۔

”آپ ایسا کریں مجھے اپنا نام ٹیبل دے دیں تاکہ میں وقت کے مطابق وہی سناؤں جو آپ سننا چاہتے ہوں۔“ — عمران نے انتہائی فدیہ مانہ لہجے میں کہا۔

”تم کو اس بند نہیں کرو گے؟“ — سر رحمان کو اور زیادہ غصہ آ گیا۔

”بالکل بند کروں گا جناب۔ آپ حکم کریں تو بند کر کے اس کو تالا لگا دوں۔ تاکہ آسانی سے نہ نکل سکے۔“ — عمران نے جواب دیا اور سر رحمان چند لمحے انتہائی غصیلی نظروں سے عمران کو گھورتے رہے۔

ان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

خفت فرماتے۔۔۔۔۔ عمران نے سجدہ ہوئے ہوئے کہا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ سر رحمان اب غصے کی آس انتہا تک پہنچ چکے ہیں کہ گولی مار دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

”دہشت گرد کے متعلق تم کیا جانتے ہو“ — سر رحمان نے چہلموں کی خاموشی کے بعد انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”دہشت گرد۔ کیا یہ کسی نئی فلم کا نام ہے۔ انا قسم آپ یقین کیجئے، پچھلے ایک سو ایک سالوں سے میں نے کوئی فلم نہیں دیکھی۔“

عمران نے گڑ گڑائے جوئے انا نے اس میں جواب دیا۔

”میں فلم کی کہیں — بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد کے متعلق پوچھ رہا ہوں“ — سر رحمان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد — اچھا اچھا — اب میں سمجھا یہ
وہی تنظیم ہے جس نے مغربی یورپ کے چار ملکوں میں اودھم مچا رکھا
ہے۔“ عمران نے جی اس مارسخندہ موتے مٹوئے گہار

”ہاں وہی عظیم“ — سر رحمان نے جواب دیا۔

”ابس — میں نے اس کا نام سنا ہے اس سے زیادہ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”ہونہ۔۔۔ کیسا ہے پھر تم جا سکتے ہو۔۔۔ گٹ آؤٹ!“

تو ارے ارے — آپ ناراض ہو گئے۔ یقین کیجئے مجھے اس تنظیم کی تفصیلات کا علم نہیں۔ مگر آپ کو اس تنظیم سے کیا دلچسپی ہو گی۔ آپ

میں نے ان سے اجازت لے دی تو میں ان سے بھی بڑا ادبست گردن بن گیا۔

میر جہان کچھ دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے کوئی نئے میں پڑی ہوئی
میں لکھی دیکھیں اور ایک غزنوی کا کمر عثمان کی طرف بڑھا دیا۔
میں نے عرض کیا — میر جہان کا اہم بے حد سنجیدہ تھا۔

عمر نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیا۔ کاغذ پر صرف دو لائنیں ٹائپ
ہو چکی تھیں۔ اور نیچے عقاب کا نشان بنا ہوا تھا۔

موشیارہ جیتے۔ وراثت گرد کا آئندہ نشانہ آپ کا ملک ہے۔
وہ رشتہ بنایا شدہ لائسنس کا لب لباب ہی تھا۔

یہ عقاب صاحب کون میں؟ —————
سے سہرا اٹھاتے ہوئے یو جھیا۔

یہ مغربی یورپ تھے ایک ملک کی سیکرٹ سروس کا خصوصی نشان ہے۔ یہ کاغذ اس ملک کی طرف سے ہمیں تحفہ طور پر بھیجا گیا ہے۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ کیوں فکر کرتے ہیں یہ سنا غلط سیکرٹ مسروں کو کھجوا دینے اور بس۔۔۔“ عمران نے بڑے لاپرواہانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

’نہیں۔۔۔ صد مملکت نے یہ کاغذ میرے منگے کو بھیج دیا ہے۔ او
میں سوچ رہا ہوں کہ سرٹیفکیٹ فیاض کی نگرانی میں ایک خصوصی ٹیم

نے

”بہت نیک خیال ہے جناب۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی عمر خاصی طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اسے شرم کرنے کا اس سے اچھا طریقہ کار کوئی نہیں ہو سکتا۔۔۔“ عمر ان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے

اور پھر آخر یہاں جھگٹا ہوا ٹھکڑے سے باہر نکل گیا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ رُوح ایک لمحہ بھی اور ٹھہرا رہا تو اُسے اپنی قبر کا بند و بست کرنا پڑ جائے۔

ہوئے کہا۔
 "کیا مطلب۔ کیا تم سپرنٹنڈنٹ فیاض کو نکما سمجھتے ہو؟ تمہیں علم
 نہیں کہ اس نے کتنے بڑے بڑے مجرموں کی سرکوبی کی ہے۔ وہ میرے
 ٹھکے کی ناک ہے۔" — سر رحمان نے اپنے اسسٹنٹ کا دفاع
 کرتے ہوئے کہا۔

”گھر میں ناک کو اس بار ایسا نزلہ ہو گا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اس کا علاج نہ کر سکے گا۔ یہ بتا دوں جناب قبلہ والد صاحب۔“
 ۴۔ ان نے جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ یہ میرا فیصلہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ سپرنٹنڈنٹ
فیاض ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کامیاب رہے گا۔“ سر رحمان
نے کہا۔

آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ دہشت گرد کو یہاں آنے دیجیے۔ پیر غنٹہ قیاض اُسے کہہ دے کہ وہ دو جوتے لگائے گا اور دہشت گرد خالی گھر دھجھا تارہ جائے گا۔ — عثمان نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم مجھے مشورہ دے رہے ہو۔ گٹ آؤٹ۔ تم جیسے نکلے سے
سپرٹنڈنٹ فیاض لاکھ درجے زیادہ بہتر ہے۔“ — سر رحمان نے

بہت نیک خیال ہے جناب۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی عمر خاصی طویل ہوئی جا رہی ہے۔ اسے شتم کرنے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔۔۔ عمر ان نے بڑے سنجیدہ بلجھ میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔
 "کیا طلب کیا تم سپرنٹنڈنٹ فیاض کو، نکمرا سمجھتے ہو یہ ہیں علم
 نہیں کہ اس نے کتنے بڑے بڑے مجرموں کی سرکوبی کی ہے۔ وہ میرے
 ٹھکانے کا ہے۔" سر رحمان نے اپنے اسٹنٹ کا دفاع
 کرتے ہوئے کہا۔

”مگر اس ناک کو اس بار ایسا نزلہ ہوگا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اس کا علاج نہ کر سکے گا۔ یہ بتا دوں جناب قبیلہ والد صاحب۔“
 عمر ان نے جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ یہ میرا فیصلہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ سپرمنٹنڈنٹ
فیاض ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کامیاب رہے گا۔“ سر رحمان
نے کہا۔

آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ دہشت گرد کو یہاں آنے دیجیے۔ پیر غنٹہ قیاض اُسے کہہ دے کہ دو جوتے لگائے کھا اور دہشت گرد خالی گھر دھجھا تارہ جائے گا۔ — عثمان نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم مجھے مشورہ دے رہے ہو۔ گٹ آؤٹ۔ تم جیسے نکلے سے
سپرٹنڈنٹ فیاض لاکھ درجے زیادہ بہتر ہے۔“ — سر رحمان نے

اور پھر آخر یہاں جاکر ہوا کہ اُسے باہر نکل گیا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ رُوءِ ایک لمحہ بھی اور ٹھہرا کر یا تو اُسے اپنی قبر کا بندوبست کرنا پڑ جائے۔

عمران نے آج کافی دنوں بعد کوٹھی کا چکر لگایا تھا۔ اور پھر جیسے ہی والدہ کو سلام کرنے ان کے کمرے میں پہنچا۔ والدہ جو سناٹا نے سب سے بھری بیٹھی تھیں نے اُسے دیکھتے ہی جوتا اتار لیا۔ اور عمران بے اطمینان سے بیٹھا جوتے کھینچا رہا۔ اس کا ایمان تھا کہ والدہ کے ہاتھ کھانے سے اس کی رڈی میڈ کھڑی ہو جائے گی۔

ہو جاتی ہے۔ پھر وہاں سے جان چھڑا کر حبیب و بھانجا کو اب یہ دہشت گرد
 کا چکر سامنے آگیا تھا۔

کی کار موجود تھی اور چند لمحوں بعد اس کی کار خاص تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتی ہوئی سرسلطان کی کوٹھی کی طرف دوڑتی جی جی جا رہی تھی۔ دہشت گرد کے متعلق اس خط نے اسے خاص تشویش زدہ کر دیا تھا۔ کہہ سکتے ہیں کہ دہشت گرد تنظیم کے بارے میں کافی کچھ جانتا تھا اور اسے علم تھا کہ جس

کتاب میں یہ منظم پہنچ جائے پھر وہاں جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے۔ اور اُسے
جیسی طرح معلوم تھا کہ سر رحمان اور اس کا حکمہ و مشیت گمہ کا کچھ بھی نہ

بگاڑ سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جلد از جلد سر سلطان سے مل کر اس کے متعلق کوئی اقدام کرنا چاہتا تھا۔



ہوٹل کے شہزادہ کی تیسری منزل کے ایک سچے سچائے کمرے میں اس وقت دو افراد ایک چھوٹی سی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے میز پر رکھے ہوئے مصنوعی پھولوں کے گلدان کو یوں گھور رہے تھے جیسے ابھی جادو کے زور سے یہ مصنوعی پھول اعلیٰ پھولوں میں تبدیل ہونے والے ہوں۔ ان میں سے ایک انتہائی سمارٹ نوجوان تھا جس کے چہرے پر تھائی ہوئی معصومیت سے یوں مسوس ہوتا تھا جیسے اُسے دنیا کی آلودگیوں کی ہوا تک نہ لگی ہو۔ جبکہ اس کے مقابل ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کے انگ انگ میں سجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس کا جسم دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی حسینہ عالم کا مقابلہ جیت کر آئی ہو۔ اور خوب صورت جسم پر انتہائی چست لباس نے سونے پر سہاگہ لاکام کر دکھایا تھا۔ یہ دونوں غیر ملکی تھے۔ وہ دونوں بالکل خاموش بیٹھے۔ مصنوعی پھولوں کے اس گلدے سے کو دیکھنے میں یوں محو تھے جیسے عبادت کر رہے ہوں۔ اور پھر چند لمحوں

بعد وہ دونوں ہی چونک پڑے کیونکہ گلدے کے مصنوعی پھولوں کا رنگ تیزی سے تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ نوجوان نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر ایک پھول کو مخصوص انداز میں باہر کی طرف کھینچا اور دوسرے لمحے گلدان میں سے ایک مدہم سی آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ ڈی۔ جی۔ دن سپیکنگ اوور۔۔۔ آواز مدہم تھی مگر اب اس قدر مدہم تھا کہ سنتے ہی جسم میں سردی کی لہر دوڑانے لگ جاتی تھی۔

”یس باس۔۔۔ ڈی۔ جی ہنڈرڈ اینڈ ہنڈرڈ ون انڈنگ ایڈ اوور۔۔۔ نوجوان نے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رپورٹ اوور۔۔۔ دوسری طرف سے لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرد ہو گیا تھا۔

”باس۔۔۔ اس ملک میں مداخلت نہ ہونے کے برابر ہے۔ انتہائی پس ماندہ اور تقریباً کلاس لوگوں کا ملک ہے۔ اوور۔۔۔ نوجوان نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”تفصیلی رپورٹ دو اوور۔۔۔ منبرہ ون نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

”باس۔۔۔ ہنڈرڈ ون اور میں نے ایک مفید تک یہاں کے تمام اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اور ان کا انتہائی قریب سے جائزہ لیا ہے۔ یہاں کی انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہنڈرڈ ون کے قابو میں آ گیا اور ہنڈرڈ ون کی رپورٹ ہے کہ وہ انتہائی مغرور، جاہل اور

”بہتر باس۔۔۔ جیسے آپ حکم کریں۔ میٹرو ڈوان نے اس کے متعلق بھی معلوم کیا ہے۔ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا گہرا دوست ہے۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے اُسے ٹریپ کیا جاسکتا ہے اور۔۔۔“
نوجوان نے اس بار پہلی دفعہ مسکراتے ہوئے اور مطمئن لہجے میں جواب دیا۔
”او۔ کے۔۔۔ ابھی میں کم از کم پندرہ روز تک پاکستان نہیں پہنچ سکتا۔ ان پندرہ روز کے اندر اندر مجھے علی عثمان کے خاتمے کی یقینی رپورٹ مل جانی چاہیئے اور اور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کمزرت اور استحکام نہ بچنے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی نہ صرف گھدا ان سے آواز آنی بند ہوگئی، بلکہ گھدا ان کے مصوغی پھول بھی رنگ بدلتے لگے اور پتہ لحوں بعد وہ پہلی حالت میں آگئے۔“

اور ان دونوں کے حلق سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گئی۔
جیسے کوئی جہت بڑا بوجھ ان کے کندھوں سے اتر گیا ہو۔
”شکر ہے باس نے ہمارے کام کی تعریف کی ہے ناراض نہیں ہوا۔“
غیر ملکی لڑکے نے مسکراتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔
”سو ذرا باس ڈرا بھی ناراض ہوتا تو شاید ہم دوسرا سانس
بھی نہ لے سکتے۔ تم ابھی نئی اسسٹنٹ میں آئی ہو۔ چھپ باس معمولی
سی کو تباہی بھی برداشت کرے گا عادی نہیں ہے۔“ — نوجوان نے
سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے مارش۔۔۔ بہر حال شک ہے خطرہ مل گیا اب ہمارے پاس پندرہ روز ہیں اور ہم الطینان سے کام کر سکتے ہیں۔ سوئی نے کسی سے اٹھ کر ایک بھر پور اور تو بے شک انگڑائی لیتے

پست ذہنیت کا آدمی ہے۔ وہ یہاں کی ایٹلی جنس کا عملی طور پر سربراہ ہے مجھے یقین ہے کہ وہ انتہائی ناکارہ آدمی ہے۔ اور وہ ہمارا مقابلہ ایک لمحہ بھی نہ کر سکے گا۔ طرزی ایٹلی جنس شہری معاملات میں تعلقاتِ مداندت نہیں کرتی۔ دیگر حکام کی تمام تر کارروائیاں اپنی ذات کے گرد ہی گھومتی ہیں۔ اور وہ سب عملی طور پر ناکارہ ہیں اور رُ — نوجوان نے تقیملی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ہوں۔ مگر مجھے رپورٹ ملی ہے کہ اس ملک کی سیکرٹ سروس انتہائی فعال اور خطرناک ہے۔ کیا تم نے اُسے چیک کیا ہے اور؟“ — نمبرون نے پوچھا۔

"ایس ممر۔ میں نے اس کی گھنسن بھی لی ہے۔ یہاں کی سیکرٹ
ممبروں کا سربراہ اچھو کہلاتا ہے۔ اور وہ آج تک کسی کے سامنے
نہیں آیا حتیٰ کہ یہاں کا صدر بھی اُسے نہیں جانتا۔ اس کی چند ممبروں پر
مشتمل ایک ٹیم ہے۔ مگر وہ لوگ مقامی مسائل میں دل چسپی نہیں لیتے۔
البتہ ایک مسخرے سے شخص علی عمران کے متعلق پتہ چلا ہے کہ وہ کبھی
کبھی سیکرٹ ممبروں کے لئے کام کرتا ہے۔ اور انتہائی خطرناک سمجھا
جاتا ہے اور " — نوجوان نے جواب دیا۔

”فیک ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے واقعی محنت کی ہے۔ اس مسخرے اور احمق شخص علی عمر ان کے متعلق مجھے بہت سی کہانیاں موصول ہوئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپریشن کے آغاز سے قبل اس کا کاٹا درمیان سے نکل جائے اور“۔

نمبروں نے جواب دیا۔

نمبر ایک سو بارہ — سوزی نے اٹھاتے ہوئے کہا۔

اودہ اچھا — بس دس منٹ میں حاضر ہوا — سپرنٹنڈنٹ
فیاض نے بے چین لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور سو ڈیڑھ — میں تمہیں رات کو واپس نہ جانے دوں گی۔

ماں بس آجا و جلدی — میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں —

سوزی نے کہا اور منہ سے ریسیور چومنے کی آواز نکال کر اُس نے

ریسیور کرڈل پر رکھ دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ چند ہی لمحوں میں

سپرنٹنڈنٹ فیاض سر کے بل دوڑتا ہوا آگے گا۔ اس کے چہرے پر

پراسرار سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

طویل مانس لی اور چہ وہ کندھے اچکا تی سوئی میز پر ٹے ٹلی فون کی
طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کے
نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

”ہیلو — سپرنٹنڈنٹ فیاض سپیکنگ — رابطہ قائم

ہوئے ہی دوسری طرف سے سوپر فیاض کی تنکنا آواز سنائی دی۔

”ڈیڑھ فیاض — میں سوزی بول رہی ہوں — سوزی نے

اپنے لہجے میں بے پناہ شہینی بھرتے ہوئے کہا۔

”اودہ سوزی ڈیڑھ نے نصیب کر تم نے ہمیں یاد تو کیا —

سوپر فیاض کا لہجہ فوراً ہی رومانی ہو گیا۔

تم بہت ظالم ہو سوپر — میں نے ملک ملک کی سیر کی ہے۔

نہاروں سرد دیکھ ہیں مگر تم بجائے کیا چیز ہو کہ تمہیں بھلانے کی کوشش

کرتی ہوں تو ناکام رہتی ہوں — سوزی نے بڑے میٹھے لہجے

میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ارے ڈیڑھ — یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سمجھتی ہو۔ ورنہ

یقین کر کے تم میری خوب صورت اور سمارٹ لڑکی تو بس میرے تصور

میں ہی تھی — سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اپنی تعریف سن کر دلشہ

خطمی ہونے میں دیر نہ لگائی۔

”تو پھر آجاؤ — میں یہاں اکیلی ہوں اور سخت بور ہو رہی ہوں —

سوزی نے کہا۔

”کہاں سے فون کر رہی ہو — سپرنٹنڈنٹ فیاض نے پوچھا۔

”ارے تمہیں بھول گیا میرا پتہ — بھول شہر زاد — مگر

ہوئے کہا۔

اور سر سلطان اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیئے۔
 ”گر یہ تمہیں پکوڑے کھانے کا شوق کب سے ہو گیا ہے۔“ سر سلطان بھی شاید موڈ میں آگئے تھے۔
 ”جب سے میں نے سنا ہے کہ عورتیں بہت اچھے پکوڑے بناتی ہیں۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے میں ابھی سر رحمان سے بات کرتا ہوں وہ بیچارے تو کب سے اس موقع کی اس لگائے بیٹھے ہیں۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے ٹیلی فون کی طرف مارتے بڑھاتے ہوئے کہا۔
 ”ارے ارے۔“ خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔ قبل ڈیڑھ گھنٹہ تو مار کر میرا ہی پکوڑہ بنا دیں گے۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”تو پھر سنجیدگی سے بات کرو۔“ سر سلطان نے جواب دیا۔

”اچھا سنجیدگی سے ہی بات سہی یہ بتائیے کہ آپ نے سیکرٹری وزارت دفاع سے کب استعفیٰ دیا ہے۔“ اس بار عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”استعفیٰ میں نے کیا مطلب۔“ میں سمجھا نہیں۔“ سر سلطان واقعی بوکھلا گئے تھے۔

یہی تو مصیبت ہے جہاں میں نے سنجیدگی سے بات کی اور مقابل

پر مطلب پوچھنے کا دورہ پڑا۔ بتائیے۔ استعفیٰ کا مطلب بتاؤں۔ یا سیکرٹری وزارت دفاع کا۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”مگر میں نے تو استعفیٰ نہیں دیا۔ یہ تم پر اچانک کیا دورہ پڑ گیا۔“ سر سلطان بھی اب سنجیدہ ہو گئے تھے۔
 ”اگر آپ نے استعفیٰ نہیں دیا تو وعدہ مملکت نے دہشت گرد کے اس ملک میں آنے کی اطلاع آپ کی بجائے سر رحمان کو کیوں بھجوا دی؟ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ تو تم اس بارے میں کہہ رہے تھے۔ دراصل جب یہ اطلاع ملی تو سر رحمان اور میں صدر مملکت کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے ہم سے ذکر کیا تو سر رحمان نے خود سبھی آخر کر دی کہ یہ کیس انہیں دے دیا جائے وہ خود ان سے نیٹ لیں گے۔ میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس لئے صدر مملکت نے کیس ان کے سپرد کر دیا۔“ سر سلطان نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”اور آپ ان کے ذمے کیس لگا کر یہاں بیٹھے چین کی بنسری بجا رہے ہیں۔“ عمران کے لہجے میں بے پناہ غمی تھی۔

”ارے بھی اس میں ناراض ہونے والی کون سی بات ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا گروہ ہو گا اور ایٹلی جنس اس سے خود ہی منٹ لے گی۔ اس ٹکے کو بھی تو کام کرنا چاہیئے۔“ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ پھر ایسا ہی سہی جب اس ملک میں بھونچال آئے۔ دہشت گردی کا خوفناک طوفان تو پھر مجھے نہ کیئے گا کہ بیٹے عمران کچھ کرو ملک کی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ اس وقت بیٹا عمران کچھ نہ کر سکے گا۔“

عمران نے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔
 "اوہ! تو متباہا طلب ہے یہ دہشت گرد کوئی خوفناک تنظیم
 ہے۔" سر سلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کھڑکیے میں ابھی تباہیوں تھیں۔" سر سلطان نے کہا اور پھر اس نے
 میز پر بڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا۔ اور تیزی سے بلیک زیرو کے
 نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکٹو۔" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک
 نے مخصوص آواز میں جواب دیا۔

"عمران بول رہا ہوں طاہر۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔
 "ییس سر فرمائیے۔" بلیک زیرو اس بار اصل آواز میں بولا
 تھا اور طاہر ہے لہجہ مودبانه ہی تھا۔

"طاہر۔" لائبریری سے دہشت گرد کی فائل نکال کر لاؤ اور اس
 کی تفصیلات ٹیلی فون پر سر سلطان کو پڑھ کر سناؤ۔ عمران نے اُسے
 حکم دیتے ہوئے کہا۔

"کیا سر سلطان اسی لائن پر موجود ہیں؟" بلیک زیرو نے
 چونکتے ہوئے پوچھا۔

"لائن پر نہیں۔" بلکہ نقطے پر بیٹھے ہوئے ہیں تم فائل لاؤ۔" عمران
 نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔

"بہتر سر۔" صرف چند لمحے بول دیکھیے۔" بلیک زیرو نے
 جواب دیا۔

"جس طرح تم سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔ اس سے تو طاہر ہوتا ہے۔ کہ

دہشت گرد کوئی خوفناک تنظیم ہے۔" سر سلطان نے انتہائی سنجیدہ
 لہجے میں کہا۔

"آپ خوفناک کہہ رہے ہیں جناب۔" خوفناک ترین کہیے۔
 یہ ایک ایسی تنظیم ہے کہ جس ملک کا رخ کرے وہاں کچھ باقی نہیں رہتا۔"
 عمران نے جواب دیا۔

"ہیلو سر۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی
 دی۔

"ہاں لے آئے ہو فائل۔" عمران نے پوچھا۔

"ییس سر۔" اس میں صرف ایک کاغذ ہے۔ جس میں کچھ تفصیلات
 موجود ہیں۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جی کاغذ پڑھ کر سناؤ۔" عمران نے کہا اور پھر
 ریسیور سر سلطان کی طرف بڑھا دیا۔ سر سلطان نے بڑے ڈھیلے انداز
 میں ریسیور پکڑا اور اسے کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو
 نے انہیں شاید دہشت گرد تنظیم کی تفصیلات سنائی شروع کر دیں۔

کیونکہ سر سلطان کے چہرے کا رنگ بدلتا شروع ہو گیا تھا۔ حیرت کی
 وجہ سے ان کی اودھ کھلی آنکھیں تیزی سے کھلتی جا رہی تھیں۔ اور پھر
 تقریباً دس منٹ بعد جب انہوں نے شکریہ کہہ کر ریسیور رکیڈل پر رکھا
 تو حیرت کی زیادتی سے ان کا چہرہ پتھر پر چکا تھا۔

"خدا کی پناہ۔" اس قدر خوفناک تنظیم۔" سر سلطان نے
 بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اور ڈیڈی کی سینے کر وہ سپرٹنڈنٹ فیاض کی قیادت میں ایک

بک چنے ہوں۔ اس لئے میں خفیہ طور پر کام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ایک فوجی
لیڈر کے مانند ولست کریں جو ہمیں ولیٹ مارف کی سرحد تک پہنچوڑ
دے۔ اس کے بعد آگے میں خود ہی بند ولست کر لوں گا۔
عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ انتظام ہو جائے گا۔ مگر وہاں پہنچ کر مجھ سے
رابطہ رکھنا تاکہ مجھے حالات کا علم ہوتا رہے۔“ سر سلطان
نے جواب دیا۔

”کوشش کروں گا وعدہ نہیں کر سکتا۔ او۔ کے۔ بائی۔ بائی۔“
عمران نے جواب دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا
چلا گیا۔

اور پھر اس کی کار سر سلطان کی کوٹھی سے نکل کر خاصی تیز رفتاری
سے دانش منزل کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ وہ دانش منزل پہنچ کر
جلد از جلد روانگی کے انتظامات مکمل کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ دہشت گرد کے
اس ملک سے نکلنے سے پہلے ہی اسے چھاپ لے۔

ٹیم اس تنظیم کی سرکوبی کے لئے بھیج رہے ہیں جیسے یہ تنظیم آلوچھوٹے پتے
ہے۔ اور سو پر فیاض وردھی کا رعب ڈال کر ان کے آلوچھوٹے کوائے
بند کر دے گا۔“ عمران نے برا سامنا تے ہوئے کہا۔

”بھئی عمران۔ حقیقت ہے مجھے اس کے متعلق علم نہیں تھا ورنہ
میں کبھی یہ کیس سر رحمان کے محکمے کو ٹرانسفر نہ ہونے دیتا۔ بہر حال میں
صدر مملکت سے بات کرتا ہوں۔“ سر سلطان نے ریسپور
کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”رہنے دیجئے۔ اب اگر یہ کیس ان سے لیا گیا تو وہ یہی سمجھیں گے
کہ میری وجہ سے ایسا ہوا ہے۔“ عمران نے انہیں منع
کرتے ہوئے کہا۔

”مگر اس قدر خوف ناک تنظیم انٹیلی جنس کے بس کا روگ نہیں ہے۔
اور اگر یہ تنظیم پاکیشیا پہنچ گئی تو پھر کیا ہوگا۔“ سر سلطان نے
انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ فکر نہ کریں میں جلد ہی ٹیم لے کر ولیٹ مارف روانہ ہو جاتا
ہوں۔ آج کل سنا ہے یہ تنظیم وہاں سرگرم ہے۔ میری کوشش یہی
ہوگی کہ اسے پاکیشیا پہنچنے کے قابل ہی نہ چھوڑوں۔ آپ ایسا کریں کہ
ٹیم کی خفیہ روانگی کا بند ولست کر دیں۔“ عمران نے کہا۔

”خفیہ روانگی کی کیا ضرورت ہے۔ ولیٹ مارف سے ہمارے بہت
اچھے تعلقات ہیں۔ تم سرکاری طور پر بھی دواں جا سکتے ہو۔“ سر
سلطان نے کہا۔

”نہیں۔“ ہو سکتا ہے دواں کے اعلیٰ حکام اس تنظیم کے ہاتھوں

تدہ روک لیتے۔ وہ تیزی سے پلٹا۔ اُسے یقین تھا کہ خون سوزی کا ہونما۔
 خون کے انتقال میں مچھی سوکھ رہی ہوگی۔
 بیوٹا۔ سوپر فیاض نے ریسپور اٹھا کر بڑے رومانگک
 موزیک اٹھا کر دیکھنے سے کہنا۔
 فیاض۔ میں رومان بول رہا ہوں۔ فوراً کوٹھی پیچو۔ دوسری
 ہفت سے سر رحمان کی جلالی آواز سنائی دی اور فیاض کو یوں محسوس ہوا
 جیسے اُسے فضا میں الٹا لٹکا دیا گیا ہو۔ سارے رومان موزک کا بیڑہ غسرق
 موزیک تھا۔

سچ۔ جی۔ اس وقت۔ سوپر فیاض نے
 منت آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 اب تم وقت پوچھنے کے قابل بھی ہو گئے ہو۔ فیاض۔ سر
 رحمان نے چٹھاڑتے ہوئے جواب دیا۔
 سنی۔ سنی۔ نومبر۔ میں سر اہی سر پہنچ رہا ہوں سر۔
 بدین نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری
 ہفت سے ریسپور رکھ دیا گیا اور فیاض نے یوں ریسپور کریدل پر پٹنجا جیسے
 رومانسور اسی ریسپور کا ہو۔

وہ چند لمحوں کو اسوتیارا پھر اس نے جلدی سے ریسپور اٹھایا اور
 موزیک زیادہ کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔
 بول شہر زاد۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔
 روم نمبر ایک سو بارہ سے ملواؤ جلدی۔ سوپر فیاض
 نے غصیلے انداز میں کہا۔

سپر نمبر منت فیاض ابھی ابھی دفتر سے گھر پہنچا تھا۔ اور ابھی
 اٹھنا تھا کہ ریشا بیوٹا کہ سوزی کا ٹیلی فون آگیا۔ اور اس کی نظروں میں
 سوزی کا سر ایا گھومنے لگا۔ اس کے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ اس کی
 بیوی اور بچے ایک ماہ کے لئے اس کے آبائی گاؤں گئے ہوئے تھے۔ اس
 لئے ظاہر ہے رادتی یہیں ہی چھینا رکھنا تھا۔

سپر نمبر منت فیاض کی آنکھوں میں سوزی کے ساتھ رات گزارنے کا
 پروگرام سننے ہی جلیاں سی دوڑنے لگی تھیں۔ وہ ریسپور رکھ کر تیزی سے
 غسل خانے میں گھسا اور پھر جب تقریباً آدھے گھنٹے بعد باہر نکلا تو اس
 کے جسم پر نیا سا بوا خوب صورت سوٹ موجود تھا۔ اور اس نے
 بوڈی کلون کی پور می شیشی سوٹ پر انڈیل لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر طرف
 بوڈی کلون کی بھیینی بھیینی خوشبو پھیل گئی تھی۔ اس نے ڈریسنگ گلاس میں
 اپنا جائزہ لیا اور پھر کار کی چابیاں میٹر پر سے اٹھا کر وہ دروازے کی طرف
 لپکا۔ مگر ابھی وہ دروازے تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس

”اور کے سر ہولڈ آن :۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور
پھر چند لمحوں بعد سوزنی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔
”کون بول رہا ہے؟“ سوزنی نے پوچھا۔
”سیرنٹنٹ فیاض بول رہا ہوں ڈیئر :۔۔۔۔۔ سوپرفیاض نے
بجے کو جہاز نرم کرنے ہوئے کہا۔
”کیا بات ہے ڈیئر :۔۔۔۔۔ بہت دیر لگا دی میرا تو ایاب ایک لمحہ
مشکل سے کھٹ رہا ہے۔“ سوزنی کا اہجہ یکدم بے حد رومانی
ہو گیا۔

”میرا بھی یہی حال ہے۔ مگر ابھی ڈائریکٹر جنرل کا فون آ گیا ہے۔ مجھے
ان کے پاس جانا ہو گا۔ وہاں بجائے کتنا وقت لگ جائے بہر حال میں
کوشش کروں گا کہ وہاں سے فارغ ہوتے ہی تنہا رے پاس پہنچ جاؤں
تم میرا انتظار کرنا :۔۔۔۔۔ سوپرفیاض نے بڑے منت بھرے لہجے میں
کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کل تک ڈائریکٹر جنرل کو ٹال دو :۔۔۔۔۔
سوزنی نے جواب دیا۔

”ارے نہیں ڈیئر :۔۔۔۔۔ مسئلہ تو کتنی کا ہے۔ اس لئے مجبور ہی ہے۔
بہر حال میں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کروں گا :۔۔۔۔۔ سوپرفیاض
نے جواب دیا۔

”او۔ کے :۔۔۔۔۔ میں انتظار کروں گی :۔۔۔۔۔ سوزنی نے دوسری
طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا
”شکریہ :۔۔۔۔۔ باقی باقی :۔۔۔۔۔ فیاض نے مسکراتے ہوئے

۔۔۔۔۔ درچر ریسورسز رکھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کھڑے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
خیرین دیر بعد اس کی کار خاصہ تیز رفتاری سے سررحمان کی کونٹری کی طرف
نقئی چلی جا رہی تھی۔
سررحمان توقع کے مطابق اپنے دفتر میں موجود تھے۔

”آؤ بیٹھو :۔۔۔۔۔ سررحمان نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ
لیتے ہوئے سر و لہجے میں کہا۔
”جی :۔۔۔۔۔ فیاض نے بڑے مودبانہ انداز میں کرسی پر بیٹھنے دئے
جواب دیا۔

”کیا تم کہیں جا رہے تھے :۔۔۔۔۔ سررحمان نے خلاف توقع
نرم لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں جناب :۔۔۔۔۔ ایک دوست نے دعوت کی تھی :۔۔۔۔۔
فیاض نے بھٹکتے ہوئے جواب دیا۔

”سو فیاض :۔۔۔۔۔ میں نے تنہا ہی کار کر دگی چیک کرنے کے لئے
ایک کسٹ لیا ہے۔ اگر تم اس کسٹ میں کاٹیا بھجوائے تو تمہارا عہدہ بڑھا
دیا جائے گا۔ اور تم اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن بن جاؤ گے۔ اور ناکامی
کی صورت میں :۔۔۔۔۔“ سررحمان بات کرتے کرتے خاموش
ہو گئے۔

”میں سمجھتا ہوں سر :۔۔۔۔۔ ناکامی آپ برداشت نہی اور کسی غیر ملک
فیاض نے فقرہ دیتے ہوئے کہا۔
صرف یہی نہیں بلکہ اس بار تنہا ہی زندگی بھی ناکامی بردلے تیار کر لیا جائے
کا مطلب موت ہو گا یہ ایک یقینی بات ہے۔ سررحمان

چنانچہ اس نے کوئی ست نسل کرکار کا رخ عمران کے غلیٹ کی طرف
موزیہ۔ مگر جلد ہی اس کا ارادہ بدل گیا۔ اس نے سوچا کہ ایک رات
درمیان میں موجود ہے۔ کیوں نہ اس رات کو سوزی کے ساتھ مل کر پوری
طرح رنگین بنایا جائے۔ پھر شاید ایسا موقع ملے یا نہیں اور عمران کے پاس
تو سب کچھ بھی جایا جاسکتا تھا۔
یہی سوچ کر اس نے کارکار رخ موڑا اور بوتل شہر زاد کی طرف
بڑھنا چلا گیا۔

فقوڑی دیر بعد وہ سوزی کے کمرے میں موجود تھا۔ پہلے تو سوزی
نے اس کے در سے آنے کا شکوہ کیا مگر فیاض نے سرکاری مصروفیت کا
بہانہ بنا کر جان چھڑائی۔

”کیا بیوگے ڈیر“ سوزی نے بڑے اٹھلاتے ہوئے
انداز میں الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”جو مرضی میں آئے پلا دو۔ بس میرے پاس صرف آج کی
رات ہے۔“ فیاض نے ڈھیلے سے انداز میں جواب دیا۔

”صرف آج کی رات کیا مطلب۔“ سوزی چونک پڑی۔
”ہاں ڈیر۔ کل میں ایک سرکاری کام سے ویسٹ ہارف ہ

رہا ہوں۔ بجانے وہاں سے زندہ واپسی ہوتی ہے یا نہیں۔“
فیاض نے جواب دیا۔

سوزی نے الماری سے شراب کی بوتل اور گلاس نکال کر میز پر
رکھے اور پھر فریج سے برف کے ٹکڑوں کی ٹرے نکال لائی۔

”کیا بات ہے ڈیر۔ تم کچھ پریشان سے لگتے ہو۔“ سوزی

نے شراب گلاسوں میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

”بس اپنا کام ہی ایک مصیبت آن پڑی ہے۔“ فیاض
نے نکلاں اٹھاتے ہوئے کہا۔

”کیسی مصیبت۔“ مجھے نہیں بتاؤ گے۔ ہو سکتا ہے میں تمہاری مدد
کر سکوں۔ ویسٹ ہارف میرا آبائی وطن ہے۔“ سوزی نے
نکلاں اٹھا کر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

”نہیں سوزی تم اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتیں۔ یہ معاملہ انتہائی
خطرناک ہے۔“ فیاض نے شراب کے بڑے بڑے ٹھونٹ
بھرتے ہوئے جواب دیا۔

”پھر بھی مجھے پتہ تو چلے۔“ سوزی نے کہا۔

”کیا بتاؤں مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم کی سرکوبی کرنی ہے۔
اب ظاہر ہے تم اس معاملے میں کیا مدد کر سکتی ہو۔“ فیاض نے
اکٹائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

ویسے وہ یہ باتیں جان بوجھ کر رہا تھا تاکہ سوزی پر عیب پڑ سکے۔

”مجرموں کی بین الاقوامی تنظیم اور ویسٹ ہارف میں۔“ سوزی
نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کوئی دہشت گرد نامی تنظیم ہے جو وہاں کام کر رہی ہے۔
ہمیں خفیہ ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہ ہمارے ملک میں آنے والی ہے۔

چنانچہ ہمارا پاس انہیں یہاں آنے سے پہلے وہیں ختم کرنا چاہتا ہے۔

اس سلسلے میں مجھے کل روانہ ہونا ہے۔ میں ٹیم کا سربراہ ہوں گا۔“

سوپر فیاض نے دوسری بار گلاس بھرتے ہوئے کہا۔

”اودہ۔۔۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم وہاں نہ جاؤ؟“ سوزی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں ڈیئر۔۔۔ یہ ضروری ہے۔ اور پھر جب تک میں نہ جاؤں اس تنظیم کا خاتمہ کیسے ہو سکے گا؟“ سوپر فیاض نے اور زیادہ اڑتے ہوئے جواب دیا۔

”تم کون سے جہاز سے جاؤ گے میں تمہیں ایئر پورٹ پر چھوڑنے آؤں گی؟“ سوزی نے کہا۔

”ارے بھئی۔۔۔ ہم خفیہ مشن پر جا رہے ہیں۔ کوئی تفریح کرنے تو نہیں جا رہے۔ ہمارا خصوصی طیارہ کل شام چھ بجے طرزی ایئر پورٹ سے چلے گا۔“ سوپر فیاض نے سوزی کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

”مگر ڈیئر۔۔۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ بنجانے وہ مجرم کتنے خطرناک ہوں ایسا نہ ہو کہ تمہیں کچھ ہو جائے۔“ سوزی نے کہا۔

”تم خطرناک کہہ رہی ہو۔ یہ تنظیم دنیا کی خوف ناک ترین تنظیم ہے۔ مگر تم فکر نہ کرو میں اپنے ساتھ ان سے بھی زیادہ خطرناک آدمی کو لے جاؤں گا اور پھر یہ تنظیم کسی مجھ کی طرح مسلی جائے گی؟“ سوپر فیاض کو اب اُٹھ بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے اب بناوٹ اور تصنع کا ملمع آہستہ آہستہ اترتا چلا جا رہا تھا۔

”کیا بات ہے تمہیں نشہ تو نہیں ہو رہا ڈیئر۔۔۔ بھلا تنظیم سے زیادہ خطرناک کون تنظیم ہو سکتا ہے؟“ سوزی کے لہجے میں سیرت غمی نشہ تو بچھنے لگی ہی نہیں ہوا۔ چاہے تم پورا کریٹ پلداؤ۔ البتہ وہ

شخص ہے ہی ایسا۔ دیکھنے میں انتہائی مصحوم۔ بات کرو تو معلوم ہو گا کہ دنیا میں اس سے بڑا احمق پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر جب اس کی حرکتوں کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو بڑی بڑی تنظیمیں اپنی گردنیں تڑوا بیٹھتی ہیں۔ سوپر فیاض اب پوری طرح ترنگ میں آچکا تھا۔

”اودہ۔۔۔ کوئی ہے ایسا شخص؟“ سوزی نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

”اس کا نام علی محمد ان ہے؟“ سوپر فیاض اب چوتھے کھلاس کو اندر اٹھانے میں مصروف تھا۔

”مگر ہو سکتا ہے وہ تمہارے ساتھ نہ جائے۔ جان بوجھ کر بھلا کون موت کے منہ میں جاتا ہے؟“ سوزی نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”نہیں ڈیئر۔۔۔ میں اُسے ضرور لے جاؤں گا۔ چاہے مجھے اس کے سامنے ہاتھ بھی کیوں نہ جوڑنے پڑیں؟“ فیاض نے جواب دیا۔

”کھڑو۔۔۔ میں ایک نئی بوتل لے آؤں وہ اس سے زیادہ پرانی ہے خصوصی ستھ ہے؟“ سوزی نے کہا اور پھر وہ الماری کی طرف مڑ گئی۔ اس نے الماری سے شراب کی ایک بوتل نکالی بڑی پھرتی سے اس کا ڈھکن ہٹایا اور پھر الماری کے ایک خانے سے اس نے سفید رنگ کی دو چھوٹی چھوٹی گولیاں نکال کر بوتل میں ڈال دیں چونکہ اس کی پشت فیاض کی طرف تھی اور وہ اسے بھی فیاض شراب میں مست تھا اس لئے ظاہر ہے اُسے سوزی کی اس حرکت کا کیسے علم ہو

سکتا تھا۔

”لوہیو ڈیئر — تم بھی کیا یاد کرو گے؟ — سوزی نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر نہی بوتل سے اس کا گلاس بھر دیا۔

”ڈیئر — بس شراب ہی پلاتی رہو گی؟ — فیاض نے گلاس میں سے بڑا سا گھونٹ پیتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے بچے میں پوچھا۔

”تم پو تو سہی — ابھی تو ساری رات پڑی ہے۔ بے صبری اچھی نہیں ہوتی؟ — سوزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور فیاض نے گلاس میں باقی ماندہ شراب ایک جھٹکے سے حلق میں اندل لی۔

”اور دو ڈر — یہ تو تبت اچھی ہے؟ — فیاض کا لہجہ اب زیادہ لڑکھڑانے لگ گیا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ سوزی بوتل اٹھا کر گلاس بھرتی۔ فیاض کے ہاتھ سے گلاس چسٹنا چلا گیا اور وہ ایک جھٹکے سے ہی صوفے پر بڑھ بیٹھ گیا۔

سوزی نے گلاس فرش سے اٹھا کر میز پر رکھا اور اُسے صوفے پر سیدھا کر کے لٹا دیا۔ اس نے کسی ماسٹر ڈاکٹر کی طرح اس کی فیض چیک کی دل کی دھڑکن کو نوٹ کیا اور پھر آنکھوں کے پوٹے کھول کر غور سے دیکھا۔ جب اُسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ فیاض طویل عرصے کیلئے بے ہوش ہو چکا ہے۔ تو اس نے اطمینان کی سانس لی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ دروازہ کھول کر اس نے باہر جھانکا۔

اور طویل راہداری کو قطعی طور پر سناں دیکھ کر اس نے اطمینان سے سر بلایا اور پھر دروازہ بند کر کے چٹختی چڑھا دی اب وہ میز پر پڑے

ہوئے مصنوعی پھولوں کے گلہ سے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے مختلف رنگوں کے پھولوں کو ایک خاص انداز میں کھینچا اور خاموشی سے کمر سی ٹھیکٹ کر بیٹھ گئی۔

چند لمحوں بعد مصنوعی پھولوں کے رنگ تیزی سے بدلنے شروع ہو گئے۔ اور سوزی چونکی ہو گئی اس کے چہرے کے عضلات تن گئے۔

”ہیلو — ڈی۔ جی سپیکٹاکل اوور“ — ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”چیف باس — میں نمبر ہنڈرڈ وان سوزی بول رہی ہوں۔ پاکیشیا سے — اس وقت میرے کمرے میں یہاں کی انٹیلی جنس کا چیف سپرنٹنڈنٹ فیاض بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ پاکیشیا کی حکومت کے کانوں میں ہمارے یہاں آنے کی پشیمک پڑ گئی ہے۔ اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر سر رحمان فیاض کی سربراہی میں ایک نیم ولسٹ مارف بھیج رہا ہے تاکہ آپ سے وہیں منپٹ لیا جائے اور آپ یہاں نہ آسکیں اور“ — سوزی نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ — مگر ہمارے پروگرام کا علم حکومت کو پہلے سے کیسے ہو گیا۔ بہر حال کوئی بات نہیں تم اس شخص کا خاتمہ کر دو۔ باقی جب یہاں آئیں گے تو میں ان سے ٹپٹ لوں گا اور“ — چیف باس نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باس — میں نے اس سے مزید تفصیلات حاصل کی ہیں۔ یہ دس ممبروں کی ٹیم کے ساتھ کل شام چھ بجے یہاں کے ایک فوجی ایئر پورٹ

سے کسی نہ تیار سے جانے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ اور اپنے ساتھ عمران کو بھی لے جانا چاہتا ہے اور — سوزی نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ — اگر ایسی بات ہے تو پھر اسے ہلاک مت کرو۔ ایسا کرو اس کے بازو میں نائن ایون فٹ کرو۔ اور ٹرائیجک سیٹ سے اس کی نقل و حرکت چیک کرتی رہو۔ جب یہ عمران اور اپنے ساتھیوں سمیت تیار سے میں سوا رہو۔ اور تیارہ فضا میں اڑ جائے تو نائن ایون کو برسٹ کرو۔ یہ سب لوگ تیار سے سمیت ہی ختم ہو جائیں گے اور نہ چیٹ باس نے اُسے نئی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس — ایسا ہی ہو گا اور — سوزی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کیونکہ چیٹ باس کی یہ ہدایت سوزی کی فطرت کے عین مطابق تھی۔ سفلی جی اس کی فطرت تھی۔ اُسے ایک بے ہوش پڑے ہوئے شخص کو ہلاک کرنے میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا جب کہ دس بارہ جیتے جاگتے لوگوں کے پیچھے اڑتے دیکھ کر ابس کی فطرت کو زیادہ چین مل سکتا تھا۔

اس نے کسی جیوڑی اور پھر المارمی کے قریب پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے ایچی کیس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ غلابہ یہ عام سا ایچی کیس تھا۔ جس میں اس کے کپڑے بھرے ہوئے تھے۔ مگر اس کی انتہائی تحفیہ جیوڑی میں جدید قسم کلبے شمار سامان بھرا ہوا تھا۔ سوزی نے ایک تحفیہ خانہ کھولا اور پھر اس میں سے ایک مائیس کے سائز کی ڈبیا باہر

حال لی۔ ڈبیا کے اوپر ایک چھوٹا سا مین فکس تھا۔ اس نے وہ مین ڈبیا سے علیحدہ کیا اور پھر ایچی کیس کے ایک اور تحفیہ خانے سے ایک باریک بخار کا چھوٹا سا بخار اور ایک چھوٹی سی شیشی باہر نکالی۔ بخار لے کر وہ یہ بھی فیاض کے پاس پہنچی اور اس نے فیاض کی آستین کھول کر اسٹ دئی۔ اور پھر اس نے کلائی کی پشت پر اس بخار سے گہری خراش لگائی۔ اور ڈبیا میں پکڑے ہوئے مین کو اس خراش کے اندر رکھ کر دبا دیا۔ چھوٹا سا مین گوشت کے اندر اترتا چلا گیا۔ مین اندر ڈال کر سوزی نے شیشی کا ڈھکن کھول کر اس میں موجود سیال کے چند قطرے اس خراش پر پٹکائے اور انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے اس سیال کو تیزی سے خراش پر ملانا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ تک اس کا انگوٹھا تیزی سے حرکت کرتا رہا۔ پھر جب اس نے انگوٹھا ہٹایا تو اب دواں خراش کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں کبھی خراش آئی ہی نہ ہو۔ سوزی نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے ڈبیا کو المارمی کے ایک خانے میں رکھا اور لباس بدل کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اُسے معلوم تھا کہ فیاض صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتا۔ اور نائن ایون کے متعلق تو اسے زندگی بھر علم نہیں ہو سکتا۔ جب کہ اس ڈبیا کی مدد سے وہ جب چاہے نائن ایون کو برسٹ کر سکتی تھی۔ اور جب چاہے مخصوص سکریں پر وہ فیاض کی نہ صرف نقل و حرکت چیک کر سکتی تھی بلکہ اس کی آواز بھی سن سکتی تھی۔ اور چونکہ اُسے معلوم تھا کہ فیاض اور اس کے ساتھیوں نے کل شام چھ بجے جانے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ اس لئے وہ بڑے مطمئن انداز میں سو گئی۔ اس نے بستر

کہ یہ کتنی خوف ناک تنظیم ہے۔ اس لئے میں نے ہی فیصلہ کیا ہے کہ اسے پاکشیا آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ کم از کم ہمارے ملک کی قیمتی ملک تو اس کے باقیوں پر جانیں گی۔ وگرنہ کم از کم آدھے سے زیادہ ملک کی تباہی تو ایک لازمی امر ہے۔ — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بالکل درست فیصلہ ہے جناب۔ مگر دہشت گرد اس وقت کہاں ہے؟ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔
”وہ ویسٹ مارف میں مصروف ہے۔ — عمران نے جواب دیا۔

”اوہ — ٹھیک ہے۔ پھر اس بار مجھے اجازت دیجئے۔ میں خود اس کے مقابلے میں جانا چاہتا ہوں۔ — بلیک زیرو نے بڑے تلخی لہجے میں کہا۔

”چلو ٹھیک ہے تم بولیا کو اپنی جگہ چھوڑ کر باقی ٹیم کو لے کر پہلے جاؤ۔ تمہیں بھی یہاں بیٹھے بیٹھے رنگ لگنا چاہیے۔ — عمران نے بڑے فیاضانہ انداز میں جواب دیا۔ اور بلیک زیرو خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ مسرت سے جھمکنے لگا تھا۔

”بہت بہت شکریہ عمران صاحب۔ — میں انشائندہ دہشت گرد کو کی تمام دہشت جھگڑا کر ہی واپس آؤں گا۔ — بلیک زیرو نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”میں نے سر سلطان سے کہہ دیا ہے۔ پیشل ملٹری طیارہ تمہاری ٹیم کو ویسٹ مارف کی سرحد پر بھجوا دے گا۔ — آگے تم جانو

کی سائیڈ دراز کھینک کر ایک شیشی نکالی اور اس میں سے دو خواب آور گولیاں نکال کر حلق میں ڈال لیں۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس کی آنکھیں بھاری ہونے لگیں اور وہ گہری نیند میں غرق ہو گئی۔ فیاض صوفے پر اُسی طرح بے ہوش پڑا ہوا تھا۔



عمران نے کار دانش منزل کے پورچ میں روکی اور پھر تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”عمران صاحب۔ — یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو دہشت گرد کیسے یاد آگیا۔ — بلیک زیرو نے عمران کے استقبال کے لئے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”اگر تمہیں صرف بیٹھے بٹھائے پر اعتراض ہے تو میں کھڑے کھڑے یاد کو لیتا ہوں۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو بے اختیار منہس پڑا۔

”طاہر۔ — معاملہ بے حد سنگین ہے۔ دہشت گرد ہمارے ملک کا رنج کرنے والا ہے۔ اور تم نے خود اس کی فائل میں پڑھ لیا ہو گا۔

اور دہشت گرد جانے۔ میری جان عذاب سے نکلی۔ باقی تیاریاں تم مکمل کر لینا۔ بس اتنا بتا دوں کہ ویسٹ مارف میں ہوٹل میٹرو کا مالک راجہ سے تمہیں پرنس آف ڈھمپ کے حوالے سے مکمل امداد اور تعاون مل سکتا ہے؟ عمران نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بہتر ہے۔“ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور عمران واپس مڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس نے اچانک ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ٹیم سے علیحدہ رہ کر کام کرے گا۔ اس طرح وہ ٹیم کی کارکردگی بھی چیک کر سکتے۔ اور آسانی سے کام بھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے فوراً ہی بلیک زیرو کی تجویز مان لی تھی۔

والٹس منزل سے نکل لہا اب اس نے کار کا رخ واپس اپنے فلیٹ کی طرف کر لیا۔ اب وہ خود ویسٹ مارف جانے کا پروگرام طے کرنا چاہتا تھا۔ یہی سوچتا ہوا وہ کار ڈرائیو کے جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں ہوٹل شہزادہ کی پارکنگ پر پڑیں اور اُسے کیپٹن فیاض کی کار وہاں کھڑی نظر آگئی۔ اور اُسی لمحے اُس کے ذہن میں جھکا سا ہوا۔ اور اُسے سرخا کی بات یاد آگئی۔ کہ وہ سوپر فیاض کی قیادت میں دہشت گرد کے خلاف ٹیم ویسٹ مارف بھیج رہے ہیں۔ فوراً ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ جانے کی بجائے سوپر فیاض کو استعمال کرے گا۔ چنانچہ اس نے کار ہوٹل شہزادہ کے کیا وہ ٹیل میں موڑ دی۔ سوپر فیاض کی کار کے قریب جا کر اس نے کار روکی اور پھر اتر کر سیدھا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ سوپر فیاض کے ساتھ گپ شپ کر کے اس کے پروگرام کے متعلق معلوم کرے۔

ہال میں داخل ہو کر اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر سوپر فیاض اُسے کہیں نظر نہ آیا۔ تو وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”فرمائیے۔“ کاؤنٹر میں نے بڑے مودبانہ انداز میں پوچھا۔ وہ عمران سے اچھی طرح واقف تھا۔

”سپرٹنڈنٹ فیاض کہاں ہے؟“ عمران نے بڑے رازدارانہ جہجھے میں پوچھا۔

”وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں ہیں عمران صاحب۔“ مگر جتنے کہ آپ وہاں نہ جاتیں۔ ان کے رنگ میں جھنگ پڑ جائے گی۔“ کاؤنٹر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ تو یہ بات ہے۔ مگر میرے پاس اس وقت جھنگ نہیں ہے۔ اور کون ہے اس کے ساتھ؟“ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کوئی غیر ملکی لڑکی ہے۔ سوزی۔“ میرا خیال ہے ویسٹ مارف سے آئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور غیر ملکی بھی تھا جو شام کو چلا گیا ہے۔“ کاؤنٹر میں نے کہا۔

”ویسٹ مارف سے۔“ مگر فیاض نے کیسے پھنسانی؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”یہ تو آپ فیاض صاحب سے ہی پوچھیے۔ میں کیا بتا سکتا ہوں؟“ کاؤنٹر میں نے جھپٹتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے فیاض کی پرواز خاصی ملند ہو گئی ہے؟“ عمران نے کہا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مگر چند قدم چلنے کے بعد وہ تیزی

سے واپس مڑا۔

”سنو — میرے جانے کے بعد اُسے فون کر کے میرے آنے کی اطلاع دینے کی حاجت مت کرنا: — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”اُمے نہیں عمران صاحب — میں بھلا ایسا کمرہ کتنا ہوں۔“
کاؤنٹرین نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران مطمئن ہو کر واپس لفٹ کی طرف مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ کے سامنے موجود تھا۔ رہا رہی تقریباً سنان بڑی ہفتی۔ اس نے جھک کر کی بول سے آنکھ لگائی۔ تو اُسے سامنے صوفے پہ فیاض بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ جب کہ ایک خوب صورت غیر ملکی لڑکی جھک کر اس کے گلاس میں شراب انڈیل رہی تھی۔

اُسی لمحے اُسے لفٹ کے رکنے کی آواز سنائی دی اور عمران سیدھا ہو گیا۔ ویٹ مارف اور غیر ملکی لڑکی کی وجہ سے وہ چونک گیا تھا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ معاذ کچھ گڑ بڑ ہے۔ کیونکہ اُسے شعور تھا کہ غیر ملکی لڑکیاں اتنی آسانی سے فیاض جیسے آدمیوں کے ہتھے نہیں چڑھ سکتیں جب تک انہیں کوئی مخصوص لالچ نہ ہو۔

یہی سوچ کر وہ کمرہ نمبر نو کی طرف بڑھا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ دروازے کے لاک میں چابی موجود تھی اور اس کے ساتھ نمبر کارڈ لٹک رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ کمرہ خالی ہو چکا ہے۔ اس نے اطمینان سے چابی گھمائی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر سے دروازہ بند کر کے وہ سیدھا اُس درمیانی روشندان کی طرف بڑھا جو دونوں کمروں کی درمیانی دیوار میں بنایا گیا تھا۔ روشندان خاصی اونچائی پر چھت کے بالکل قریب تھا۔ اس لئے وہاں تک پہنچنا بھی ایک ٹیڑھا مسئلہ تھا۔ مگر عمران ایسے ٹیڑھے مسکن کو محل کرنے کا ماہر تھا۔ اس لئے اس نے بڑی پھرتی سے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اتار دیا اور اس کو پھاڑ کر پیٹوں کی صورت میں تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جلد ہی پورا پردہ لمبی لمبی پیٹوں کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس نے تیزی سے ان پیٹوں کو آپس میں گانٹھیں دے کر جوڑا۔ اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پلاسٹک کی ایک چھوٹی مگ پتلی سی پٹی نکالی۔ اور اُسے درمیان سے بالکل عینہ دے کر کے ان دونوں کا ایک ایک سہرا اس طویل رسی کے دونوں سروں پر بچا دیا۔ اس پلاسٹک کی پٹی پر ایک باریک کاغذ کی تہ لگی ہوئی تھی اس نے پہنکی سے وہ کاغذ اتار دیا تھا۔ اور جب پردے کی پٹی کا سہرا اس پلاسٹک کی تہ کے سرے سے جوڑا تو وہ یوں اس سے چپک گئی کہ جھٹکے مارنے کے باوجود نہ اکھڑی۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے وہ پلاسٹک پٹی کو روشندان کی طرف اچھال دیا۔ اور پلاسٹک کی پٹی روشندان کے قریب دیوار کے ساتھ لٹک کر چپک گئی۔ عمران نے پوری قوت سے رسی کو جھٹکا دیا مگر اس پلاسٹک کی پٹی پر بچانے کو نہ سامدہ لگا ہوا تھا کہ انتہائی قوت سے جھٹکا دینے کے باوجود وہ دیوار سے یوں چپکی رہی جیسے دیوار کا ایک حصہ ہو۔ دوسری پٹی کو بھی اس نے اس طرح روشندان کے دوسری طرف چپکا دیا اور پھر رسی کے دونوں سروں کو پکڑ کر وہ تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کا انداز

ایسا تھا جیسے لوگ کھجوریں اُمارنے کے لئے کھجور کے درخت پر چڑھتے ہیں جب وہ روشندان کے بالکل قریب پہنچ گیا تو اس نے دونوں رسیوں کو اپنے گولہوں کے گرد لپیٹ کر مضبوط سی کانٹھ دے دی۔ اب وہ بڑے اطمینان سے دیوار سے پیرے کانٹے ان رسیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور چونکہ اس کا سر روشندان سے اوپر پھٹ کے بالکل قریب تھا اس لئے وہ بڑی آسانی سے دوسرے کمرے میں جھانک سکتا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر روشندان کے درمیانی تختے کو ذرا سا کھولا اور دوسری طرف جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ فیاض سوئے پر بیہوشی کے عالم میں پڑا ہوا تھا جب کہ وہ غیر ملکی لڑکی ایک میز کے سامنے کرسی پر بیٹھی ہوئی میز پر رکھے مہینو سی پھولوں کے گلدان کو کھور رہی تھی۔

عمران ایک لمحے کے لئے تو پھولوں کو نہ سمجھ سکا۔ مگر دوسرے لمحے وہ بڑی طرح چونک پڑا جب اس نے گلدان میں سے ایک کرخت سی آواز نکلنے سنی۔

”ہیلو — ڈی۔ جی سپیکنگ ادور!“ — کرخت آواز میں کہا گیا۔

”چیف باس — میں غیر جنڈرٹون سوزی بول رہی ہوں پاکستانی سے.....“ — غیر ملکی لڑکی نے تفصیل بتانی شروع کر دی۔ اور جب عمران نے ساری گفتگو سنی تو قدرت کے اس اتفاق پر دنگ رہ گیا۔ کہ وہ کس طرح اچانک دہشت گرد کے ایک رکن سے ٹکرا گیا ہے۔ وہ بڑی خاموشی سے روشندان کے قریب بیٹھا ان دونوں کے درمیان ہونے والی باتیں سنتا رہا۔

اور پھر گفتگو کے خاتمے پر اس نے سوزی کو فیاض کی کلائی میں ناس ایون ٹنٹ کرتے اور اس کا ٹرانسمیٹر رکھتے دیکھا۔ جب سوزی ان سب کاموں سے فارغ ہو گئی اور اس نے لباس بدل کر خواب آور گولیاں کھالیں تو عمران بڑے اطمینان سے نیچے اترا آیا۔ اس نے کچھ کانٹھ کھول دی تھی۔ اس لئے اب رسیوں کے دونوں سرے اس کے ہاتھوں میں تھے۔ اس نے رسی کے ایک سرے کو چھت کی طرف اچھال کر مضبوطی سے انہیں جھکا دیا تو پلاسٹک کی پٹی دیوار سے علیحدہ ہو کر نیچے فرش پر آگری۔ اس طرح اس نے دوسری پٹی بھی کھولی اور پھر انہیں رسیوں سے علیحدہ کر کے وہ رسیوں اور ان دونوں پٹیوں کو اٹھائے غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے جیب سے لائٹ نکال کر پلاسٹک کی دونوں پٹیوں کو شعلہ دکھایا تو وہ دونوں دھوا دھوا جلتے لگ گئیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ... اگر میں تبدیل ہو گئیں۔ پھر عمران نے پٹیوں کا بھی یہی حشر کیا اور ان سب کی راکھ واش بین میں بہا دی۔ اس نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ کاؤنٹر میں نے اُسے سوزی کے کسی ساتھی کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اس کا ساتھی کہیں تفتیش نہ کرے۔ اور اس طرح پٹیوں کو دیکھ کر وہ سب کچھ سمجھ جائے گا۔ وہ سوزی کو اغوا کر کے لے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔

اس طرف سے فارغ ہو کر عمران تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اور اس نے چابی ویسے ہی باہر اٹکا دی اس وقت رابڈرانی بالکل سنسان پڑی تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے سوزی کے کمرے کے دروازے پر رکا۔ اس نے جیب سے ایک ماسٹر کی نکالی اور اُسے

تالے کے سوراخ میں ڈال کر دائیں بائیں گھماتے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک ہلکی سی کھٹک کی آواز سنائی دی اور عمران نے ماسٹر کی کھینچ کر واپس جیب میں ڈال لی اور پھر دروازے کو دھکیل کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس نے چونکہ سوزی کو خواب آور گولیاں کھاتے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے اُسے اطمینان تھا کہ سوزی کسی گھنٹوں تک گہری نیند میں غرق رہے گی۔ اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر بٹن دبا کر روشنی کر دی۔ سچویش بالکل ویسی ہی تھی۔ جیسی اس نے روشندان سے دیکھی تھی۔ سوزی لیٹر پر گہری نیند سوئی ہوئی تھی جب کہ کیپٹن فیاض نے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

عمران نے سب سے پہلے الماری کے خزانے سے نائٹ الیون کا چاقو کی ڈبیا متناسرٹا سمیٹا اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر اس نے پھرتی سے کمرے کی تلاشی یعنی شروع کر دی۔ جلد ہی اس نے اٹھی کیس کے خفیہ خانوں سے کافی کام کی چیزیں برآمد کر لیں۔ ان میں ایک چھوٹی سی ڈائری تھی۔ عمران نے ڈائری کھول کر اس کے مختلف صفحات پر سرسری سی نظر ڈالی اور پھر سکرا کر ڈائری جیب میں ڈال لی۔ باقی چیزیں بھی اس کی جیبوں میں منتقل ہو گئیں۔ اس نے میز پر پڑا ہوا وہ گلدان بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر عمران نے میز پر پڑا ہوا ہوٹل کا پیڈ اٹھایا اور اس کے ساتھ خشک پنسل سے کاغذ پر فیاض کے نام ایک پیغام لکھا۔

”باقی باقی ڈیر فیاض — میں ایک ضروری کام سے جا رہی

ہں۔ امید ہے تمہارا مشن کامیاب رہے گا۔ سوزی“

پیغام لکھ کر اس نے پیڈ میز پر رکھا اور پھر جھک کر سوئی ہوئی سوزی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راہداری پر ستور سنان پڑی تھی۔ عمران سوزی کو اٹھائے لفٹ کی طرف بڑھنے کی بجائے راہداری کی مشرقی سمت کی طرف چلنے لگا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہر راہداری کے آخر میں فائر بریگیڈ والوں کے لئے ایک بچاؤ میٹر بھی موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ جلد ہی وہ ایک چھوٹا سا دروازہ کھول کر اس میٹر پر پہنچ گیا۔ میٹر پر ایک عقیقی گلی میں پہنچی تھی۔ اس لئے عمران سوزی کو اٹھائے آسانی سے اس گلی میں پہنچ گیا۔ چلی میں پہنچ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا مین روڈ پر پہنچا۔ مین روڈ پر پہنچنے سے قبل ہی اس نے سوزی کو اندھیری گلی میں دیوار کی جگہ کے ساتھ لٹا دیا۔ اندھیرے میں سوزی نظر نہ آ رہی تھی۔ جب تک کوئی غور سے نہ دیکھے۔ پھر وہ تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھا۔ اور مین روڈ سے دو تانبے ہوا وہ جلد ہی ہوٹل کے سامنے کے رخ پہنچ گیا۔ ہوٹل کے کپاؤنڈ میں داخل ہو کر وہ سیدھا اپنی کار کی طرف بڑھا جو سو پر فیاض کی کار کے قریب کھڑی تھی۔

اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار کپاؤنڈ سے نکل کر ہوٹل کے عقب میں موجود اس گلی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے کار عقبی گلی کے سرے پر پہنچ کر روک دی۔ اور پھر اتر کر گلی کی طرف بڑھا چلا گیا۔ سوزی ابھی تک دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اُسے جھک کر اٹھایا۔ اور پھر اُسے کاندھے پر لٹا کر تیز تیز قدم اٹھاتا کار کے قریب پہنچ گیا۔ کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اس نے سوزی کو پچھلی نشستوں

کے درمیان میں لٹا دیا اور پھر دروازہ بند کر کے پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتار سے والٹن سڑک کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔



ولیسٹ ہارون کے دار الحکومت میں ایک سولہ منزلہ عمارت کی آخری منزل پر ایک چھوٹے سے کمرے میں نوجوان بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ کمرے کے درمیان میں ایک میز پر ایک بہت بڑا ٹرانسمیٹر بٹھا ہوا تھا جس کے اوپر چھوٹی ٹی وی سکرین بھی فٹ تھی۔ نوجوان خاصا نفیس شخص تھا اور طاقت ور جسم کا مالک تھا۔ اس کے جسم پر خوبصورت تراسش کا سوٹ تھا۔ مگر اس کا چہرہ کسی بلڈاگ کی طرح پھولا ہوا اور خاصا بے رحم قسم کا دکھائی دے رہا تھا۔ نوجوان کی بڑی بڑی آنکھوں میں بے پناہ سرخمی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی انسان کی بجائے بیڑیئے کی آنکھیں ہوں۔

وہ بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ ٹرانسمیٹر سے ہلکی ہلکی زون زون کی آوازیں نکلتی

میں۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر تیز سی ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا اور دوسرے لمحے سکرین روشن ہو گئی۔ اور اس پر ایک شخص کی تصویر ابھر گئی۔ اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کا نقاب چڑھا ہوا تھا۔

”ڈی جی سیکنگ اور“۔ نقاب پوش کی آواز ٹرانسمیٹر سے بھرا ہوئی۔ لہجہ انتہائی کرخت تھا۔

”یس باس۔ نمبر ٹو سیکنگ اور“۔ بلڈاگ کی شکل والے نوجوان نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا رپورٹ ہے اور“۔ نقاب پوش نے پوچھا۔

”باس حالات بگڑ گئے ہیں۔ پرائم نمبر نامعلوم مقام پر رپورٹ ہو گئے ہیں۔ مین مین کے جزیے پر مسلح فوج کے دستے پہرہ دے رہے ہیں۔ ناچکا لیبارٹری کا چیف اصل فارمولے کو اسی جزیے میں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور“۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے ہمارا مشن فی الحال ناکام ہو گیا اور“۔ نقاب پوش کا لہجہ بے حد کرخت ہو گیا۔

”یس باس۔ معلوم تو ایسا ہی ہو رہا ہے بہر حال ہمارے آدمی مین مین پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ پرائم نمبر بھی وہیں ہیں اور“۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”نمبر ٹو۔ ہم نے اپنے مشن کے لئے ویسٹ ٹاؤن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ سینکڑوں عمارتیں اڑا دیں۔ ہزاروں آدمی روڈ اٹے گئے۔ پورے ملک میں آگ و خون کی ہولی کھیل گئی مگر فائدہ کچھ نہ ہوا۔ ہمارے مطلب کا آدمی پرائم نمبر بھی نہیں نکلا اور نہ ہی

فارمولہ لکھ آیا اور ”

لقاب پوش کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔

”حالات اچانک ہی بدل گئے باس۔۔۔ در نہ ہم کامیابی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جس پارٹی کی خاطر ہم نے یہ کام کیا اس کا لیڈر ہی بزدل نکلا۔ اس نے ملک کی یہ حالت دیکھ کر خود کشی کر لی۔ اور اب اس پارٹی میں ایسا کوئی آدمی نہیں جو اقتدار پر قبضہ کر سکے اور۔۔۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد یہاں کا مشن مکمل کر کے پاکیشیا جاؤں مگر معلوم ہوتا ہے ابھی یہاں کچھ دن لگیں گے۔ ادھر پاکیشیا حکومت کو ہمارے وٹاں آنے کی اطلاع مل گئی ہے۔ اور وٹاں کی ایک ٹیم ہماری سرکوبی کے لئے یہاں آ رہی ہے اور۔۔۔“

”مگر باس۔۔۔ حکومت پاکیشیا کو اس کی اطلاع کیسے مل گئی۔ اور وہ ٹیم یہاں پہنچ کر کیا کرے گی اور۔۔۔“ نمبر ٹو نے حیرت بھرے انداز میں جواب دیا۔

”کسی طرح مل گئی۔ جوگی اطلاع۔۔۔ بہر حال میں نے اس ٹیم کا بندوبست کر لیا ہے۔ کل تک اس کے خاتمے کی اطلاع مل جائے گی مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔ پاکیشیا ایک پس ماندہ ملک ہے۔ وہ ہمارے خلاف جھلک کر سکتا ہے صرف اس ملک کی تباہی حینہ دونوں کے لئے مزید ٹل گئی ہے اور۔۔۔“

لقاب پوش نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”اب باس موجودہ حالات میں آپ کا کیا حکم ہے اور۔۔۔“ نمبر ٹو نے مطمئن لہجے میں پوچھا۔

”سیکڈ پارٹی کے نئے لیڈر سے ملو۔ اور اسے تنظیم کا حوالہ دے کر پوچھو کہ کیا وہ واقعی اقتدار پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے یا نہیں۔ اگر وہ ان میں جواب دے تو پھر نئے سرے سے کھیل شروع کر دو۔ ورنہ اگر وہ انکار کرے تو اپنی پوری توجہ اس فارمولے کی طرف لگا دو فارمولہ حاصل ہوتے ہی ہم یہاں سے نکل جائیں گے اور۔۔۔“

جیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”اور۔۔۔“ باس۔۔۔ میں کل آپ کو پارٹی لیڈر کے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا اور۔۔۔“ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔“ لقاب پوش نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

نمبر ٹو نے ٹرانسمیٹر کا مٹن آف کر کے تیزی سے ایک اور فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور پھر مٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکرین ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ اس بار سکرین پر ایک خوب صورت سی لڑکی کی تصویر نظر آ رہی تھی۔

”نمبر ٹو سپیکنگ اور۔۔۔“ لوزوان نے گرت لہجے میں کہا۔

”ایس باس۔۔۔ نمبر تھرٹی فرام دس اینڈ اور۔۔۔“

لڑکی کی آواز سنائی دی۔

”نمبر تھرٹی مین صحن کی کیا پوزیشن ہے اور۔۔۔“ نمبر ٹو

نے پوچھا۔

”باس۔ میں جٹن پر انتہائی سخت بہرہ ہے۔ حالات بے حد نازک ہیں۔ اس کے باوجود ٹیم بی سسل کوشش کر رہی ہے اور۔ نمبر بھرتی ٹی نے جواب دیا۔

”کوشش جاری رکھو مجھے ہر قیمت پر کامیابی کی خبر چاہیے اور۔ نمبر ٹی نے انتہائی سخت ہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ ایسا ہی ہوگا اور۔“ نمبر بھرتی نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ اور اینڈ آل۔“ نمبر ٹی نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اُس میز کی ایک خفیہ دراز میں منتقل کر دیا اور پھر تیزی سے ملحقہ ڈیسک روم میں گھٹ چلا گیا۔ وہ جلد از جلد پارٹی لیڈر سے بات کرنا چاہتا تھا۔

سویر فیا ضو کی آنکھ کھلی تو پہلے چند لمحے تو وہ آنکھیں کھولے بے حس و حرکت صوفے پر پڑا رہا۔ پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ جیسے یاد کر رہا ہو کہ وہ کہاں آگیا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اُسے گذشتہ رات کی تمام باتیں یاد آ گئیں۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سوزی کمرے سے غائب تھی۔ سویر فیا ضو کا چہرہ ندامت اور جھلا جھٹ سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ اُسے یاد آگیا تھا کہ وہ سوزی کے پاس رات گزارنے کے لئے آیا تھا۔ مگر شراب پیتے پیتے بخانے کیا ہوا کہ رات صوفے پر بھی پڑے پڑے گزر گئی۔

اسی لمحے اس کی نظریں بستر کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے ہوئے پیڈ پر پڑی اور پھر سوزی کا پیغام پڑھ کر اس کی جھلا جھٹ کچھ اور بڑھ گئی۔ وہ تیزی سے غسل خانے میں گھس گیا۔ جی بھر کے ٹھنڈے پانی سے نہانے کے بعد جب وہ دوبارہ کمرے پہن کر باہر آیا تو اب اس

کا مزاج تھا، کھنڈا پڑ گیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا سراپا چیک کرنے کے بعد۔ وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دروازہ کھول کر سیرھا لٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فقوڑمی دیر بعد اس کی کار ہوٹل کے گیاؤنڈ سے نکلی اور اس کے رخ اس کی اپنی کوٹھی کی طرف تھا کہ اچانک اسے خیال آگیا کہ ابھی اس نے عمران کو بھی ساتھ چلنے کے لئے رضامند کرنا ہے۔ اور شام چھ بجے جانے کا پروگرام ہے۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے عمران کے فلیٹ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ عمران کو رضامند کرنے کے لئے اسے سب سے پہلے پڑیں گے۔

عمران کے فلیٹ پر پہنچ کر اس نے کار سیریسوں کے قریب ر دوکی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا سیریسوں پر چڑھتا چلا گیا۔ اُسے کال میل بجانے کی تکلیف ہی نہ کرنی پڑی۔ کیونکہ دروازہ چوٹ کھٹا ہوا تھا۔ اور سامنے ڈرائنگ روم کے صوفے پر عمران اکڑوں بیٹھا کسی گھری سوچ میں غرق معلوم ہو رہا تھا۔ فیاض کھنکارتا ہوا اندر داخل ہوا۔ تو عمران نے چونک کر سر اٹھایا۔ اور اس کی نظریں سو پر فیاض پر یوں جم گئیں جیسے وہ اُسے پہچاننے کی شدید کوشش کر رہا ہو۔

”ہیلو عمران صاحب — کیا حال ہیں؟ — فیاض نے بڑے میٹھے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”وعلیکم سلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فرمائیے۔ آپ نے کن سے ملنا ہے؟ —“ عمران نے خالص عربی لہجے میں کہا۔ البتہ

س کے انداز میں بالکل اجنبیت تھی۔

”ملوں گا بعد میں —“ فی الحال ناشتہ کرو۔“ — فیاض نے ڈیوٹیٹ بن کر بیٹھنے ہوئے کہا۔

”معاف کیجئے — یہ ہوٹل نہیں ہے۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے؟ —“ عمران کا لہجہ دستوراً اجنبی تھا۔

”ہوٹل کے نیچے ٹھیک ہو جاؤ۔ ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا۔“ — فیاض پر تھلاہٹ سوار ہونے لگی۔

”ہوٹل کے نیچے۔ کمال ہے۔ یہ کوئی نئی دریافت ہے۔ آج تک مر غنی نے نیچے۔ بلخوں کے نیچے۔ چڑیا کے نیچے۔ انسانوں کے نیچے تو سنتے آیا تھا۔ سچ معلوم ہوا کہ ہوٹل بھی نیچے جلتے ہیں؟ —“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے سو۔ خواہ مخواہ اچھے بھلے موڈ کو چوٹ کر دیتے ہو۔ سو میں آج شام ویسٹ مارف جاؤں۔“ — عمران کی غرض یہ — کیا خیال ہے چلو گے؟ — — فیاض نے اصل موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

”ویسٹ مارف — یہیں مجھے کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی۔ میں تو ج پر جانے کا پروگرام بنائے بیٹھا ہوں۔ اگر وہاں جانا چاہتے ہو تو بسم اللہ —“ عمران نے جواب دیا۔

”واپسی پر چ بھی کرتے آئیں گے؟ —“ فیاض نے فیاضی کا انداز کیا۔

”مگر حج پر تو صرف وہی شہس جاسکتا ہے۔ جو کسی کو دھوکہ نہ دے۔“

تم کیسے جاسکتے ہو؟ — عمران نے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے جواب دیا۔
 ”میں نے کسے دھوکا دیا ہے؟ — فیاض نے غصیلے بولے۔

۶۷
 میں تو ایک بات جانتا ہوں۔ جو شخص اپنی بیوی کے مقابلے میں کھڑا
 نہیں ہو سکتا وہ بھلا کسی اور سے مقابلہ کیا کرے گا۔ یہ بازو میرے
 زمانے ہوئے ہیں۔ — عمران نے کان پر یوں ماکھ مارا جیسے
 سچی اڑا رہا ہو۔

”میں نے کل رات تہار ہی کا رہنما شہر زاد کی پارکنگ میں کھڑی
 دیکھی تھی۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ساری رات وہیں کھڑی رہی
 بولو کیا اس طرح تم اپنی بیوی کو دھوکا نہیں دیتے؟ — عمران
 اپنے ساتھ لے جاؤں گا کچھ برقیہ پر — فیاض نے اب رعب
 سے کام لینا چاہا۔

”ارے وہ تو ایسی کوئی بات نہیں — بس تفریح کے لئے گیا تھا۔“
 ”ہاں — اب ہوئی بات۔ بولو کیا آفر دیتے ہو؟ — عمران
 کرینڈا لگتی؟ — فیاض نے بوکھلے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔
 ”اور اگر تمہیں ویسٹ ٹاف میں بنیڈا لگتی تو پھر جج کا کیلے بنے گا۔“
 ”کس بات کی آفر؟ — فیاض نے حیرت سے چونکتے ہوئے
 پوچھا۔

عمران نے جواب دیا۔
 ”سنو عمران — میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ آج شام میں ایک ٹیم
 لے کر غصیلے طور پر ویسٹ ٹاف جا رہا ہوں۔ ایک بین الاقوامی تنظیم
 کے مقابلہ کرنے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ میرے مشن کا
 اور وہ بھی پیشگی۔ بولو سودا منظور ہے؟ — عمران نے یوں
 کی کامیابی یقینی ہو جائے؟ — فیاض نے بڑے عاجزانہ لہجے میں۔
 ”ت کی جیسے وہ بڑی سنجیدگی سے کاروبار کر رہا ہو۔
 اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔
 ”ایک لاکھ روپے — کیا کہہ رہے ہو؟ — فیاض یوں اچھلا
 ”تم — اور بین الاقوامی تنظیم سے مقابلہ۔ اب تمہیں بھی مذاق میرے
 اس کے پیروں میں اچانک سپرنگ نکل آئے ہو۔

کرنے کا سلیقہ آگیا ہے؟ — عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاٹتے
 ”کم میں تو زیادہ دے دینا۔ — عمران نے بڑی بے نیازی
 سے جواب دیا۔

”کیوں — کیا میں کسی تنظیم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آخر تم مجھے
 ”کیا تمہارا دماغ درست ہے میں بھلا ایک لاکھ کہاں سے لاؤں گا؟
 بری تنخواہ صرف دو ہزار ہے اور پھر گھر کے خرچے؟ — فیاض
 کیا سمجھتے ہو؟ — فیاض کو غصہ آگیا۔

یوں کر کسی پر ڈھیر ہو گیا۔ جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔

”چلو میں بتا دیتا ہوں کہ تم ایک لاکھ کہاں سے لاؤ گے۔ اے۔ جی۔ اب کو خود دیکھا کرو واپس آیا ہو۔“
 بنک کی بین برائچ میں رشید کے نام سے تمہارے پانچ لاکھ روپے جو
 میں۔ قومی بنک کی فوارہ برائچ میں جاوید کے نام سے دو لاکھ۔ جامو کا حد نہیں مگر..... فیاض نے دونوں لاکھ ایک دوسرے
 بنک کی بین برائچ میں اختر کے نام سے دس لاکھ روپے۔ اور..... سے برقی طرح دگڑتے ہوئے کہا۔

عمران نے انگلیوں پر تفصیل گنا فی شروع کر دی۔ اور سو پر فیاض کی آنکھ۔ ”مزید تفصیل بتاؤں یا ان میں سے ایک لاکھ کا بند و بست ہو جائے
 حیرت اور خوف سے بھٹی جلی گئیں۔

”کب۔ کیا مطلب۔ تمہیں یہ سب تفصیل کیسے معلوم ہوئی۔“ ٹھیک ہے۔ میں دوں گا۔ ظاہر ہے اب میں انکار کیسے کر سکتا
 فیاض کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا۔ دوسرا اجاڑا تھا۔ لہجہ بات کرنے والے۔ فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔
 ”زندہ باد سو پر فیاض۔ واقعی تم جیسا ایماندار اور نیک آدمی
 ہوئے لڑکھ لگایا تھا۔

”ارے۔ ابھی تو لمبی تفصیل ہے۔ تم ابھی سے گھبرا گئے۔“ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اب یقیناً میرا حج قبول ہو جائے گا۔“
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض کچھ

اور فیاض اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھا اور دوسرے لمحے اس نے جواب دیتا۔ عمران نے زور سے لانا لگائی۔
 جھک کر عمران کے سر پر کڑھائی۔

”عمران۔ خدا کے واسطے کسی کو نہ بتانا۔ ورنہ مہم۔ میں۔“ فرمائیے۔ دوسرے ہی لمحے سلیمان نے دروازے سے جھانکتے
 جاؤں گا۔ فیاض کا لہجہ رو دینے والا تھا۔

”ارے ارے یہ تو جھوٹو۔ پہلے لاکھ دھوؤ کچھ میرے پیروں۔“ بھائی اللہ کا فضل ہو گیا ہے۔ اب سادے قرضے صاف ہو جائیں گے۔
 لاکھ لگانا۔ جلد سے کر دو گے۔“ عمران نے اپنے بھائی سے
 ہوئے کہا۔

اور فیاض اٹھ کر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجب
 سی کیفیت طاری تھی ایسی کیفیت جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جی صاف نہیں ہوں گے۔“ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا

کے حوالے کر دیا۔ اُسی لمحے سلیمان چائے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

”یہ لوسلیمان چیک۔ اسے وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کر دینا۔
نئی سالوں سے زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے سبب بنا ہی دیا
ہے۔“ — عمران نے چیک سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے زیادہ غریب تو آج تک روکے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا۔
سلیمان نے چیک لے کر اُسے انتہائی لاپرواہی سے جیب میں ڈالتے
ہوئے کہا۔ اور پھر تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

”تم نے مجھ سے اب تک اس تنظیم کا نام ہی نہیں پوچھا۔“ فیاض
نے چلے کے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”کیا ضرورت ہے۔“ ہوگی کوئی چندہ اکٹھا کرنے والی تنظیم۔ دو
پار روپے چندہ دے کر واپس آجائیں گے۔ اللہ اللہ خیر سار۔“
عمران نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

”یہ خوف ناک مجرموں کی بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد ہے۔“
فیاض نے جیسے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

”کیا کہا۔“ دہشت گرد۔ ارے باپ رے۔ تم نے
بے کیوں نہیں بتایا نہ بابا۔ میری جان فالتو نہیں۔ تم اپنے ایک لاکھ واپس
لے لو اور مجھے بخش دو۔

”سلیمان۔ ارے سلیمان۔“ عمران نے چختے ہوئے کہا۔

”جی صاحب۔“ سلیمان نے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

”صاحب کو چیک واپس کر دو۔ ہمیں نہیں چاہئیں یہ روپے۔“
عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

اور فیاض، جی چاکر لاکھ لاکھ کی گردن سر ڈر دے۔ جو ایک لاکھ روپے
کی رقم مفت میں وصول کرنے کے باوجود منہ بنارہا تھا۔

”چلو۔“ اونٹ کے منہ میں زبرہ جی سہی۔“ ہے تو سہی۔ تم
چائے بنا لاؤ۔ تاکہ سوپر فیاض جلدی سے چیک لکھ سکیں۔“ — عمران
نے جواب دیا۔

”چلے جناب۔“ ایسا ہی سہی۔“ ویسے میں نے بڑے بڑے
کنکوس دیکھے ہیں مگر..... ہونہر ایک لاکھ۔“ سلیمان بڑبڑاتا
ہوا واپس چلا گیا۔

”عمران۔“ تم اس گدھے کو سمجھا لو۔ یہ میرے منہ نہ آیا کمرے۔“
فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیوں اپنی جان جلاتے ہو۔ سلیمان نے سن لیا۔ ہم دونوں کو کان سے
پکڑ کر باہر نکال دے گا اب چیک لکھو تاکہ سلیمان کو بھی تسلی ہو۔“
عمران نے اُسے بچکارہتے ہوئے کہا۔

”پھر وعدہ کہ تم میرے ساتھ ولسیٹ مارف جاؤ گے۔“ فیاض
نے پوچھا۔

اُسے خطرہ تھا کہ ایک لاکھ روپے وصول کرنے کے بعد کہیں عمران
جانے سے ہی مذاکارہ کر دے۔

”ارے۔“ ایک لاکھ کے لئے تو میں جہنم میں چلنے کو تیار ہوں۔
وٹاں کے داروغے کو دس ہزار دے کر کوئی ایئر کنڈیشنڈ کمرہ لاٹ

کرا لوں گا۔“ عمران نے کہا اور فیاض نے خاموشی سے کوٹ کی
اندرونی جیب سے چیک بک نکالی اور ایک لاکھ چیک لکھ کر عمران

تو شاید ویڈیو کا دل تم سے بھر گیا ہے۔ اسی لئے انہوں نے تمہیں خودکشی کرنے کے لئے پوروں گرام بنایا ہے۔ ” عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

” آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟ ” فیاض نے بڑا سامنے بٹلتے ہوئے پوچھا۔

مارے گئے۔۔۔ اچھا اب تو مجبور ہی ہے۔۔۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے اپنی بے بسی پر شدید غصہ آ رہا ہو۔

”کہو تو ابھی ثبوت مہیا کر دوں۔ اس وقت تم ایک جیتے جاگتے بم ہو جس وقت روزی چاہے تمہارے پرچے اڑا سکتی ہے۔“

عمران نے کہا اور فیاض کاچہ ہل رہا تھا۔

”نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا تم کو اس کر رہے ہو۔“ فیاض نے کہا۔

”اپنی سیدھی کلائی چمکی کر دے۔“ — عمر ان نے اٹھتے ہوئے کہا۔
اور فیاض نے لاشعور سی طور پر تہیض کی آستین کا بٹن کھول کر اسے الٹ
دیا۔

عمران نے کوٹ کی حبیب سے ایک تیز دھاوا باریک نوک والی خنجر نکالا اور پھر اس نے قیاض کی کلائی میں ایک غراش لگائی اور پھر خنجر کی نوک سے ایک چھوٹا سا بٹن باہر نکال لیا۔ بٹن خون آلود تھا۔ قیاض

پوچھا۔
 ”سیرے سو پر فیاض — تنظیموں سے مقابلہ آسان نہیں اب
 تک تم نے سمگلروں اور پیشہ ور بدعاشوں سے ہی مقابلہ کیا ہے۔“

زندگی بچا بی ہے۔۔۔ فیاض نے موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

”ابھی تو ابتدائے عشق ہے، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ بہ حال اب تم جاؤ۔ تم نے بیمار ہی بھی کرنی ہے۔ میں خود ہی تمہیں واپس لارٹ میں ڈھونڈھ لوں گا۔“ عمران نے کہا۔ اور فیاض خاموشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے انتہائی سعادت مند بچہ اپنے استاد کے حکم کی تعمیل کر رہا ہو۔ ویسے اس کے چہرے پر ابھی تک کلائی سے نکلنے والے ہم کے تاثرات نمایاں تھے۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

آنکھیں پھاڑے تیرت سے اپنی کلائی میں سے برآمد ہونے والے ہٹن کو آنکھیں چاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ عمران نے رومال سے ہٹن کو صاف کیا۔ اور پھر وہی رومال فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ فیاض نے رومال کلائی پر باندھ لیا۔

”یہ دیکھو یہ انتہائی خوف ناک مگر انتہائی جدید ترین ہم ہے۔ اسے ایک مخصوص ٹرانسمیٹر سے پھاڑا جاتا ہے۔ پروگرام یہ تھا کہ جب تم اپنی ٹیم کے ساتھ جہاز میں سوار فضا میں پرواز کر رہے ہو گے تو سوزی ٹرانسیوٹر سے یہ ہم چلا دے گی۔ اور نتیجہ ظاہر ہے پوری ٹیم مع جہاز فضا میں ذرات کی طرح کبھر جائے گی۔“ عمران نے خجری نوک سے ہٹن کے ایک کونے کو مخصوص انداز میں دباتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ میں اس بوکی کو جان سے مار دوں گا۔“ فیاض کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔

”ناں۔۔۔ جیسے وہ تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے۔“ عمران نے ہٹن اپنی حسیب میں مقفل کرتے ہوئے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

”مم۔۔۔ مگر تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔“ فیاض نے پوچھا۔

”فیاض صاحب۔ ایک لاکھ روپے کمانے کے لئے بچانے کیا کیا پاپا پڑھنے پڑتے ہیں۔ تمہاری طرح نہیں کہ سمگلر کو پکڑا۔ اور پھر سودا کر کے چھوڑ دیا۔ اور کسی نئی برانچ میں نئے نام سے ایک لمبا اکاؤنٹ کھل گیا۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مم۔۔۔ میں تمہارا مشکور ہوں۔“ عمران آخر تم نے میری

جسے بلیک زید نے خاص طور پر بلوایا اس گھرے میں بھی تھا تاکہ وہ سوزی کو چمکے کہ اس سے دمہشت گرد کی ولیٹ بارت میں نقل و حرکت کے متعلق پوچھ سکے۔ عمران نے سوزی کو دانش منزل ہنجا کر بلیک زید کے حوالے کرتے ہوئے صرف اتنا کہا تھا کہ یہ لڑکی دمہشت گرد تنظیم سے متعلق ہے۔ اور اس کے بعد وہ چلا گیا تھا۔

بلیک زید و اگر چاہتا تو خود بھی سوزی سے پوچھ سکتا تھا مگر اُسے معلوم تھا کہ مجرم لڑکیاں آسانی سے مات نہیں کھاتیں اور وہ کسی لڑکی پر تشدد کرنے کا حامی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے جولیہ کو بلا کر اس کے گھرے میں بھیج دیا تھا۔

جولیہ نے اندر آ کر بڑے اطمینان سے دروازہ بند کیا اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سوزی کی طرف بڑھتی چلی آئی۔ جولیہ کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ طاری تھی۔

سوزی غور سے جولیہ کو دیکھتی رہی۔ اُسے شاید کسی غیر ملکی لڑکی کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

"ہیلو مس سوزی — تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی — جولیہ نے سوزی کے قریب آ کر بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔

"تم کون ہو اور میں کس جگہ پر ہوں؟ — سوزی نے پوچھا۔

"تم فی الحال تو دوستوں میں ہی ہو۔ مگر یہ سب کچھ تمہارے اپنے رویے پر منحصر ہے۔ — جولیہ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب — میں سمجھی نہیں۔ — سوزی نے مزید

سوزی سے کہ جب آٹھ گھنٹے تو اس نے اپنے آپ کو ہوٹل کے گھرے کی بجائے ایک سپاٹ دیواروں والے گھرے کے فرش پر پڑا ہوا پایا۔

گھر کا ایک ہی دروازہ تھا۔ جو بند تھا۔ سوزی چونک کر اٹھ بیٹھی۔ گھرے کے فرش پر ایک دبیز تالین بچھا ہوا تھا۔ اور اس کے علاوہ گھرہ قطعاً خالی تھا۔ سوزی حیرت بھرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ آخر وہ ہوٹل سے یہاں کیسے پہنچ گئی۔ اب اتنی سی بات تو اس کی سمجھ میں فوراً ہی آگئی تھی کہ خواب آور گولیاں کھانے کے بعد وہ خود بخود چل کر یہاں تک تو نہیں آسکتی ظاہر ہے کوئی اغوا کر کے یہاں لے آیا ہوگا۔ چلے آئے کہ وہیں سر پر فیاض کی طرف گیا۔ گرد و گلے اس نے اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔ فیاض کی بے ہوشی صبح سے پہلے کسی قیمت پر نہ ٹوٹ سکتی تھی۔ اور پھر جھنڈ فیاض اُسے یہاں کیوں لے آئے۔ ابھی وہ اسی ادنیٰ ذہن میں غور و فکر ہی کر رہا تھا کہ اچانک گھرے کے انکوتا دروازہ کھلا اور سوزی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازے میں ایک غیر ملکی لڑکی کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی۔ یہ جولیہ تھی۔

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”دیکھو سوزی۔۔۔ میں صاف بات کروں۔ میرا نام مادام جولیا ہے۔ میری تنظیم اس ملک میں ایک مشن پر آئی ہے۔ وہ مشن خاصا اہم اور خطرناک ہے۔ ہمیں اطلاع ملی کہ دہشت گرد اس ملک میں آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں اور پھر ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ ہمارا تعلق دہشت گرد ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں یہاں بلوایا۔ تاکہ تم سے اطمینان سے بات چیت کی جاسکے۔۔۔ جولیا نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا۔ مگر یہ ابھی کسی تنظیم سے کیا تعلق۔۔۔ میں تو قنصل کے لئے اس ملک میں آئی ہوں۔۔۔ سوزی نے جواب دیا۔

”دیکھو سوزی۔۔۔ ہم دونوں ایک ہی پیشے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے کم از کم ایک دوسرے کے سامنے ہمیں پہنچتی نہیں کرنی چاہیے۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تو صرف تمہارے ذریعے تمہارے چیف باس سے بات کر کے صرف اتنی مہلت چاہتی ہوں کہ جب تک ہم مشن مکمل نہ کر لیں وہ اس ملک میں نہ آئیں۔۔۔ جولیا نے اس کے قریب قالین پر بڑے مطمئن انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مگر تمہیں اس بات کا کیسے یقین ہے کہ باس تمہاری بات مان جائے گا۔۔۔ سوزی نے براہ راست جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آخر کو شش کر لینے میں۔۔۔ ہرج ہی کیا ہے۔ میرا مشن زیادہ سے زیادہ دس دن تک مکمل ہو جائے گا۔ اور میں بس اتنی ہی مہلت چاہتی ہوں۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

”مگر تم باس سے بات کیسے کرو گی۔ مجھے تو اس کی فرکونیسی کا علم نہیں

ہے۔۔۔ سوزی نے ایک اور داؤ کیلئے ہونے کہا۔

”اس کی تم فکر نہ کرو۔ وہ گلڈان ہمارے پاس ہے جس کے ذریعے تم باس سے گفتگو کر سکتی ہو۔۔۔ جولیا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تیزی سے کمرے کی ایک دیوار کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے دیوار کے قریب پہنچ کر اپنا ہاتھ دیوار کے ایک مخصوص حصے پر رکھا ہی تھا کہ دیوار میں ایک الماری نمودار ہو گئی۔ جولیا نے بڑے اطمینان سے الماری کے پیٹ کھولے اور پھر اس میں رکھا ہوا مصنوعی پھولوں کا گلڈان اٹھا کر اس نے دیوار برابر کی اور گلڈان لے کر واپس سوزی کی طرف آگئی جو خاموش بیٹھی جولیا کو یہ سب کام کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ جیسے وہ یہ فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ جولیا پر اعتماد کرنے یا نہیں۔ ادھر اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر چیف باس کو پتہ چل گیا کہ وہ کسی کی نظروں میں آگئی ہے۔ تو پھر شاید اُسے موت کے منہ سے کوئی نہ بچا سکے۔

”لوید گلڈان۔۔۔ اور باس کو کال کرو۔۔۔ جولیا نے گلڈان اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”مگر نہیں۔۔۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ چیف باس مجھے ہلاک کر دے گا۔ سوزی نے اچانک فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”اس بات کی ذمہ داری میری۔۔۔ اگر تمہیں کوئی فخر محسوس ہو تو تم اپنی تنظیم سے علیحدہ ہو کر میرے ساتھ شامل ہو سکتی ہو۔ میری تنظیم دہشت گرد سے کم حیثیت نہیں رکھتی۔۔۔ جولیا نے اُسے پچکارے ہوئے جواب دیا۔

سوزی چند لمبے سوچتی رہی۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے

گھدیان کے پھولوں کی طرف اپنا ماتہ بڑھایا۔ اس نے مخصوص انداز میں مختلف پھولوں کو دبایا۔ اور کیچنی تو پھولوں نے تیزی سے رنگ بدلنے شروع کر دیئے اور نہ صرف سوزی بلکہ جولیابھی چونکی ہو گئی۔

”میلو ڈی۔ جی سپیکنگ اور“ — ایک کرخت آواز گھدیان سے ابھری۔

باس نمبر نمبر ڈون سوزی سپیکنگ اور۔ — سوزی نے بڑے سوتہ بانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے کیوں کال کی ہے اور“ — چیف باس کا لہجہ کچھ نہایت سے زیادہ ہی سخت ہو گیا۔

”باس — میرے پاس اس وقت ایک تنظیم کی سربراہ مادام جولیابھی ہیں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں اور۔ — سوزی نے جولیابھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مادام جولیابھی — تنظیم کی سربراہ — کیا کہہ رہی ہو قوم اور۔“

چیف باس نے تاق کے بل چھتے ہوئے پوچھا۔

”چیف باس — آپ اس سوزی کو کوئی الزام نہیں دینے میں نے اُسے مجبور کیا ہے۔ میں جولیابھی تنظیم کی سربراہ مادام جولیابھیوں۔ اور یکیشیا میں ایک خصوصی مشن پر آئی ہوئی ہوں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ آپ کی تنظیم بھی اس ملک میں آنے والی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ ہمارے مشن کے تکمیل ہونے تک آپ یہاں نہ آئیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں اور۔ — جولیابھی نے بڑے باوقار انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اس کا لہجہ اس وقت واقعی کسی تنظیم کے سربراہ جیسا تھا۔

جولیابھی تنظیم — نہیں ایسی کوئی تنظیم دنیا میں موجود نہیں ہے۔ ہم صرف بحث کر رہی ہو۔ اور اینڈ آل — چیف باس نے انتہائی غصیلے بنے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گھدیان کے پھولوں کا رنگ تیزی سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

جولیابھی چھٹی حس نے اچانک اُسے خطرہ کا احساس دلایا تو وہ تیزی سے اٹھی اور پھر اس سے پہلے کہ سوزی کچھ سمجھتی وہ تقریباً دوڑتی ہوئی دروازے تک پہنچ گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی اچانک کمرے میں ایک کان بھاڑ دھکا ہوا اور دھکا کے ساتھ ہی سوزی کی جینج بھی شامل ہو گئی۔ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ جولیابھی اچھل کر فرش پر جا گری۔ کمرہ یوں ڈول رہا تھا جیسے شدید زلزلے کی زد میں آ گیا ہو۔ مگر چند ہی لمحوں بعد جب سورت حال بہتر ہوئی تو جولیابھی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کمرے میں ہر طرف سوزی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ خون اور ہڈیوں کا ایک مغویہ سا چاروں طرف بکھرا ہوا تھا۔ گھدیان کسی خوف ناک بیم کی طرح پھٹ گیا تھا۔ چونکہ کمرہ بیم پر دھت تھا اس لئے کمرہ نقصان سے بچ گیا۔ البتہ جولیابھی بال بال بھی تھی اگر اُسے چند لمحوں پہلے خطرے کا احساس نہ ہوتا تو یقیناً اس وقت اس کا حشر بھی سوزی سے کم نہ ہوتا۔

جولیابھی نے ایک طویل سانس لی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اس کا مقصد مل ہو چکا تھا۔ اکیڈم نے اُسے صرف اتنا حکم دیا تھا۔ کہ وہ کسی طرح سوزی کو اس گھدیان ٹائٹرائسمر کو استعمال کرنے پر مجبور کر دے۔

وہ وہ یہ کام بخوبی کر چکی تھی۔ جولیابھی کمرے سے نکل کر سیدھی میٹھا۔ روم میں پہنچی۔ اس کے چہرے

”گھر سر۔ کیا وہ ہمارے ملک میں موجود ہے؟“ — جولیانے جواب دیا کہ پوچھا۔

”نہیں۔ وہ ولایت یارف میں ہے۔ اور سنو۔ میں دہشت گرد نامہ کو بی کے لئے ممبر کی ٹیم کے کوریٹ یارف جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے تم سیکرٹ سروس اچانچ ہوگی۔ نہیں اپنے فرائض انتہائی احتیاط سے نبھانے ہوں گے۔“ — ایکسٹونے کہا۔

”گھر سر میں۔۔۔۔۔“ — جولیانے کچھ کہنا چاہا۔

”جولیا۔ میں بحث سننے کا عادی نہیں ہوں۔ فی الحال صفر، پیش کشیں، نعمانی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ تنویر، چولمان اور صدیقی یہاں رہیں گے۔ اور تم انہیں کنٹرول کرو گے۔“ — ایکسٹونے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”ب۔ بہتر جناب ٹھیک ہے۔“ — جولیانے ایکسٹونے کے انتہائی سخت لہجے پر گھبراتے ہوئے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ اب تم جاسکتی ہو۔“ — ایکسٹونے اس بارے میں ندرے نرم لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ لاؤڈ سپیکر آف ہو گیا اور جولیا اٹھ کر تیز تر قدم اٹھاتی میٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔

پر قدرے بھٹکا ہٹ کے آثار تھے کیونکہ اتنی خوف ناک موت سے بال بال بچنے کے باوجود ایکسٹونے اس کا پتہ نہ کیا تھا۔ شاید اس کے ذہن میں ہو کر دھماکے کے بعد ایکسٹونے دوڑتا ہوا دروازے پر آئے گا۔ اور جولیا کی خیریت پوچھے گا مگر نابھہ داری بالکل سناں پڑی تھی۔

پھر جیسے ہی وہ میٹنگ روم میں پہنچی۔ میٹنگ روم کا لاؤڈ سپیکر آن ہو گیا۔

”جولیا۔ تم نے اپنا رول بہت خوبی سے نبھایا ہے۔“ — ایکسٹونے کا لہجہ جب روایت سر دہی لگا۔

”شکر یہ سر۔“ گھر سر موت کے منہ سے بال بال بچی ہوں۔“ — جولیانے جواب دیا۔

”مجھے معلوم ہے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ تم لوگ اپنا ذہن استعمال کرتے ہو۔ گھد ان کے پھولوں کا اچانک سرخ ہو جانا اس بات کی واضح دلیل تھی کہ اُسے بھاڑا جا رہا ہے۔“ — ایکسٹونے اُسی لہجے میں جواب دیا۔

”گھر سر۔ اس سے کیا فائدہ ہوا؟“ اور پھر یہ دہشت گرد تنظیم کہاں سے آن ٹیپی۔“ — جولیا اپنی تعریف سننے کے بعد قدرے خوش گوار موڈ میں آگئی۔

”تمہیں فائدہ نقصان سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے ایکڑوک دہی کا ریسے معلوم کر لیا ہے کہ چیف باس کس جگہ موجود ہے۔ اب میں آسانی سے اس پر ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔“ — ایکسٹونے جواب دیا۔

ہی تھیں۔ اور فیاض کے لئے ہدایت تھی کہ وہ ویسٹ مارف کے دارالحکومت
پہنچ کر جوئل آگسٹرا میں ٹھہرے گا۔ جہاں اس کے نام سے ایک محرمہ رک
رہ گیا تھا۔ باقی ہدایات اُسے وہیں ملنی تھیں۔

"آخرت۔۔۔ نہیں کہاں ٹھہرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔" فیاض
نے اچانک اپنے قریب بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
"ساری پاس۔۔۔ سر رحمان کی خصوصی ہدایت ہے کہ ہم
پس میں معلومات کا تبادلہ نہیں کریں گے صرف حکم کی تعمیل کریں گے۔"
نوجوان نے سپاٹ بلے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض نے
یوں متنبہ کیا، جیسے اچانک اس کے حلق میں کوئین کی گولی پھنس گئی ہو۔
دیئے یہ بات اسے سمجھ آگئی تھی کہ اس پر تو ٹیم کے ایجنارے بننے کا
خواہ مخواہ الزام دھرایا ہے۔ دراصل سر رحمان تمام ٹیم کو خود کنٹرول
کریں گے۔

فیاض سوچنے لگا کہ کیا واقعی عمران ویسٹ مارف پہنچے گا۔ اسے
عمران کی فطرت سے خدشہ تھا کہ ہو سکتا ہے وہ سرے سے دہاں آئے
ہی نہ۔ اور پھر وہاں آکر آخر وہ اسے کیسے تلاش کرے گا۔ مگر اب
وقت ہی اس کے ان سوالات کا جواب دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ
خاموشی سے بیٹھا سوچتا رہا اور کہہ ہٹا رہا کہ خواہ مخواہ سر رحمان نے اپنے
سر مصیبت لے لی ہے۔ جب سے فیاض کی کلائی سے عمران نے ہم برآمد
کیا تھا۔ فیاض کی ذہنی حالت خاصی تباہ ہو گئی تھی۔ اُسے یقین آ گیا تھا۔
کہ کسی تنظیم سے مقابلہ خالہ جی کا کھیل نہیں ہے۔ اور اب اس کی تمام
امیدیں عمران پر ہی لگی ہوئی تھیں۔

ملٹری ایئر لیر (۵) سے اڑنے والا خصوصی طیارہ انتہائی
تیز رفتاری سے پرواز کرتا ہوا اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھا چلا جا رہا
تھا۔ طیارے میں سوپر فیاض کے ساتھ دس اور افراد بیٹھے ہوئے تھے۔
سر رحمان کی منتخب کردہ اس ٹیم کی منزل ویسٹ مارف تھی۔ ٹیم میں
شامل دس افراد انٹیلی جنس کے لوگ تھے۔ اور کمیشن فیاض ان سے اچھی
طرح واقف تھا۔ ویسے ان افراد کا انتخاب سر رحمان نے فوراً کیا تھا۔ اور
فیاض کو ایئر پورٹ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ٹیم میں کون کون لوگ شامل ہیں۔
طیارہ نے انہیں ویسٹ مارف کے ہمسایہ ملک میں اتار دینا
تھا۔ جہاں انہوں نے بذریعہ ریل گاڑی ویسٹ مارف میں داخل ہونا
تھا۔ ان سب کے پاس بی۔ ٹو ٹرانسمیٹر موجود تھے۔ اور سر رحمان کی
ہدایت کے مطابق ان کا رابطہ آپس میں صرف بی۔ ٹو سے قائم رہنا تھا
مشن کے لئے خصوصی کوڈ بنایا گیا تھا۔ اور رابطے کے لئے خصوصی کوڈ
ورڈ گریں سکراف رکھا گیا تھا۔ سر رحمان نے سب کو علیحدہ علیحدہ ہدایات

تقریباً چھ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ان کا طیارہ ولیٹ مارٹ کے مہیاہ ملک کے ایک خفیہ ایئر پورٹ پر اتر گیا۔ سر رحمان نے شاید تمام انتظامات پہلے ہی کر لئے تھے۔ اس لئے جیسے ہی وہ لوگ طیارے سے باہر آئے۔ چند لوگ ایک جدید ماڈل کی وگن لینے وہاں موجود تھے انہوں نے انہیں وگن میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر ان کے وگن میں سوار ہوتے ہی وگن تیزی سے مختلف سڑکوں پر دوڑنی چلی گئی چونکہ رات کا اندھیرا خاصا گہرا تھا۔ اس لئے شہر تقریباً تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور سڑکوں پر بھی ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد وگن ایک خاصے بڑے ریلوے اسٹیشن کے طویل برآمدے میں جا کر رک گئی۔

”آپ کی گاڑی آدھے گھنٹے بعد روانہ ہو جائے گی۔ آپ کو کھانسی آسانی سے مل جائیں گی۔“ وگن ڈرائیو نے کہا اور وہ سب ایک ایک کر کے وگن سے اتر آئے۔ چونکہ ہدایات کے مطابق یہاں سے انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا تھا۔ اس لئے وہ سب کچھ گئے سوپر فیاض بڑے اطمینان سے چلتا ہوا بکنگ آفس پہنچا۔ اور پھر اس نے ولیٹ مارٹ کا ٹکٹ خریدا۔ اس کی جیبوں میں مکمل کاغذات موجود تھے اس لئے اسے ٹکٹ بڑی آسانی سے مل گئی۔

گھاڑی انتہائی جدید اور خاصی آرام دہ تھی۔ اس لئے فیاض کو جس کیبن میں سیٹ ملی تھی۔ وہاں دو نوجوان لڑکیوں کی سیٹیں بھی تھیں۔ لڑکیاں خاصی چلبلی اور شوخ طبیعت کی تھیں۔ اس لئے جیسے ہی گاڑی نے سٹیشن سے حرکت کی۔ ان میں سے ایک نے سوپر فیاض کو مخاطب

کرتے ہوئے پوچھا۔

”آپ شاید ایشیا سے آئے ہیں؟“

”جی ہاں۔ میں کا فرستان کا رہنے والا ہوں۔ ایک کاروباری سلسلے میں ولیٹ مارٹ جا رہا ہوں۔“ فیاض نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کا فرستان تو سانپوں، جادو گروں اور عجوبوں کا ملک ہے۔ جب کہ آپ تو سیدھے سادھے آدمی لگ رہے ہیں۔“ لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ مشرقی کا رہنے والا ہر شخص جادوگر اور شعبہ باز ہوتا ہے تو پھر آپ کو یلوسی ہو گی۔“ فیاض نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر آپ کی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ آپ کسی جادوگر سے کم نہیں ہیں۔ یقین کیجئے میں جب آپ کو دیکھتی ہوں تو دل آپ کی طرف کھینچا شروع ہو جاتا ہے۔“ دوسری لڑکی نے پہلی بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور پہلی لڑکی بے اختیار کہہ رہی تھی۔

”آپ مارگریٹ کی بالوں میں نہ آئیں۔ یہ بڑی سنجیدگی سے دوسروں کو بے وقوف بنانے کا گر جانتی ہے۔“ پہلی لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا اور فیاض خواہ مخواہ جھینپ کر رہ گیا۔

”وہاں۔ تم خواہ مخواہ بد مزگی پھیلا رہی ہو۔ میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ سنئے مسٹر۔۔۔۔۔۔“ مارگریٹ بات کرتے کرتے رک گئی۔

دیکھ جا رہا تھا۔

”کافی ہے یا کچھ اور تفصیل بتاؤں؟“ مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے گلہ میں پھندہ پڑ گیا ہو۔ وہ حیرت کی شرت سے بولنے سے بھی قاصر تھا۔

”آ۔۔۔ آپ کو یہ سب کچھ کیسے پتہ چل گیا؟“ آخر فیاض نے بڑکھڑاتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”مہذب میں قدرتی طور پر کچھ ایسی صلاحیتیں ہیں کہ میں کسی بھی شخص کے ماضی کے متعلق سب کچھ بتا سکتی ہوں۔“ مارگریٹ نے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

”کیا مارگریٹ صحیح کہہ رہی ہے؟“ ڈیانانے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ صحیح کہہ رہی ہے؟“ فیاض نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”جیسی گڈ۔۔۔ اس کا مطلب ہے آپ اپنے ملک کی اہم ترین شخصیت ہیں۔ مجھے آپ جیسے لوگوں سے ملنے کا بے حد شوق تھا۔“ ڈیانانے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

”ایک بات اور بتا دوں سٹر فیاض۔۔۔ کہ اس مشن میں آپ کی موت مقدور ہو چکی ہے مگر۔۔۔۔۔۔“ مارگریٹ بات کرتے کرتے رک گئی۔

”مگر کیا؟“ فیاض نے ڈوبتے ہوئے ہلچے میں کہا موت کا سن کر اس کا تمام رنوں جیسے جسم سے یکدم غائب ہو گیا تھا۔

”جہیل۔۔۔ مجھے جہیل کہتے ہیں۔“ فیاض نے جلدی سے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ اس کے تمام کاغذات اس نام سے بنائے گئے تھے۔

”جہیل؟“ مارگریٹ نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کی تہہ یکدم گہری ہو گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی ہو۔

”جہیل صاحب ہوشیار۔۔۔ مارگریٹ مغرب کی ساحرہ ہے۔ یہ جب آنکھیں بند کر لیتی ہے تو ان کا ماضی اس کے سامنے آئینے کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔“ ڈیانانے فیاض کی طرف جھک کر بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا چہرہ یکدم زرد پڑ گیا۔

”ادہ۔۔۔ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں مغرب مشرق سے پیچھے ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کا نام فیاض ہے اور آپ کا فرسٹ نام کے نہیں بلکہ پائیشیا کے رہتے والے ہیں۔ اور پائیشیا کی ایشیائی جنس میں سپر ٹیلنٹ ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ وائٹ مارن ایک خصوصی مشن پر جا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے دس ساتھی اور میں۔“ مارگریٹ نے بغیر کے تفصیل بتاتی شدد و دھم دی۔ اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اُسے چوک میں کھڑا کر کے جوتے مارے جا رہے ہوں۔

وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ ایک عام سی لڑکی اتنی قطعیت سے سب کچھ بتا سکتی ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے مارگریٹ کی شکل

”صرف ایک صورت میں آپ کی جان بچ سکتی ہے۔ کہ آپ ولیٹ مارف کے سرحدی سٹیشن کا سالانہ کارڈ پر خاموشی سے اتر جائیں۔ اور باہر نکل کر آپ ہوٹل ایڈورڈ کے کاؤنٹر پر جا کر کاؤنٹر میں سے کہیں کر آپ کو مارگریٹ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دے گا۔ اس پناہ گاہ میں پہنچنے کے بعد آپ موت سے بچ سکتے ہیں۔“

مارگریٹ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”مم — مگر میرے ساتھی — فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

”آپ کے ساتھی آپ کے لئے موت کا پیغامبر ہیں آگے آپ کی مرضی مارگریٹ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — میں ایسا ہی کروں گا میں مرنا نہیں چاہتا۔“

فیاض نے فوراً ہی فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”آپ کا فیصلہ درست ہے مسٹر فیاض۔“ مارگریٹ نے جواب دیا۔ اسی لمحے گاڑی کی رفتار آہستہ ہوئی شروع ہو گئی۔ اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

”ہم نے یہاں اترا ہے۔ اچھا مسٹر فیاض — خدا کرے آپ ہوٹل ایڈورڈ تک پہنچ جائیں۔“ مارگریٹ نے کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ اٹھائے دونوں تیزی سے مڑیں اور کہیں کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔ فیاض آنکھیں پھاڑے انہیں جانا دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ یہ تجربہ اس کی زندگی کا سب سے بھیساں تجربہ تھا۔

اور پھر جب گاڑی ولیٹ مارف کے سرحدی سٹیشن پر پہنچی تو

فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور کہیں سے نکل کر بارہا رمی میں آیا۔ اور تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ یوں گلتا تھا جیسے وہ میند میں چل رہا ہو۔ اس نے مشن پر لات مار کر صرف اپنی زندگی بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ جلد از جلد ہوٹل ایڈورڈ پہنچنا چاہتا تھا۔



عمران بڑے اطمینان سے ٹانگیں پھیلانے ایک ضخیم فیٹن میگزین کے مطالعے میں غرق تھا۔ فیٹن میگزین میں چھپی ہوئی عریاں لڑکیوں کی تصویریں دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے وہ کوئین کی بہت سی گولیاں چبا رہا ہو۔

”آپ کو کوئی تکلیف ہے۔“ اچانک اس کی قریبی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ایک نوجوان عریاں لڑکی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید کافی دیر سے عمران کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

عمران اس وقت ایک مسافر طیارے کی اکانومی کلاس میں بیٹھا ولیٹ مارف کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اس نے اپنا مخصوص ٹکیٹ نمبر لباس پہنا ہوا تھا اور ظاہر ہے چہرے پر عاقبتوں کا اظہار بھی رہا تھا۔

”اگر آپ شہزادہ دیکھنا چاہتی ہیں تو پھر آپ کو ریاست ڈھب
 ۵ دورہ کرنا پڑے گا۔ باؤمی گیارہ دسٹہ، سر پہ کھنی والے تاج، شانمانہ
 لباس، چاندنی تلی، گھنگھڑا میں سرکار تہی پن “ _____ عمران
 نے جواب دیا۔

”آپ کا جغرافیہ نامکمل ہے۔ ریاست ڈومب بھائیہ کے دامن میں واقع آزاد اور تہذیب یافتہ دیہات سے کئی موٹی ریاست ہے جس میں ہمارے اجازت کے بغیر کوئی غیر ملکی داخل نہیں ہو سکتا۔“ — عمران نے بڑے بارےب بولچے میں کہا۔

”میں آپ کو ریاست ضرور دکھاؤں گے۔ شرط یہ ہے کہ آپ مجھے
 ویسٹ ہارف دکھائیں۔“ ————— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب
 دیا۔

”بالکل دکھاؤں گی۔ یکا دعدہ۔۔۔ مگر وہ تکلیف کیا تھی۔“

”جی ہاں۔ کوئی ایک تکلیف ہو تو بتاؤں۔ میں تو ہمہ تن تکلیف ہوں۔“ — عمر ان نے رسالہ ایک طرف کرتے ہوئے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”نیا مطلب — میں سمجھی نہیں“ — لڑکی نے حیرت بھرے
 احوال میں کہا۔

”ابھی آپ کی عمر سمجھنے سےجھانے کی نہیں ہے محترمہ.....“

عمران نے چہرے پر زبردستی کی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

آپ شاید مجھ سے بے تکلف ہونا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے اتنی اکیلیٹ کی کیا ضرورت ہے۔ میرا نام جیبل ہے۔ میں ولیٹ ہارٹ کی ایک یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں۔ میرے ڈیڈمی جان جیبل ولیٹ ہارٹ کے مشہور سا ماسٹر ان میں تھے۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے ایسا تفصیلی تعارف کرا دیا۔

تو کچھ آپ میری تکلیف نہیں سمجھ سکتیں۔ میری تکلیف کا تعلق روحانیت سے ہے جب کہ آپ سائنس دان کی بیٹی ہیں۔ ویسے میرا نام پرنس آف ڈامپ ہے۔ اور میں ریاست ڈامپ کا شہزادہ ہوں اور شہزادی سے وقتی طور پر بچھا چھڑا کر سیر و تفریح کے لئے ولیمسٹ مارف ہا رہا ہوں۔ ————— عمران نے آنکھوں کو گول کر کے ایک دائرے میں مچھکاتے ہوئے جواب دیا۔

لڑکی نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔
 "اس تکلیف کا تعلق اس میگزین میں چھپی ہوئی عورتوں کی تصویریں ہیں۔" — عمران نے میگزین گیل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
 "کیا مطلب — میں سمجھی نہیں۔" — گیل نے رسالہ کھول کر تصویروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 "مطلب یہ مس گیل — کہ ان تصویروں میں عورتوں نے کیا پہن رکھا ہے۔ خواہ خواہ کا بوجھ۔ جیسے موتی صدف میں چھپا ہوا جو — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "اوہ — تو آپ شہزادے ہونے کی وجہ سے فطرتاً عیاش بھی ہیں۔ آپ عورتوں کو بالکل عریاں دیکھنا چاہتے ہیں — گیل کے لہجے میں "لمحی عود کمر آئی۔"

"ارے ارے — خدا کی پناہ — آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا۔ تو یہ عورت اور عریاں — میں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ عمران نے بے اختیار ماتھا پیٹتے ہوئے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور گیل حیرت سے اس رنگ بدلنے لگے گرسٹ کو دیکھنے لگی۔
 "پھر آپ کا کیا مطلب تھا؟ — گیل نے انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب تھا — چھوڑیں آپ نہیں سمجھ سکیں گی۔ میں دراصل بڑے پس ماندہ خیالات کا آدمی ہوں۔ اب دیکھیے نا — ہر عورت نے جوتی پہن رکھی ہے۔ بھلا کیا ضرورت ہے اس بوجھ کی؟ عمران نے جواب دیا۔

"جوتی پہن رکھی ہے۔" — گیل نے اور زیادہ جبران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں — دراصل عورتوں کے خوب صورت پر میری کمزوری ہیں۔ اور جو عورت جوتی پہن لے مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس نے صدف میں موتی چھپا رکھا ہو۔" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "اوہ — تو آپ کا مطلب جوتی سے تھا۔ میں سمجھی آپ کو لباس پر اعتراض ہے۔" — گیل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ سمجھ گئیں۔ اگر آپ نہ سمجھتیں تو میں بھلا آپ کا کیا کاٹ لیتا۔ میرا بس پتلے تو دنیا کی تمام عورتوں کو ننگے پر ملنے کا حکم دیتا۔" — عمران نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے آپ کی ریاست میں عورتیں جوتی نہیں بنیں۔" — گیل نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو یہ کیجئے — عورت اور جوتی — سچ پوچھیں تو مجھے اس جوتی سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ خاصاً خطرناک ہتھیار ہوتا ہے۔ اور پھر ستم یہ کہ بوقت موجود۔ جب جی چاہا جوتی پر سے اتار سی اور کٹھا کٹھ بوسا دی۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور گیل بے اختیار منہ دی۔
 "آپ کو شاید اس ہتھیار کا خاصاً تلخ تجربہ ہے؟" — گیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہتھیار کوئی بھی ہوا اس کا تجربہ واقعی تلخ ہوتا ہے۔" — عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 اور پھر اس سے پہلے کہ گیل کوئی جواب دیتی اچانک طیارے میں

دیتے ہوئے کہے میں کہا۔

”ادہ — مگر اس دہشت پسند گروہ کے مطلبے کیا ہیں؟ —

عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ — بلکہ تویوں لگتا ہے جیسے وہ حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہوں۔ ہمارے ملک کے وزیر اعظم نے تو یہاں تک آخر کار دہی کہ وہ خود استعفیٰ دے کر نیا ایکشن کرانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہمارے ملک کے عوام اس حکومت سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

کیونکہ اس حکومت نے بے پناہ ترقیاتی کام کئے ہیں۔ اس لئے عوام نے نئے ایکشن کروانے سے انکار کر دیا۔ مگر یہ گروہ باوجود کوششوں کے پکڑا نہیں جاسکے۔ — گھیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ ایک وعدہ کریں تو میں اس گروہ کو پکڑ سکتا ہوں۔

عمران نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”کیا — کیا وعدہ؟ — گھیل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کم از کم گھر میں میرے سامنے جوتی نہیں پہنیں گی۔ — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور گھیل حیرت سے عمران کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

”آپ حیران ہو گئیں مس گھیل — دراصل آپ مجھ سے پوری طرح متعارف نہیں ہیں۔ میں نے کرنا لوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی ہوئی ہے۔ اور کافرستان کا مشہور جاسوس کونسل فریدی میرا شاگرد ہے۔ میں جب چاہوں اس گروہ کو کان سے پکڑ کر مرغا بنا سکتا ہوں۔ — عمران نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

نصب چھوٹا سا ٹی۔ وی آن ہو گیا۔ اور سب مسافروں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ٹی۔ وی اناؤنسر نے یہ سنکار یا تھا۔

”ناظرین — ابھی اچھی اطلاع ملی ہے کہ انٹرنل سٹریٹس پولیس نے ویسٹ مارٹ جا رہی تھی۔ ویسٹ مارٹ تک پہنچنے سے پہلے ایک دھماکے سے اڑ گئی ہے۔ یہ دھماکہ اتنا خوف ناک تھا کہ پوری ٹرین کے پرچے اڑ گئے۔ اور بلا مبالغہ سینکڑوں آدمی اس خوف ناک حادثے میں ہلاک اور زخمی ہو گئے ہیں۔ ویسٹ مارٹ کے اعلیٰ حکام کا خیال ہے کہ یہ دھماکہ اس دہشت پسند گروہ کی طرف سے کیا گیا ہے جو گزشتہ ایک ماہ سے ویسٹ مارٹ میں سرگرم عمل ہے۔ امدادی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ حادثے کی تحقیقات جاری ہے۔ — اناؤنسر نے بڑے گلوکیر لہجے میں کہا۔

اور طیارے کے تمام مسافروں کے چہرے اس خبر کو سنتے ہی زرد پڑ گئے۔ اب ٹی۔ وی پر تباہ شدہ ٹرین کی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اور واقعی اناؤنسر کے کہنے کے مطابق ٹرین کے بڑی طرح پرچے اڑ گئے تھے۔ اور ہر طرف لاشیں اور انسانی اعضا بکھرے پڑے تھے۔

”دہشت پسند گروہ — یہ کون ہے؟ — عمران نے گھیل سے مخاطب ہو کر پوچھا جس کا چہرہ بھی اتنی ہولناک خبر سن کر زرد پڑ گیا تھا۔

”پرنس — ہمارا ملک تباہ ہو رہا ہے۔ کوئی گروہ اس ملک کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ آئے دن یہ تباہیاں ہو رہی ہیں کبھی پل اڑا دیا کبھی طیارے اڑا دیتے۔ کبھی ڈیم تباہ کر دیا۔ کبھی لیبارٹریاں اڑ گئیں۔ یوں لگتا ہے جیسے پورا ملک بارود کے ڈھیر پر موجود ہو۔ — گھیل نے

پلو پیٹر — ڈیڈی انتظار کر رہے ہوں گے۔ گیل نے
 پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا جو عجیب نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔
 اور وہ کندھے جھٹک کر واپس مڑ گیا اور وہ دونوں اس کے
 پیچھے چلتے ہوئے قریب موجود ایک بڑی اور نئے ماڈل کی سموسہ
 کازینگ پہنچ گئے۔ پیٹر نے بڑے ادب سے کار کا عقبی دروازہ کھولا
 مگر اس سے پہلے گیل نشست پر بیٹھتی عمران تیزی سے آگے بڑھا اور ایک
 اتنی بڑی سے پہلے نشست پر بیٹھ گیا کہ جیسے اسے خطرہ ہو کہ ایک
 لمحے کے لئے بھی دیر ہوگی تو قیامت آجائے گی۔ پیٹر کا چہرہ غصے کی
 زیادتی سے مٹاڑ کی طرح سرخ ہو گیا۔ اور اس نے ایک جھٹکے
 دروازہ بند کر دیا۔
 دو کے لمحے عمران نے انجن سٹارٹ کیا اور کچھ ہیوں کر یو۔سی
 کوئی بات نہیں پیٹر — یہ ذرا شوخ طبیعت کے مہمان ہیں۔
 گیل نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر خود ہی اگلی نشست کا دروازہ کھولا۔
 کر بیٹھ گئی۔
 ”ارے تم آگے بیٹھ گئیں۔ واہ یہ کیا بات ہوئی۔ عورتیں
 ہمیشہ پیچھے بیٹھتی ہیں۔“ عمران نے دروازہ کھول کر باہر نکلنے
 کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
 ”بیٹھے رہو پرنس۔“ لکچر دیر کے لئے اپنے آپ کو عورت سمجھ
 ہو — گیل نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”مروادیا۔“ اگر میں نے اپنے آپ کو عورت سمجھ لیا تو پھر مجھے
 کسی مرد سے شادی کرنی پڑے گی۔ اور میاؤں میاؤں کرتے ہوئے
 بچے جننے پڑیں گے۔ نا بابا۔ میں باز آیا۔“ عمران نے کہا اور

سے پہلے کہ پیٹر دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ عمران
 اس طرف کا دروازہ کھول کر باہر اتر آیا اور جھپٹ کر ڈرائیونگ سیٹ
 پر بیٹھ گیا۔ پیٹر حیرت بھرے انداز میں آنکھیں جھپٹا کر یہ تماشا دیکھتا رہا۔
 میں ڈرائیونگ کروں گا۔ تم ہمارے ڈرائیور کو پیچھے بٹھا دو۔ اس
 کی شکل بھی عورتوں سے ملتی جلتی ہے۔“ عمران نے بڑے معصوم
 سے لہجے میں کہا اور گیل نے ہنستے ہوئے پیٹر کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کر
 دیا۔ پیٹر جب اسامند تلتے ہوئے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے
 چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اگر گیل درمیان نہ ہوتی تو عمران
 کی لوشیاں دانتوں سے نچر لیتا۔
 ”ارے اے یہ کیا کر رہے ہو۔“ گیل نے چیختے ہوئے
 کہا۔
 ”کیا ہوا۔“ عمران نے گیر بدلتے ہوئے بڑے سپاٹ
 سے لہجے میں پوچھا۔
 ”آہستہ چلاؤ۔“ ایک سیڈنٹ ہو جائے گا۔“ گیل نے
 گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ارے پرواہ نہ کرو۔ مجھے ہسپتال میں پلاسٹر چڑھائے ہوئے اور
 ناگین دھنا میں لٹکائے ہوئے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں۔ بڑے روٹانک
 عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سپیڈ اور بڑھادی۔

اب کا ٹی سرک پریوں دوڑ رہی تھی۔ جیسے وہ کار کی بجائے جیٹ
طیارہ ہو۔

سرک پر ٹریفک کا خاصا جھوم تھا۔ عمران کی کار ان میں سے یوں
بچتی بچاتی نکلی جا رہی تھی جیسے سرکس کا کوئی گھیل ہوا رہا ہو۔
گیبل کی آنکھیں خوف سے پھٹی جا رہی تھیں۔ اُسے یوں لگ رہا
تھا جیسے کسی بھی لمحے کار یا تو الٹ جائے گی یا بد کسی اور کار یا ٹرک
سے ٹکرا کر اس کے پرچے اڑ جائیں گے۔ گھر بار کا ٹکرانے سے بال بال
بچ جاتی۔

”اے منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی رہو گی۔ بتاؤ گی بھی کہ آخر
جانا کہاں ہے۔“ عمران نے سٹیئرنگ کو انتہائی تیزی سے دائیں
بائیں موڑتے ہوئے قریب بیٹھی گیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے کہیں نہیں جانا۔ خدا کے لئے تم کا روک دو۔ ورنہ میں
سر جاؤں گی۔ میرا دم کھٹ جائے گا۔“ گیبل نے انتہائی گھبرائے
ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران نے انتہائی چہرتی سے کار سائیڈ پر موڑی
اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے بریک لگا دی۔ گیبل کا سر سکڑین سے
ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

”آؤ مسٹر پیٹر۔ تم چلاؤ گا۔ میں عورت بن جاتا ہوں۔“
عمران نے نیچے اتار کر پھٹی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے بڑے مطمئن
لہجے میں کہا۔ اور پیٹر خاموشی سے باہر نکل آیا۔ پھر اس نے ڈرائیونگ
سیٹ سنبھالی اور کار سبک رفتار دی۔ ایک بار پھر سرک پر دوڑنے
لگی۔

”خدا کی پناہ۔ اس قدر تیز رفتار دی۔“ مجھے اب تک یقین
نہیں آیا کہ کار صحیح سلامت ہے۔“ گیبل نے ایک طویل سانس
لیتے ہوئے کہا۔

”واقعی پرنس خوف ناک ڈرائیونگ کرتے ہیں۔“ پہلی بار
پیٹر نے زبان کھولی اس کے لہجے میں دعوت کے آثار نمایاں تھے۔
”پرنس کیا تم عام طور پر ایسے ہی کار چلاتے ہو؟“ گیبل نے
دہکر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑی
تو کہ عمران نے سیٹ کی پشت سے۔ نکلیا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں
دبکے دیکھے خراٹے چل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ گہری نیند
سو گیا ہو۔

”تمہارا ہے یہ شخص بھی اپنی نوعیت کا عجیب ہے۔ ایک لمحے میں
نئی گہری نیند سو گیا۔“ گیبل نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
”مس۔۔۔ یہ پرنس کہاں کے رہنے والے ہیں۔“ پیٹر نے پوچھا
مگر اس کا لہجہ مودبانہ ہی تھا۔

”یہ ریاست ڈھمب کا شہزادہ ہے۔ میرا تفریح کے لئے خفیہ
نورپروسیٹ مارف آ رہا تھا کہ طیارے میں ملاقات ہو گئی۔“
گیبل نے عمران کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”باس ایسے آدمی کو برداشت نہ کر سکیں گے مس آپ کو معلوم
ہے کہ وہ کتنے سنجیدہ ہیں۔“ پیٹر نے دبے دبے لہجے میں
خجناج کرتے ہوئے کہا۔

”میں ڈیڈی کو متالوں گی۔“ گیبل نے اعتماد بھرے

وقت پر اکٹھے ہوتے تھے۔ تاکہ چیف باس کو روزانہ کارکردگی کی رپورٹ دے کر مزید ہدایات حاصل کر سکیں۔

اُسی لمحے ٹرانسمیٹر کا بلب یکدم جل اٹھا۔ اور اس میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آواز نکلنے لگی۔ وہ چاروں چونک کر سیدھے ہو گئے۔

”ڈی۔ ڈی۔ جی سپیکنگ اوور“۔ سیٹی کی آواز بند ہوتے ہی ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”ڈی۔ ڈی۔ جی دن سپیکنگ اوور“۔ ٹرانسمیٹر کے قریب بیٹھے ہوئے ایک نقاب پوش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رپورٹ اوور“۔ باس نے پوچھا۔

”باس۔ میں نے کراس ورلڈ آرگنائزیشن سے علی عمران کے متعلق تفصیلات منگوالی ہیں۔ ان تفصیلات کے مطابق علی عمران دنیا کا انتہائی شاطر، خطرناک، اچھلاک اور عیار شخص ہے۔ اس کے ریکارڈ میں بڑی بڑی عظیم تنظیموں کی تنہا ہی درج ہے اور“۔ نمبروں نے جواب دیا۔

”ہونہ۔ مجھے پہلے ہی شک تھا کہ میں نے اس شخص کا نام سنا ہوا ہے۔ اور سنیوے شخص علی عمران پاکیشیا سے ولیٹ ہارف کے لئے چل پڑا ہے۔ تاکہ ہمیں پاکیشیا پہنچنے سے پہلے ہی ختم کیا جاسکے اور“۔

”اوہ سر۔ اُسے ولیٹ ہارف زندہ سلامت نہیں پہنچایا جائیگا اور۔ نمبروں نے تشویش سے لہجے میں کہا۔

لہجے میں کہا اور پیٹر خاموش ہو گیا۔

کلار دیمانی رفتار سے ولیٹ ہارف کی مصروف سڑکوں پر سے گزرتی آئے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جب کہ عمران سیٹ کی پشت سے سر نکالتے سوچ رہا تھا کہ کم از کم اس نے ایک بہت بڑے سائنسدان کے گھر میں رہنے کی جگہ بنائی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ چار جگہیں کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرے گا۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ سر جارج کیس کی ولیٹ ہارف کے اعلیٰ ترین حلقوں میں خاصی جگہ اچان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پہلا پروگرام بدل کر مس کیبل کے ساتھ رہنے کا پروگرام بنالیا تھا۔



مکرمے میں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ کمرے میں موجود چار افراد چہروں پر نقاب لگائے مجسموں کی طرح کرسیوں پر جمے بیٹھے تھے۔ وہ چاروں ایک چھوٹی سی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میز کے اوپر خاصا بڑا اور انتہائی جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ یہ ہمیشہ گرد گروہ کے چار بڑے تھے۔ وہ روزانہ یہاں ایک مخصوص

۱۰۔ اس کے لئے مظہر کلیم ایم اے کا خصوصی نادل ”عمران کی موت“ چڑھیں۔

”گڈ ویبرسی گڈ — اس کا مطلب ہے باس — اب پاکیشیا کہ صرف علی عمران ہی ہمارے مقابل ہے اور ————— خبروں نے جواب دیا۔

نا — اور مجھے امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو دنوں بعد میں اس کا بھی خاتمہ کر دوں گا اور ————— باس کے لہجے میں بے پناہ اعتماد تھا۔

”ٹیک ہے باس — ہمارے لئے کیا حکم ہے اور ————— نمبر دان نے کہا۔

”تم چاروں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہو۔ اور کسی بھی کامیابی پر مجھے فوراً رپورٹ دو۔ ویسے اگر ضرورت پڑی تو میں تمہیں کال کر لوں گا۔ اور اینڈ آل ————— باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر دوبارہ خاموش ہو گیا۔

اور پھر نمبر دان کے علاوہ باقی تینوں خاموشی سے اٹھ کر باہر ہی باری تفریادوس دس منٹ کے وقفے کے بعد باقی دو دم میں گھستے چلے گئے جہاں سے ایک وروازہ عقبی گلی میں نکلتا تھا۔

صفدر، کیپٹی شکیل اور نعمانی ویسٹ ہارٹ کے ہوٹل میٹرڈ میں علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہائش پذیر تھے۔ انہیں یہاں پہنچے ابھی چند ہی گھنٹے گزرے تھے۔ ایکٹو نے انہیں صرف وہاں قیام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اور اس کے بعد باقی ہدایات انہیں وہیں ملنی تھیں۔

صفدر، کمرے میں موجود آرام کرسی پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک ویسٹ ہارٹ میں ایسا کون سا کام پیش آ گیا کہ ایکٹو نے خصوصی ٹیپ سے انہیں وہاں بھیجا تھا۔ چونکہ ایکٹو نے صرف انہیں دیاں بھیجے جانے کے لئے کہا تھا۔ اس لئے وہ کہیں کی باقی تفصیلات سے لاعلم تھے۔

صفدر، بیٹھا ہی سوچ رہا تھا کہ اچانک اس کی کلائی پر گھڑی نے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ اس نے چونک کر کلائی سیدھی کی تو گھڑی کے ڈائل پر ایک نقطہ تیزی سے ہل بجو رہا تھا۔ صفدر نے گھڑی

کا وڈ بٹن مخصوص انداز میں کھینچنا تو نقطہ مسلسل جلنے لگا۔

”جیہو۔۔۔ صفدر پکینگ ادور۔۔۔“ صفدر نے گھڑی سے منہ نہٹا کر کہا اور پھر اسے کان سے لگا لیا۔

”ایک ٹوا دور۔۔۔“ دوسری طرف سے ایک ٹھوکی آواز سنائی دی۔

”ییس سر۔۔۔ ہم سب ہوٹل میٹرو پہنچ چکے ہیں ادور۔“ صفدر نے کہا۔

”نہو صفدر۔۔۔ ہم اس ملک میں ایک بین الاقوامی تنظیم دہشت گرد کی سرکوبی کے لئے پہنچے ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پامالا بازار میں ایک آرٹ گیلری ہے۔ اس کی مالک کیدھی کا تعلق اس تنظیم سے ہے۔ تم نے کیدھی سے رسم و راہ بٹھانی ہے تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جاسکیں۔ اس کے لئے تم جو بھی طریقہ کار چاہو اختیار کر سکتے ہو۔ مگر کام جلد از جلد ہونا چاہیے۔ کیپٹن شکیل اور نعمانی تمہاری نگرانی کریں گے ادور۔۔۔“ ایک ٹھوٹے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد مطلوبہ معلومات حاصل کر لوں ادور۔۔۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”معلومات تم نے اس گروہ کے ہیڈ کوارٹر کے متعلق حاصل کرنی ہیں مگر کام انتہائی ہوشیار سی سے ہونا چاہیے سمجھے اور مجھے جلد از جلد رپورٹ دینا ادور۔۔۔“ ایک ٹھوٹے ہدایت کی۔

”بہتر جناب۔۔۔ آپ بے فکر رہیں ادور۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”ادور اینڈ آل۔۔۔“ ایک ٹھوکی طرف سے جواب ملا اور صفدر نے وڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس نے ٹیلی فون اٹھا کر کیپٹن شکیل اور نعمانی کو ہدایات دیں اور خود کیدھی سے ملنے کے لئے بناری میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا پامالا بازار کی طرف بڑھ چلا بارہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد اُسے پامالا بازار کے یہاں سٹاپ پر اتار دیا۔

اور صفدر ٹیکسی سے اتر کر بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا نمونوں کے سامنے بورڈ پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اُسے ایک دکان پر کیدھی آرٹ گیلری کا بورڈ نظر آ گیا۔ صفدر نے بڑے اطمینان سے دروازے کو دھکیلا اور آرٹ گیلری میں داخل ہو گیا۔ اس وقت وہ ایک معزز تاجر کے روپ میں تھا۔

آرٹ گیلری کچھ زیادہ بڑی نہیں تھی۔ مگر دکان خاصی قیمتی اور پرانی تھا اور نظر آرہی تھیں۔ ایک کونے میں ایک نوجوان لڑکی کا ڈسٹر سے بچے بیٹھی کچھ کھینچنے میں مصروف تھی۔ صفدر کو اندر آتا دیکھ کر اس نے جبک کر سر اٹھایا اور پھر اٹھ کر گھڑی ہو گئی۔ صفدر بڑے اطمینان سے دیواروں پر لگی ہوئی تصاویر دیکھتا ہوا اس لڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”بہت خوب صورت گیلری ہے آپ کی۔“ صفدر نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔“ لڑکی نے کا۔ وبارمی لہجے میں جواب دیتے

صفر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”جیسے صفر کہتے ہیں۔ میرا تعلق کا فغانستان سے ہے۔“ صفر نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”نوش آید مرثہ صفر۔“ تشریف رکھتے۔“ مسز کیڈی نے بڑے باخلاق لہجے میں کہا اور صفر اس کے مقابل کسی پر جو گیا۔ معاف کیجئے آپ کا نام سن کر میں یہ سمجھا تھا کہ آپ خاصی بوڑھی عورت ہوں گی۔ مگر اب یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ گلاب کے تازہ گلے ہوتے بھول کی طرح خوب صورت اور حسین ہیں۔“ صفر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی تعریف سن کر مسز کیڈی کا چہرہ مسرت سے گلزار ہو گیا۔

”شکریہ۔“ آپ کا انداز بیان بے حد خوب صورت ہے تعریف کا شکریہ۔“ مسز کیڈی نے بڑے خوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مسز کیڈی۔“ مجھے ایک ایسی تصویر چاہیے جن کا عنوان ہے دہشت گرد۔“ صفر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں مسز کیڈی کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

”دہشت گرد۔“ مسز کیڈی یہ لفظ سنتے ہی ہنسی طرح چونکی ایک لمحے کے لئے اس کا چہرہ بدل گیا مگر اس نے حیرت انگیز طور پر اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اگر صفر بغیر اس کے چہرے کو نہ دیکھ رہا ہوتا تو شاید وہ اس تبدیلی کو محسوس نہ کر سکتا۔

”جی ہاں دہشت گرد۔“ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ولیٹ ہارٹ میں

ہوئے کہا۔

”کیا یہ گیلری آپ کے نام پر ہے؟“ صفر نے اچھٹے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں جناب۔“ میں تو ملازمہ ہوں گیلری کی۔“ مالک مسز کیڈی ہیں جو اپنے دفتر میں موجود ہیں۔“ اس لڑکی نے جھپٹتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”اودہ اچھا۔“ کیا مسز کیڈی سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں چند خاص تصویروں کی بابت ان سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔“ صفر نے کہنا۔

”ضرور سر۔“ آپ ادھر رہا رہی میں پہلے جائیں آگے دفتر کا دروازہ ہے۔“ لڑکی نے بائیں طرف ہنسی ہوئی ایک پتلی سی راہ راہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور صفر سر ملاتا ہوا تیزی سے اس راہ راہی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہ راہی کے آخر میں اندھے شیشے کا بنا ہوا ایک دروازہ تھا۔ جس پر آنکس کی تختی لگی ہوئی تھی۔ صفر نے دروازے پر پہنچ کر بڑے مہذب انداز میں دستک دی۔

”تشریف لائیے۔“ اندر سے ایک ترنم نسوانی آواز سنائی دی اور صفر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں دیواروں پر مخصوص قسم کی تجریدی تصویریں آویزاں تھیں۔ کمرے کے درمیان میں رکھی ہوئی ایک کافی بڑی میز کے پیچھے ایک لڑکا اور خوب صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی

کافی پیسے کے بعد اس نے بل ادا کیا اور پھر ریٹورنٹ سے باہر نکل کر اس نے ایک ٹیکسی کرایہ لی اور اُسے فقہ بلاک پلے کا کہہ کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تقریباً دس منٹ بعد ٹیکسی نے اُسے ایک سڑک پر اتار دیا۔ یہ سڑک فقہ بلاک کہلاتی تھی اور یہاں بڑی بڑی عالی شان رہائشی کوشیاں بنی ہوئی تھیں۔

صفر نے کرایہ ادا کیا اور پھر جب ٹیکسی آگے بڑھ کر ایک موڑ پر گھوم کر اس کی نظروں سے غائب نہیں ہو گئی وہ اپنی جگہ کھڑا رہا پھر وہ کوٹھیوں کے نمبر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔



واپس کر میڈل پر رکھ دیا۔

اور پھر پونے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ فون بوتھ سے نکل کر وہ قریب بنے ہوئے ٹوائٹ میں گھس گیا۔ اور پھر اس نے وایج ٹرانسمیٹر پر دوسری فریکوئنسی سمیٹ کر دی۔ چند لمحوں بعد ہی کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

”شکیل پیکنگ اور“

”صفر بول رہا ہوں کیپٹن شکیل۔ نفعانی کو ساتھ لے کر فضا پر“

پہنچ جاؤ۔ وہاں چالیس سمارٹ پولیس کی نگرانی کر رہی ہے۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں اور ایک گھنٹے بعد ایک ٹونو دوہی وہاں آجائے گا۔ کوڈ ایکٹ ٹیوی ہا اور اینڈ آل۔“ صفر نے کہا اور پھر وہ ٹوائٹ سے نکل کر ریٹورنٹ کے ہال میں پہنچ کر ایک میز پر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوبصورت ویٹرس اس کے سر پر پہنچ گئی۔

”کافی؟“ صفر نے بڑے خشک لہجے میں کہا اور ویٹرس ایک لمبے لمبے اُسے حیرت سے دیکھتی رہی پھر سر ہلاتی ہوئی تیز میز سے واپس ہا گئی۔ شاید اُسے شراب کی جگہ کافی کا آرڈر سن کر حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ ہال میں تقریباً ہر بھری ہوئی میز پر شراب ہی پی جا رہی تھی۔

چند ہی لمحوں بعد کافی اس کی میز پر سہو کر دی گئی اور صفر نے بڑے اطمینان سے کافی کی چکیاں یعنی شروع کر دیں۔ وہ ساتھ ہی ساؤ وہ سوچ رہا تھا کہ جتنی آسانی سے مجرموں کے تہذیب کو اتر کا پتہ چل گیا ہے۔ شاید اتنی آسانی سے اس نظم کو خاتمہ نہ ہو سکے۔ بہر حال اُسے خوشی تھی کہ کم از کم اب کام کرنے کے لئے ایک لاکھ آف انکیشن تو مل ہی گئی۔

فیاض کا سا بلانکا سٹیشن پر اترا پھر بغیر ادھر ادھر دیکھے وہ خاصی تیز رفتار می سے چلتا ہوا سٹیشن سے باہر آ گیا۔ اُسے خطرہ تھا کہ اس کے ساتھ اُسے غیر متوقع طور پر اس سٹیشن پر لڑتے چیک نہ کر لیں مگر سٹیشن پر مسافروں اور ان کے استقبال کے لئے آنے والے افراد کا خاصا جھوم تھا اس لئے فیاض کو یقین تھا کہ اُسے چیک نہیں کیا گیا ہوگا۔

سٹیشن سے باہر آتے ہی اس نے ایک خالی ٹیکسی ایجنج کی اور اُسے

دہی کرخت آواز سنائی دے۔

اور کہے۔ اے انتہا کی حفاظت سے لے جانا خاصا اہم ہے۔
کاؤنٹر ٹین نے کہا اور پھر ریور رکھ دیا۔

ادھر عقبی گلی سے تین افراد فیاض والے گھر سے میں داخل ہوئے انہی نے فیاض کو گاندھے پر لٹا دیا۔ جب کہ ان میں سے ایک نے میز پر ٹرسٹلی فون کا ریسور اٹھا کر کاؤنٹر میں سے بات کی اور پھر ریسور پر ٹھوکر مارا وہ عقبی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ گلی کے اندر سیاہ رنگ کی ایک خاصی بڑی کار موجود تھی۔ فیاض کو انہوں نے پچھلی نشستوں کی درمیان چٹا لٹا دیا۔ اور اس پر مکمل ڈال کر اُسے پورے طرح پھیلا دیا گیا۔ فیاض کو اٹھا کر لے آنے والوں میں سے ایک آدمی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا جب کہ دوسرے نے سلسلے والی سیٹ سنبھالی اور کاؤنٹر میں سے بات کرنے والا سیٹنگ پر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد کار خاصی تیز رفتاری سے ایک ہوکر مین روڈ پر آئی۔
 اور پھر فرارے بھرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ سب خاموش بیٹھے
 ہوئے تھے۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک ایسی سڑک
 پر آگئے جو شر سے باہر کی طرف جاتی تھی۔ اب کار کی رفتار پہلے سے
 کہیں زیادہ تیز ہو گئی تھی۔

پریشانیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی نے پہلی بار زبان کھولی۔

”ظاہر ہے اہم آدمی ہی اس طرح لے جائے جاتے ہیں۔“ قریب میٹھے بوئے شخص نے مختصر سا جواب دیا۔

’ولیعہ مجھے حیرت ہے کہ یہ اہم آدمی اتنی آسانی سے قابو کیسے آجاتے ہیں۔‘ — سیکرٹری نشتر پر بیٹھے ہوئے فرد نے کہا۔

”سراسر انجم آدمی ضرورت سے زیادہ اعتماد کی بنا پر مار کھا جاتا ہے۔“
ڈرائیو نے جواب دیا۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے وہ تین رفتار می سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد وہ ایک پٹرول پمپ پر رکے۔ وہاں سے انہوں نے گاڑی میں پٹرول بھروایا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ راستے میں کسی چیک پوسٹوں پر ان کی کار روکی گئی مگر ایک نفر دیکھ کر انہیں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس طرح مسلسل چھ گھنٹے کے تیز رفتار سفر کے بعد وہ واپس ہارف کے دارالحکومت میں داخل ہو گئے۔ یہاں چونکہ روٹ ایک کچھ ضرورت سے زیادہ تھی اس لئے انہوں نے کار کی رفتار نامدل کر دی۔ اور پھر مختلف روٹوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک رہائشی کالونی میں پہنچ گئے۔ کالونی کی ایک محل نما عمارت کے گیٹ پر انہوں نے کار روک دی۔ گیٹ پر موجود ایک مسلح دربان تیزی سے ان کے قریب آیا۔

”نہ نہ ہ لے آئے ہیں۔“ ڈرائیور نے دیباہان سے مخاطب ہو کر کہا
اور ساتھ ہی کھانے کی پشت اس کے سامنے کوڑھی جس پر کہ اس کی صورت
میں ٹیٹ جکا ہوا تھا۔ جیسے کسی رخص پر ٹیٹ لگائی جاتی ہے۔

دواؤں کے۔۔۔ وہاں نے اطمینان پھرے انداز میں سر ملاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ کر اس نے بھانگ کھول دیا۔ کار سیجی جی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور تعمیرات کے وسیع و عریض پورچ میں جا کر

رک گئی اور وہ تینوں تیزی سے باہر نکلے۔ انہوں نے کھل مٹا کر بے ہوش پڑے فیاض کو باہر کھینچا اور ان میں سے ایک اُسے کانٹے پر لاد کر عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ جب کہ باقی دو وہیں کھڑے رہ گئے سانسے والا دروازہ کھول کر فیاض کو لے آئے والا ایک کمرے میں پہنچا اور اس نے فیاض کو کمرے میں موجود ایک صوفے پر لٹا دیا اور خود تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد ان کی کارٹر کو واپس پھاٹ کر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

اس آدمی کے باہر نکلتے ہی کمرے کا ایک دروازہ کھلا۔ اور تین نوجوان اندر داخل ہوئے انہوں نے فیاض کو اٹھایا اور پھر کمرے سے نکل گئے۔ مختلف کمروں سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے اور ان میں سے ایک نے سوچ بورد پر لگا ہوا ایک مٹن دبا دیا۔ مٹن دبتے ہی کمرہ کسی لفٹ کی طرح تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کمرہ رکا تو سامنے کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں چل رہے تھے۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا۔ وہ اس دروازہ کو کھول کر اندر داخل ہوئے تو ایک کافی بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ بڑی بڑی مٹینوں سے بھرا ہوا تھا۔ تمام مٹینیں ویوادرول کے ساتھ نصب تھیں۔ جب کہ درمیان میں ایک سٹرپر مٹا ہوا موجود تھا۔ سفید اپرن پہنے دو آدمی وہاں موجود تھے۔ ان کے اشارے پر فیاض کو لے آئے والوں نے بڑی خاموشی سے فیاض کو اس سٹرپر پر لٹا دیا اور خود تیزی سے واپس مڑ گئے۔

ان کے جانے کے بعد جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ سفید اپرن والے

ایک آدمی تیزی سے ایک چھوٹی سی مٹین کی طرف بڑھا اور اس نے مٹین کا ہٹن آن کر دیا۔ مٹین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ مٹین کے اوپر موجود چھوٹی سی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک نقاب پوش کا میوٹا ابھرا۔

”باس ہوٹل ایڈورڈ سے بھیجا ہوا آدمی آپریشن روم میں پہنچ گیا ہے۔“ اس آدمی نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”فٹیک ہے۔“ پہلے اسے چپ کر کے کیا واقعی یہ پکٹیاٹیلیفون کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے یا نہیں۔“ نقاب پوش کی سخت آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

”بہتر باس۔“ اس آدمی نے کہا اور وہ تیزی سے مڑا۔ اور اس نے پیسے لگے ہوئے سٹرپر کو کھینچ کر ایک مٹین کے ساتھ لٹکا دیا۔ اس مٹین کے اوپر ایک بڑا سا شیشے کا بنا ہوا کنڈوپ ایکس لچھا۔ تار کے ساتھ نصب تھا۔ اس نے وہ کنڈوپ بے ہوش پڑے فیاض کے سر پر چڑھا دیا اور پھر ایک مٹن دبا دیا۔ مٹن دبتے ہی مٹین پر نصب سینکڑوں چھوٹے چھوٹے ٹلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اس آدمی نے مٹین کے ساتھ موجود ایک اٹھایا اور کہنے لگا۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“ وہ بار بار اسی فقرے کو دہرا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد مٹین میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور پھر ایک نعت ایک آواز نہی۔ ”میرا نام فیاض ہے۔“ یہ آواز فیاض کی تھی جو بے ہوش ہونے کے باوجود لامشور سی طور پر جواب دے رہا تھا۔ ”تم کہاں سے آئے ہو۔“ سوال کرنے والے نے پوچھا۔

”پاکیتا ہے“ — فیاض نے جواب دیا۔

”وہاں کیا کرتے ہو؟“ — سوال کیا گیا۔

”میں اینٹلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں“ — فیاض نے جواب

دیا۔

”یہاں ویسٹ ہارٹ میں کس لئے آئے ہو؟“ — سفید اپمن
والے نے ایک اور سوال کیا۔

”مجھے ایک ٹیم کے ساتھ سرکاری طور پر جرموں کی ایک بین الاقوامی
تنظیم و مہشت گرد کے خاتمے کے لئے بھیجا گیا ہے“ — فیاض نے

جواب دیا۔

”اپنے مشن کی تفصیل بتاؤ“ — سوال پوچھا گیا۔

”اینٹلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان نے میرے علاوہ دس ممبروں
کی ٹیم روانہ کی ہے۔ ہم ایک مخصوص طیارے میں ویسٹ ہارٹ کے

سرحدہ می شہر میں آئے تھے وہاں سے ٹرین کے ذریعے علیحدہ علیحدہ ہو کر
ویسٹ ہارٹ میں داخل ہونا تھا۔ سر رحمان نے ہمیں مزید ہدایات

ویسٹ ہارٹ میں دینی تھیں۔ — فیاض نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

”اس سے پوچھو کہ یہ سر رحمان کیسے ساتھ رابطہ کیسے قائم کرے گا۔“
ایک چیف باس کی آواز کمرے میں گونجی اور پھر یہی سوال سفید اپمن

والے نے دہرایا۔
”بی۔ ٹو۔ ٹرائیڈ ہر ممبر کے پاس ہے صرف وہی رابطے کا ذریعہ ہے۔ چوٹاک کو پوچھا۔

ہے۔ — فیاض نے جواب دیا۔

”ایسا کرو کہ میری آواز کا لنک مشین سے ملادو۔ میں خود اس سے

حوالہ کروں گا۔“ — چیف باس کی آواز گونجی اور آپریٹر نے انہماکی
تجربہ سے اس سکریں والی مشین کا ایک تار کھینچ کر سوال جواب والی مشین

سے لکٹ کر دیا۔

”عمران کو جانتے ہو؟“ — چیف باس نے فیاض سے براہ راست
حوالہ کیا۔

”ہاں۔“ — عمران میرا دوست ہے۔ — فیاض نے جواب دیا۔
”کیا وہ بھی تمہارے ساتھ آیا ہے؟“ — چیف باس نے پوچھا۔

”نہیں وہ علیحدہ آئے گا۔ مگر وہ یہاں میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گا۔“
پھر اس تنظیم کے خلاف میرے لئے کام کرے گا۔“ — فیاض نے

جواب دیا۔

”وہ تم سے کیسے رابطہ قائم کرے گا؟“ — چیف باس
نے پوچھا۔

”اس کا مجھے علم نہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خود وہی رابطہ قائم کرے
گا۔“ — فیاض نے جواب دیا۔

سر رحمان نے اُسے سرکاری طور پر تمہارے ساتھ کیوں نہیں
جیتا۔“ — چیف باس نے ایک اور سوال کیا۔

”سر رحمان اور اس کی شروع سے مخالفت ہے۔ وہ کافی عرصے سے
ایک چیف باس کی آواز کمرے میں گونجی اور پھر یہی سوال سفید اپمن

والے نے دہرایا۔
”علیحدہ رہ رہا ہے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟“ — چیف باس

نے چوٹاک کو پوچھا۔

نے جواب دیا۔

”ایس ون ذہنی کنٹرول کا انجکشن اور ایکس ایون کی فنگس کے بعد سے ہوٹل آرگنٹرا پہنچا دینا اور اس کے ذہن سے مارگریٹ سے ملنے اور ہوٹل آرگنٹرا ایک پہنچنے تک کے تمام واقعات کھرچ دینا تاکہ یہ کسی کو کسی قسم کی نشاندہی نہ کر سکے۔“ چیف باس نے ایس ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہتر باس۔ آپ کے حکم کی مکمل تعمیل ہو گی۔“ ایس ون نے مزوڈانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”او۔ کے۔ کام مکمل ہونے کے بعد مجھے رپورٹ دینا سنا کہ میں فائیل چیکنگ کروں۔“ چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سکرین سے اس کا ہیولانا غائب ہو گیا۔

ایس ون اور ایس ٹو دونوں اب تیز سی سے چیف باس کی ہدایات کے مطابق کام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایس۔ ٹو نے ایک انجکشن فیاض کی گردن کی پشت میں انکھٹ کر دیا۔ اس انجکشن کے بعد فیاض کا ذہن اب چیف باس کے کنٹرول میں آ گیا تھا۔ چیف باس صرف سوچ کی لہروں سے اُسے کوئی بھی حکم سزا دینا شروع کر دے سکتا تھا۔ اور فیاض نے اس کی تعمیل لازمی کرنی تھی۔ چاہے اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے پھر وہ اس کی گردن کی پشت میں ایک چھوٹا سا ٹیلی ٹرانسمیٹر کھال چیر کر فٹ کرنے میں مصروف ہو گئے تاکہ فیاض نہ صرف ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہے۔ بلکہ وہ ریسیجنگ مشین پر اس کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ سن بھی سکیں۔

”س۔ رحمان عمران کا والد ہے۔“ فیاض نے کہا اور پینا باس کے منہ سے غزا سٹ نکل گئی۔

”ایس ون۔“ اچانک چیف باس نے سفید اپران واے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔“ اس نے بڑے مزوڈانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اے ایون تھری کا۔“ انجکشن لگا دو۔ اور اس کی گردن میں ایکس ایون فٹ کر دو تاکہ اس کا ذہن ہمارے کنٹرول میں رہے۔ اور اس کی کارکردگی بھی مسلسل چیک کر سکیں۔“ چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔“ ایس ون نے ایک اور مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”اور سنو۔“ ایس ٹو کو صرف اس کی کارکردگی کی مسلسل چیکنگ پر لگا دو۔ مجھے اس کی مکمل رپورٹ ملنی چاہیے۔ تاکہ اس کے ذریعے میں عمران اور سر رحمان دونوں کا خاتمہ کر سکوں۔“ چیف باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔“ اسے واپس بھیج دیا جائے۔“ ایس ون نے پوچھا۔

”تم نے ویسٹ مارٹ پہنچ کر کہاں ٹھہرنا تھا۔“ چیف باس نے اس بار فیاض سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ہوٹل آرگنٹرا۔“ وٹن میرے نام سے گھر تک ہے۔“ فیاض

”تو یہ اس میں خاص بات کیا ہوئی؟“ — صفدر نے سسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ابھی میں نے خاص بات بتائی کہاں ہے۔ کار میں اس لڑکی کے ساتھ عمران بھی بیٹھا ہوا تھا۔“ — کیپٹن شکیل نے کہا اور صفدر بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات تھے۔

”کیا کہہ رہے ہو عمران کا یہاں کیا کام۔ وہ تو پاکیشیا میں ہو گا؟“

صفدر نے کہا۔

”کام کا تو مجھے علم نہیں۔ بہر حال عمران کا میں بیٹھا ضرور تھا اور خاصا مطمئن لگ رہا تھا۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”اوہ یہ خبر اکیسٹو کو ضرور ملنی چاہئے۔ یہ خیال ہے اس بار عمران اپنے طور پر یہاں کام کر رہا ہے۔ اس کا خیال ہو گا کہ وہ اپنے طور پر مشن کامیاب کر کے ایکسٹو پر طنز کرے گا۔“ — صفدر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہو۔“ — کیپٹن شکیل نے مختصر سا جواب دیا۔

مگر میں ایسا نہیں بنوںے دوں گا۔ عمران ہمارا دوست سہی۔ مگر یہ سیکرٹ سروس اور اکیسٹو کی عزت کا سوال ہے۔ ایکسٹو کا سر عمران کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے۔“ — صفدر کے لہجے میں آہنی عزم کو دہلے رہا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کچھ جواب دیتا۔ ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف جھٹکا نظر آیا۔ وہ کوئی مقامی نوجوان تھا۔

صفدر کو بٹھیوں کے نمبروں پر نظریں دوڑاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جلد ہی اُسے ایک کافی بڑی عمارت کے گیٹ پر چالیس کا نمبر سدھ چکنا ہوا نظر آ گیا۔

صفدر نے دیاں رک کر ادھر ادھر دیکھا تو اُسے ایک ہلکی سی سیڑھی کی آواز سنائی دی۔ یہ سیڑھی اُسے اپنی پشت پر ایک درخت کی طرف سے آتی سنائی دی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹا اور پھر اُسی لمحے درخت کی اوٹ سے کیپٹن شکیل نکلتا ہوا نظر آیا۔

”نعانی کہاں ہے؟“ — صفدر نے پوچھا۔

”وہ عمارت کی پشت پر موجود ہے۔ اور ایک ابھراتی سنو۔ ابھی ابھی ایک کار اس کو جھٹی سے باہر نکلی ہے۔ جسے ایک خوب صورت لڑکی چلا رہی تھی۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

حفہ اور کیپٹن شکیل اُسے اپنی طرف آتا دیکھ کر حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔

نیز پر رکھ دیئے۔

”ایک ٹونے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ان دونوں نے ہنسی سے کافی کے منگ اٹھا لے۔

”نعانی کہاں ہے؟“ ایک ٹونے دھیمے لہجے میں پوچھا۔
”وہ عمارت کی پشت پر ہے۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
”گڈ۔“ ایکس ٹونے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

”سر ایک اسم خبر ہے۔ کیپٹن نے ابھی بتایا ہے کہ مطلوبہ عمارت سے ایک کار نکلی تھی جسے ایک لڑکی چلا رہی تھی اور عمران اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔“ حفہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”عمان۔“ ایکس ٹونے طرح چونک پڑا۔

”ہاں سر۔“ وہ عمران ہی تھا۔ میں نے واضح طور پر دیکھا تھا۔
کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ اس کا مطلب ہے عمران اپنے طور پر کام کر رہا ہے اور وہ ہم سے پہلے ہیڈ کوآرڈر پہنچ گیا ہے۔“ ایکس کے لہجے میں گہری تشویش نمایاں تھی۔

”سر۔“ وہ شاید عمارت نہنت نوالہ جھینے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اُسے سستی قیمت پر ایسا نہیں کرنے دوں گا۔“ حفہ نے بڑے بر اعتماد لہجے میں کہا۔

”ہوں۔“ ہمیں اس سے ابھنے کی ذرت نہیں ہے مگر ہمیں اپنے کام کی رفتار کو دینی چاہیے۔ میرا خیال ہے اس عمارت کو اندر سے چیک کر لیا جائے۔“ ایکس ٹونے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ایکس ٹونے والے ریسٹورنٹ میں پہنچ جاؤ۔“ نوجوان نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے مدہم لہجے میں کہا۔ مگر اس کے حلق سے نکلنے والی مخصوص غراہٹ نے ہی انہیں بتا دیا کہ وہ ایکس ٹونے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا پراسرار چہیت جسے اصل شکل میں دیکھنے کی حسرت میں وہ سب مرے جا رہے تھے۔ ایک ٹونکی بار اس روپ میں ان کے سامنے آیا تھا۔ مگر انہیں معلوم تھا کہ وہ کسی بھی قیمت میں اس کی شکل نہ دیکھ سکیں گے۔ اور شاید یہ حسرت وہ اپنے ساتھ لئے قبر میں چلے جائیں۔

ایکس ٹونے کا کافی آگے بڑھ گیا تو وہ دونوں بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اس ریسٹورنٹ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ ریسٹورنٹ کے دروازے میں داخل ہوئے تو انہیں سامنے کیپٹن میں ایکس ٹونے سے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اخبار کے مطالعے میں مصروف نظر آیا۔ وہ دونوں جھپکے ہوئے اس کیپٹن میں داخل ہوئے اور پھر حفہ نے ہاتھ بٹھا کر پرودہ برابر کر دیا۔

”اُسی لمحے ایک ویٹر نے پرودہ ہٹا کر سر اندر ڈالا۔

”دو کپ کافی۔“ ایکس ٹونے اپنی مخصوص آواز میں کہا اور ویٹر کا سر غائب ہو گیا۔ وہ دونوں قدرے مودبانہ انداز میں اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ اور شاید یہ ان کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ ایکس ٹونے اتنے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد ویٹر نے کافی کے دو کپ

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اگر یہاں بھڑور
حد کیا جائے تو یقیناً ہم مجرموں کی شررگ کاٹ سکتے ہیں۔"۔۔۔ کیپٹن
شکیل نے کہا۔

"او۔ کے۔۔۔ تم تینوں عمارت کے اندر جاؤ۔ اپنے واپس ٹرانسمیٹر
آن کر لینا۔ میں عمارت سے باہر رہوں گا اگر کوئی خطرہ ہوا تو میں بھی آ
جاؤں گا۔"۔۔۔ ایکسٹونے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کیبن سے
باہر نکلتا چلا گیا۔

ایکسٹونے جانے کے بعد ان دونوں نے اطمینان سے کافی کے
کپ ختم کئے اور پھر باہر آ گئے۔ صفدر نے کاؤنٹر پر کافی کی قیمت ادا
کی اور پھر وہ ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے۔ اب شام خامی گھبری ہو
چکی تھی۔ اس لئے ہر طرف ہلکا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ دونوں علیحدہ
ہو کر چلتے ہوئے مختلف راستوں سے اس عمارت کے عقب میں پہنچ
گئے۔ جہاں ذخیرہ ایک تھوٹی سی دیوار کی اوٹ میں پہنچے ہی موجود تھا۔

حصہ اول ختم ہوا

متحرک موت حصہ دوم

سیٹر نے کار ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ پر روک دی۔
گیٹ پر پروفیسر ڈاکٹر سر جان گیل کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ گیٹ پر کھڑے
ہوئے مسلح دربان نے مس گیل کو دیکھ کر چپتی سے گیٹ کھول دیا اور پیٹر
کار اندر پورچ کی طرف لئے چلا گیا۔

"آؤ پرنس تمہیں اپنے ڈیڑھی سے ملواؤں۔ مگر پرنس ایک بات
یاد رکھنا میرے ڈیڑھی نے حد کم گو، باتار اور بنجیدہ آدمی ہیں اگر تم نے
ان کے سامنے کوئی اوٹ پٹانگ بات کی تو وہ ایک لمحہ بھی تمہیں کوٹھی
میں برداشت نہ کر سکیں گے۔"۔۔۔ کار سے اتر کر برآمدے کی طرف
جائے ہوئے مس گیل نے ہدایات دیں۔

"یہ ہدایت نامہ بھیجی کے کون سے باب کے پیراگراف سے پڑھی
میں؟"۔۔۔ عمران نے بڑا سمانہ بناتے ہوئے کہا اور مس گیل بے اختیار
بہنس پڑی۔ اُسے یہ چنچل سانا جو اب بے حد پسند آیا تھا۔ سنا جائے کیا بات
تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یہ نوجوان ہمیشہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔

مختلف کمروں اور رابداریوں سے گزرنے کے بعد مس گیل ایک دروازے کے سامنے رک گئی۔

”یہ لائبریری ہے — ڈیڈی اس وقت یہیں ہوں گے۔“ مس گیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے خاموشی سے سر ہلادیا۔ مس گیل نے دروازہ پر آہستہ سے دستک دی تو اندر سے ایک باوقارہ آواز سنائی دی۔

”کم ان۔“ اور گیل عمران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی دروازہ کو دیکھ کر اندر داخل ہو گئی۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ لائبریری خاصی بڑی اور شاندار تھی۔ ایک آرام کرسی پر ادیبانہ عمر کا ایک آدمی ہاتھ میں کتاب اٹھائے بیٹھا تھا۔

”ہیلو ڈیڈی — کیسے ہیں آپ؟“ گیل نے مسرت جہ سے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”طیب — بول بے بی — یہ کون ہے؟“ عمران گیل نے سنت بچے میں جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

”یہ میرے نئے دوست ہیں ڈیڈی — پرنس آف ڈھمپ یہ ولیمٹ ہارٹ کی سیر کے لئے بجی دور سے یہاں آئے ہیں۔“ مس گیل نے عمران کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”پرنس آف ڈھمپ — یہ کیسا نام ہے؟“ عمران گیل نے حیرت بھرے لہجے میں عمران کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ریاست ڈھمپ کے والی عہد ہیں ڈیڈی۔“ مس گیل نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ تو آپ پرنس ہیں تشریف رکھیے۔“ عمران گیل نے اپنی بات سکتاتے ہوئے کہا مگر عمران نے صاف طور پر محسوس کر لیا کہ ان میں کراہٹ طغریہ ہے۔

”شکریہ۔“ عمران گیل ویسے بائیں دی دے آپ بیوی ڈیڈی ہیں میں یا بالکل لاسٹ قسم کی؟“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میرا نام گیل ہے کیسی نہیں سمجھتے؟“ عمران گیل کا ابجیکٹ منیت ہو گیا۔

”اوہ سواری۔“ سر میری یادداشت دراصل فضول قسم کی ہے۔ ڈیڈی نے شاہی حکیم نے تو کئی بار کہا ہے کہ مجھ کو عنبریں شہب کھالوں۔ مگر کیا میں جناب ملاوٹ کا زمانہ اٹھایا ہے۔ مجھ کو تو مل جاتی ہے مگر نہ عنبر نہ ہے نہ شہب۔“ عمران نے بڑے معذوم سے لہجے میں کہا۔

”یہ تم کیسے کہہ رہے ہو۔ یہ عنبر مجھ کو شہب یہ کیا ہیں؟“ سر گیل نے جھنجھلا کر کہا۔

”اوہ آپ تو ڈاکٹر ہیں آپ کو ان ادویات کا علم نہیں ہے۔ کمال ہے۔“ بون کیا اعزازی ڈگر می ماری ہے؟“ عمران نے آنکھ دبا کر بڑے دوشیانہ انداز میں پوچھا۔

”یوشٹ اپ نان سنس تمہیں بات کرنے کی تیز نہیں جاہل آدمی بن سائنس کا ڈاکٹر ہوں ادویات کا نہیں۔“ عمران گیل جیتھے سے ہی اکھڑ گئے۔

”اوہ ڈیڈی پیئر۔“ غصہ نہ کیجئے۔ یہ پرنس بے حد دل چپ آدمی

میں بہت معصوم۔۔۔ مس گیل نے جب بات بڑھتے دیکھی تو دریاں
 میں کود پڑی۔
 "جناب آپ کی لائبریری تو بہت شاندار ہے۔ ویرسی گریٹ کیا آپ
 کی لائبریری میں اسلے کی نئی کتاب "نیو فارمولا" ہے؟" — عمران نے
 ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور سر جان گیل کے چہرے پر یک
 حیرت کے تاثرات ابھرائے۔
 "تم اسلے کی کتاب سے کیسے واقف ہو؟" — سر جان گیل کے میں آگیا تھا۔
 "بچے میں حیرت کا سمندر رکھا لیٹھ مار رہا تھا۔ کیونکہ یہ کتاب ابھی چند دن
 ہوئے منظر عام پر آئی تھی اور اس کتاب نے سائنس کی تحقیقات میں
 انقلاب برپا کر دیا تھا۔"

"بائسری بچے لگتی ہے؟" — عمران نے بڑے حصص سے بچے
 میں اور اسلے کے بھی کام کرتے رہے ہیں آپ کو ایک راز کی یہ کہا اور سر جان گیل اچھل پڑے۔ ان کا چہرہ ایک بار پھر غصے سے
 بات بتاؤں۔ دراصل یہ کتاب میں نے لکھی تھی۔ مگر ایک دن اسلے نے غریب ہونے لگا۔ مگر مس گیل کا بے اختیار ہنسنے لگا گیا۔
 اسے دیکھ لیا۔ بس لگا میری منت سماجت کرنے کہ یا تم تو پرنس ہو؟ "تت — تم ابھی خاصی بات کرتے کرتے مذاق پر کیوں اتر آتے
 تمہیں کیا پرواہ ہے۔ میں غریب سا مسکرا رہا ہوں۔ یہ کتاب مجھے دے دو؟" — سر جان گیل نے غصیلے بچے میں کہا۔
 میں اسے چھوڑ دوں گا اپنے نام سے۔ اس کتاب پر یقیناً مجھے نوبل پرائز "جناب آپ بھی تو کمال کرتے ہیں۔ اب باقی ریسرچ آپ کے حوالے
 مل جائے گا۔ لمبی رقم باقیہ آئے گی۔ چنانچہ میں نے اسے دے دی۔ دو دن تاکہ اسلے کی طرح آپ بھی نوبل پرائز لے جائیں جو نہہ — عمران
 عمران نے بڑے لاپرواہ سے انہمازیں تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا۔
 "میرے سامنے جھوٹا مت بولو۔ میں اس قسم کا جھوٹ نہیں دیکھتا۔" — عمران نے اس پر ریسرچ مکمل کر لی ہے؟" — سر جان گیل
 نہیں کر سکتا۔ تم جیسے پڑھی مار بھلا سائنس کی اس قدر جدید تحقیقات سے یقین نہ آنے والے بچے ہیں کہا۔
 متعلق کیا جانیں۔ کہیں سے سن لیا ہو گا کتاب کا نام۔ اور لگے ہوئے کب کی — بلکہ میں تو آج کل نیوٹران کے ماخذ سائیکلون کی بنیادی
 چھاڑنے؟" — سر جان گیل ایک بار پھر غصے میں آ گئے۔ "ویرسی پر کام کر رہا ہوں؟" — عمران نے جواب دیا۔

”جان کنواںی ہے مگر وہ کیوں؟“ — جان گیل نے حیرت جہے جے میں پوچھا۔

”ارے سنا ہے یہاں کوئی دہشت گرد وہ مگر عمل ہے۔ سالمہ نین اڑا رہے ہیں وہ لوگ لیبارٹری کی کھلاکیہ مشیت ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ تو یہ بات ہے۔“ — جان گیل نے منہمکی سے لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ مگر تم فکر نہ کرو۔ لیبارٹری کی سخت حفاظت کی جا رہی ہے۔

”نا بابا۔“ — میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔ جب تک دہشت گرد نہ پڑے جائیں۔ میں تو کسی احمک پر قدم بھی نہ رکھوں گا۔ ہاں البتہ ایک شرط ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”کونسی شرط؟“ — جان گیل نے چونک کر پوچھا۔

”یہی کہ پہلے میں دہشت گردوں کا خاتمہ کروں گا۔ پھر آپ کی لیبارٹری اتنی مہربانی کرو کہ وہ۔“ — قومی لیبارٹری میں ہمارے ساتھ اس ٹاپک پر ریسرچ بھی کر لوں گا۔“ — عمران نے بڑا مختصر سا جواب دیا۔

”تم دہشت پسندوں کے خلاف کام کرو گے۔ کیا کہہ رہے ہو۔“ — سیکرٹ سروس انٹیلی جنس اور پولیس انہیں نہیں پکڑ سکی تھیں انہیں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اس کا تمام وقار سنجیدگی اور کڑنگی جیسے ہلا دے گا۔“ — جان گیل نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

”جو کئی تھی۔ اس کے چہرے سے یوں آدھوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ندیدہ“ — اس بات کا آپ نکر نہ کریں۔ میں نے ایسے مہربانوں کا کان بڑا خوب صورت کھونے کو دیکھ کر لپٹا رہا ہو۔

”قومی لیبارٹری میں۔“ — ارے تو ب۔ میں نے اپنی جان گنوا رہا ہوں۔ صرف آپ اتنا کریں کہ اپنی سیکرٹ ہے نہ۔“ — عمران نے اچانک خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”تم۔ تم ایک گریٹ سائنسدان ہو۔ بہت ہی گریٹ۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تم۔۔۔۔۔۔“ — سمر جان گیل نے گڑھی سے اٹھتے ہوئے جھپٹ کر عمران سے زبردستی مٹھا فخر کرتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر واقعتاً ایسے تاثرات تھے جیسے وہ عمران کی قابلیت پر ایمان لے آئے ہوں۔ جب کہ اب سمر گیل کے حیران ہونے کی بارہی تھی کہ آخر یہ پرنس سے کیا ملا۔ اس کے ڈیڈی تو اچھے اچھے سائنسدانوں کو گھاس نہیں ڈالتے۔ جب کہ وہ پرنس کی یوں تعریف کر رہے ہیں جیسے وہ اچھے اس کے سامنے طفل مکتب ہوں۔

”ارے ارے آپ کو کیا ہو گیا۔ چلو خواتین کریں میں یہ ریسرچ آپ کو دے دوں گا۔ آپ بھی لے لیں ایک نوبل پرائز میرا کیا جاتا ہے۔“ — عمران نے یوں لاپرواہی سے مٹھا ملا یا جیسے کان پر میٹھی مکھی اڑا رہا ہو۔

”ارے نہیں پرنس۔ مجھے یوں پرزہ کی ضرورت نہیں۔ بس تم اتنی مہربانی کرو کہ وہ۔“ — قومی لیبارٹری میں ہمارے ساتھ اس ٹاپک پر ریسرچ بھی کر لوں گا۔“ — عمران نے بڑا مختصر سا جواب دیا۔

”تم دہشت پسندوں کے خلاف کام کرو گے۔ کیا کہہ رہے ہو۔“ — سیکرٹ سروس انٹیلی جنس اور پولیس انہیں نہیں پکڑ سکی تھیں انہیں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اس کا تمام وقار سنجیدگی اور کڑنگی جیسے ہلا دے گا۔“ — جان گیل نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

”جو کئی تھی۔ اس کے چہرے سے یوں آدھوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ندیدہ“ — اس بات کا آپ نکر نہ کریں۔ میں نے ایسے مہربانوں کا کان بڑا خوب صورت کھونے کو دیکھ کر لپٹا رہا ہو۔

”قومی لیبارٹری میں۔“ — ارے تو ب۔ میں نے اپنی جان گنوا رہا ہوں۔ صرف آپ اتنا کریں کہ اپنی سیکرٹ ہے نہ۔“ — عمران نے اچانک خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے امید ہے جب تم واپس آؤ گے تو فائل ایکلی
 کی۔ میں ابھی چیف کو فون کرتا ہوں۔“ — جان گیل نے کہا اور عمران
 بلا تا ہوا مس گیل کے پیچھے چلتا ہوا لائبریری سے باہر نکل گیا۔

میں ان کی تازہ ترین سرگرمیوں سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔“ — عمران
 نے بڑے سنجیدہ چہرے میں کہا۔
 ”ڈیڈی آپ انہیں نہیں جانتے۔ کافرستان کا مشہور جاسوس کرنل
 فریدی ان کا شاگرد ہے۔ اور انہوں نے کمرٹا لوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا
 ہوا ہے۔“ — مس گیل جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی ہوئی تھی آخر کار
 بول پڑی۔

”اوہ۔ کیا یہ سچ ہے۔“ — جان گیل کو شاید آج حیرت کے
 اتنے جھٹکے ملے تھے کہ اب اس نے مزید حیران ہونا چھوڑ دیا تھا۔
 ”کمال ہے آپ ہر بات کو جھوٹ کیوں سمجھتے ہیں۔ پھر کیا خیال ہے
 فائل مل جائے گی۔ مگر ایک بات ہے چیف کو میرے متعلق علم نہ ہو۔“
 عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں منگوا لوں گا۔ چیف میرا دوست ہے۔ میں اس
 فائل کو ذاتی طور پر پڑھنے کے لئے کہوں گا۔“ — مس جان گیل نے
 جواب دیا۔ اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس فائل
 کے لئے تو اس نے اتنا لمبا پکڑ چلایا تھا وہ جانتا تھا کہ اور کسی طریقے سے
 اتنی خفیہ فائل نہ مل سکتی تھی۔ اور اگر وہ سرکاری طور پر یہاں کام کرتا
 پھر سو سنا تھا دہشت گرد تنظیم کو بھی اس کی یہاں موجودگی کی خبر ہو نہ
 اور یہی وہ چاہتا تھا۔

”اچھا ڈیڈی۔“ — میں پرنس کو ساتھ لے کر شہر کی سیر کے لئے
 رہی ہوں۔ رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے۔“ — مس گیل نے اٹھ
 جوئے کہا۔

پہنچا ہے۔
ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ وہ گاڑی سے یہاں کیسے پہنچا کہ اپنا مک اُسے
لائی پر ملکی ملکی ضربیں لگتی محسوس ہوئیں۔ اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔
گھر کی پر بندھی ہوئی گھڑی مخصوص قسم کا وایج ٹرانسمیٹر تھا۔ جسے سر رحمان
نے اُسے دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سر رحمان کی کال ہوگی۔ چنانچہ اُس نے تیزی
سے گھڑی کا وولٹرین مخصوص انداز میں کھینچ کر دیا۔ دوسرے لمحے گھڑی
پر سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے لگنے لگا۔

”جیلو۔ رحمان سپیکنگ اوور۔“ گھڑی میں سے سر رحمان

سور پر فیاض کی آواز آئی تو اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھ کر
اور پھر جیسے ہی اس کی شعوری کیفیت بہتر ہوئی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس
کی نظروں میں حیرت کے ساتھ ساتھ شدید الجھن کے آثار بھی نمایاں تھے۔
”یہاں سے فیاض بول رہا ہوں جناب اوور۔“ فیاض نے
”تم اس وقت کہاں ہو اور۔“ سر رحمان نے پوچھا۔
”ہوٹل آرگنٹز میں جناب اوور۔“ فیاض نے جواب دیا۔
”اوہ۔ کیا تم ٹرین سے اتر گئے تھے اور۔“ سر رحمان کے
لبے میں ملکی سی حیرت نمایاں تھی۔
”ظاہر ہے جناب اوور۔“ فیاض نے گوگو کے عالم میں کہا۔
وہ سوچ رہا تھا کہ سر رحمان کا دماغ تو درست ہے بھلا گاڑی سے
اترے بغیر وہ ہوٹل آرگنٹز میں کیسے پہنچ جاتا۔

”یہ کونسی جگہ ہے کسی ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا ہے۔“ سو پر فیاض
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کی نظر اس بستر کے قریب پڑی ہوئی
میز کے اوپر موجود ایک پیڈ پر پڑیں۔ اور اس نئے حلق سے پلے اختیار
ایک طویل سانس نکلی۔ پیڈ کے کنارے پر ”ہوٹل آرگنٹز اولیٹ مارنڈ
کے موٹے موٹے الفاظ صاف طور پر پڑھے جا رہے تھے۔ اور اُسے
رحمان کی ہدایت یاد آگئی۔ کہ ولیٹ مارنڈ پہنچ کر اُسے ہوٹل آرگنٹز

”کہاں اترے تھے تم اور۔“ سر رحمان نے سوال کیا۔
اُسی لمحے فیاض کے دماغ میں ایک پھلجڑی سی چھوٹی۔ اُسے یوں
محسوس ہوا جیسے کوئی اور شخص اُسے حکم دے رہا ہو کہ وہ جواب میں

کہے کا سا بلانکا سٹیشن پر اور پھر فیاض کے لبوں سے خود بخود جواب پھسل گیا
"مگر تمہیں میں نے اس سٹیشن پر اترنے کے لئے تو نہیں کہا تھا اور" سر رحمان نے پوچھا۔

"جناب میں نے سوچا کہ اس سٹیشن پر اتر کر ٹیکسی کے ذریعے ولسٹ ہارٹ پہنچ جاؤں۔ ایسا میں نے احتیاط کے طور پر کیا تھا اور" سوپر فیاض نے جواب دیا۔ یہ پورا جواب اُسی طرح اس کے ذہن میں برائیت کے طور پر آگیا تھا۔

"ویری گڈ فیاض۔ تمہاری اس احتیاط نے تمہاری جان بچا دی۔ تم سن تو چکے ہو گے کہ دہشت گرد نے وہ پوری ٹرین ہی اڑا دی تھی۔ اور اب تمہارے سوا ٹیم کا کوئی ممبر زندہ نہیں بچا اور" سر رحمان کی آواز سنائی دی اور سوپر فیاض بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ٹرین کی تباہی کا اُسے علم تو نہ تھا۔ مگر ساتھیوں کی موت کا سن کر اس کے اعصاب کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔

"جی جناب مجھے علم ہے اور" سوپر فیاض اب ہلکا اور کیا جواب دیتا۔

"سنو فیاض۔ تمہیں بے حد محتاط رہ کر کام کرنا ہے۔ ہمارے دس ممبر یہاں آئے ہی ختم ہو گئے ہیں۔ میرا جہاں تک خیال ہے ہماری یہاں آمد دہشت گرد سے بھی نہیں رہی۔ اس لئے اس نے ہمارے غلٹے کے لئے پوری ٹرین کو ہی اڑا دیا ہے۔ بہر حال میں مزید آدمی بلانے کا دمک نہیں لینا چاہتا۔ اب تمہیں ہی یہ مشن مکمل کرنا ہوگا اور" سر رحمان نے کہا۔

"مجھے اکیلے اور" سوپر فیاض کی آواز میں شدید حیرت تھی۔
"ہاں اکیلے۔ یہ تمہاری صلاحیتوں کا امتحان ہے۔ میں تمہیں وقتاً فوقتاً نیکر کرتا رہوں گا۔ فی الحال اتنا کلیو ملا ہے کہ دہشت گرد کی سرگرمیوں کا مرکز جزیرہ مین ہٹ بننے والا ہے۔ تمہیں جیس بدل کر وہاں پہنچنا ہوگا۔ جب وہاں پہنچو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ فریکوئنسی لوٹ کر لو۔" بھڑکی زبردستی بھڑکی اور" سر رحمان نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب۔ مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہے اور" سوپر فیاض نے سر سے سرے بچے میں پوچھا۔

"یہ جب تم وہاں پہنچو گے تو تینا ڈال گا۔ میک اپ کا سامان تمہارے کمرے میں پہنچ جائے گا۔ اور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور سوپر فیاض نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دنگ ہٹن وبادیا۔

اس کا دماغ پھٹنے کے قریب تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار واقعی موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔ بھلا اتنی خوف ناک تنظیم کے مقابلے میں وہ اکیلا کیس کر سکتا ہے۔ یہ بڑھا تو اسے خود کشی پر مجبور کر رہا ہے۔ مگر تباہ کیا نہ کرتا۔ بڑھے کی ہدایت پر عمل تو کرنا تھا۔ اُسی لمحے اُسے عمران کا خیال آگیا۔ کاش عمران اُسے مل جاتا تو پھر اُسے قطعاً پرواہ نہ رہتی۔ مگر عمران تو گدھے کے سر سے سینک کی طرح غائب تھا۔

"عمران کو تلاش کرنا چاہیے وہ یقیناً یہاں پہنچ چکا ہوگا۔" فیاض نے سوچا۔ مگر اُسے کہاں تلاش کروں نہ جائے وہ کس میک اپ میں ہو۔

جواب دیا۔

”اور کسے۔۔۔ اب تم نے فیاض پر چمبہری نظر رکھنی ہے اور جب بھی پتہ چلے کہ وہ عمران سے ملے۔ عمران کو ٹارگٹ میں رکھ کر مجھے فوراً کال کرنا۔۔۔“ چیف باس نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔“ سکریں پر نظر آنے والے نوجوان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
اور نقاب پوش چیف باس نے اسے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر چھوٹی سی سکریں بھی نصب تھی کا سویچ آف کر دیا۔
اور پھر اس نے میز کے کنارے پر نصب بے شمار بٹنوں میں سے ایک سرخ رنگ کے بٹن جس پر پہلے رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں دبایا۔ دوسرے لمبے سامنے دیوار پر نصب ایک اور سکریں روشن ہو گئی۔
سکریں پر ایک خوب صورت لڑکی کی نظر آنے لگی۔

”یس باس۔۔۔ لڑکی کے لب بے۔“
”سیکشن تھری کے رافیل اور شوگر کو میرے پاس بھیج دو فوراً۔“
چیف باس نے کہا اور بٹن کو ایک بار پھر دبا دیا۔ سکریں تاریک ہو گئی۔
تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ سوٹوں میں ملبوس دو نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے چہروں سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ انتہائی سفاک اور بے رحم قسم کی فطرت کے مالک ہیں۔
وہ دونوں اندر داخل ہو کر بڑے مودبانہ انداز میں میز کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

”رافیل۔۔۔“ چیف باس نے دروازے کی طرف کھڑے

اور پھر اپنا نک اس کے ذہن میں ایک خیال آگیا کہ اگر وہ عمران کو نہیں پہچان سکتا تو عمران تو اسے پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے میک اپ کرنے سے پہلے شہر میں پیدل گھومنے کا پروگرام بنالیا تاکہ اگر عمران اس کی تلاش میں ہو تو وہ اسے دیکھ کر اس سے رابطہ قائم کرے۔
یہی سوچ کر وہ تیزی سے اٹھا۔ اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر راہداری میں نکل آیا۔



”فریکوئنسی چیک ہوئی شیکل۔۔۔“ چیف باس نے کرخت آواز میں پوچھا۔

”یس سر۔۔۔ فریکوئنسی کے مطابق سر رحمان اس وقت پلازہ بلاڈنگ کے راسٹری نمبر بارہ میں مقیم ہیں۔“ سکریں پر نظر آنے والے نوجوان نے سامنے رکھے گراف پر سے سراٹھاتے ہوئے جواب دیا۔
”پوری طرح چیک کر لیا ہے۔“ چیف باس نے پوچھا۔
”یس سر۔۔۔ بالکل صحیح پوزیشن ہے۔“ شیکل نے

باز نکلتے چلے گئے۔

ان کے باہر جاتے

ان کے باہر جاتے ہی چیف باس اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی پشت پر موجود المارہی کے پٹ کھول کر اس نے ایک چھوٹی سی مشین نکالی اور اپنے سامنے میز پر رکھ دیا۔ مشین پر ایک ڈائل بنا ہوا تھا۔ جو کسی بڑے بیکے ڈائل کی طرح دکھتا تھا۔ چیف باس نے اس کے کونے میں موجود متن دیکھا تو مشین پر موجود مختلف بلب جل اٹھے۔ اور اس میں سے ایک سوانی آواز ابھری۔ کوئی عورت خبری سنا رہی تھی۔ یہ شاید قومی بلب کے لئے کارڈ لکھا تھا۔

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ دہشت گردوں کے ایک گروپ نے وزیراعظم کی رہائش گاہ پر مسلح حملہ کیا ہے۔ اس حملے میں چھوٹے بم دہشتیں چھین استعمال کی گئیں۔ تفصیلات کے مطابق دس افراد بشمول ایک گروپ ایک بڑی سی ویگن میں سوار وزیراعظم کی رہائش گاہ کے بڑے دروازے پر پہنچا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا وہ بھوں دہشتیں گنوں کی گولیوں کی بارش کرتے ہوئے رہائش گاہ میں گھستے چلے گئے۔ انہوں نے رہائش گاہ پر موجود تمام ملازمین اور حفاظتی کارکن

تھے۔ دس تے کے افراد کو ہلاک کر دیا۔ مگر خوش قسمتی سے وزیر اعظم اس حملے سے چند منٹ پہلے ایک ایمر جنسی کال کے سلسلے میں صدر مملکت سے ملنے چلے گئے تھے۔ اس لئے وہ بچ گئے۔ البتہ رہائش گاہ تباہ ہو گئی۔ حملہ آوروں میں سے دو افراد شدید زخمی ہو گئے مگر ان کے ساتھی انہیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔ پولیس کسٹمر کینال ہے کہ وہ حملہ جی حملہ آوروں کا سراغ لگائیں گے۔ - نیوز ریڈر نے خبر

”اور کے۔۔۔ کام مکمل ہوتے ہی زید و فریدونشی پر مجھے تفصیلات مل جانی چاہئیں۔“

چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہلا کر انہیں جانے کا مخصوص اشارہ کیا اور وہ دونوں سر کو مودبانہ انداز میں جھکا کر پلٹے اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتے کمرے

ختم کرتے ہوئے کہا اور چیف باس نے سوچ آف کر دیا۔

”یہ کم بخت ہر بار پچ نکلتا ہے۔“ چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مشین کے ڈائل پر موجود سوئی کو ایک چوکور تھروئل کے ذریعے دائیں طرف گھمایا جب سوئی ایک سرخ رنگ کے ہندسے پر پہنچی تو اس نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آوازیں نکلنے لگیں اور پھر چند لمحوں بعد ڈائل پر سبز رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے چلنے پھرنے لگا۔ چیف باس نے نقطہ چلتے ہی ایک اور بٹن دبا دیا۔

”ڈی۔ جی سپیکنگ اور۔“ بٹن دبے ہی وہ کرخت لہجے میں بولا۔

”یہ سرانجام سیکشن ون سپیکنگ اور۔“ دوسری طرف سے جواب ملا۔ لہجے میں خاصی سختی تھی۔

”کیا رپورٹ ہے اور۔“ چیف باس نے پوچھا۔

”سر وزیر اعظم ہاں شنگھاپر موجود نہیں تھا۔ البتہ اس کی دایاں موجودگی کی اطلاع درست تھی۔ صرف وہ چند لمحے قبل نکل گیا۔ دو آدمی زخمی ہوئے تھے۔ جنہیں دایاں سے لے جا کر ہوائی اڈے ون پر پہنچا دیا گیا ہے اور۔“ نمبر ون نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”سنو نمبر ون۔ حالات میں تیزی نہیں آرہی۔ پورے ملک میں بھرپور حملوں کا خصوصی پروگرام بناؤ۔ جب تک حکومت ہمارے مطالبات تسلیم نہ کرے۔ اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ کوئی اہم عمارت درست حالت میں باقی نہ رہے۔ اور نہ ہی کوئی اہم آدمی زندہ بچے۔“

دور۔“ چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ بین آپریشن کے لئے صرف آپ کی طرف سے اجازت کی ضرورت تھی۔ پروگرام میرے سیکشن نے پوری طرح تیار کر رکھا ہے اور۔“ نمبر ون نے چپکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اور۔ کے۔“ حشر برپا کر دیا کہ میں ہٹن میں غنڈہ باز ہونے والی کانفرنس میں حکومت ہمارے پارٹی کے آدمی کی بات ماننے پر مجبور ہو جائے اور۔“ چیف باس نے کہا۔

”مگر سرانیکشن کے بغیر ہماری پارٹی کے آدمی کیسے ہر سراقہ ادا کر سکتے ہیں اورانیکشن اگر صحیح ہوا تو پھر ایسا ناممکن ہے اور۔“ نمبر ون نے کہا۔

”تم اس بات کی فکر نہ کرو۔ انیکشن تو ایک ڈھونگ ہوگا۔ ہمارے چار سیکشن اس انیکشن پر کام کریں گے اور نتیجہ ہمارے حق میں ہوگا اور۔“ چیف باس نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے باس۔ اس کے متعلق آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں اور۔“ نمبر ون نے جواب دیا۔

”تم صرف اپنے مشن کی تکمیل کرو باقی کاموں پر اپنا دماغ استعمال نہ کیا کرو۔ اور اینڈ آل۔“ چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے مشین کا سوئچ آف کر کے مشین کو دایاں الٹا دیا۔

کر کے بات کریں اور کہیں سیکرٹ سروس کو متعلق کر کے خود فیاض سمیت چلے جائیں مگر اس فیصلے کے آڑے ان کی انا آگئی۔ وہ اپنے چنگیزی و دہشتہ شکست کا لیبل برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے فیاض کو فیاض کو استعمال کریں۔ دوسری صورتیں ہوں گی یا تو فیاض یہ بوجھ لئے گا۔ یا پھر تنخواہ فیاض کی موت کی صورت میں برآمد ہوگا۔

مئی موت کے بعد انہوں نے خود میدان میں عملی طور پر اترنے کا فیصلہ نہ کیا۔ وہ اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

جہاں پہنچتے ہی انہوں نے یہاں کی امیٹی جس کے حریف شاریٹز سے ملاقات شاریٹز ان کے ذاتی دوست بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے دہشت گرد ہرادی قابل انہیں پڑھنے کے لئے دی اور وہیں سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ دہشت گرد معتد سب جزیرہ میں حصن میں کام کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے فیاض کو جزیرہ میں حصن میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ شاریٹز نے ان کی پوری امداد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ بات اس کے اپنے ذہن میں بھی تھی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی اسے حصن میں جاتے ہیں اس کو کوئی واضح کیلو ملاوہ انہیں اطلاع کر دے گا۔ اور پلانہ ملنگ ان کی رہائش کا انتظام بھی شاریٹز ہی کیا تھا۔

جو کہ شاریٹز کی طرف اسے اطلاع ملنے کے بعد کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ اس نے سرحدان فی الحال فارغ ہی تھے۔ پھر اچانک انہیں خیال آ گیا کہ بجائے وہاں فارغ بیٹھنے کے کیوں نہ وہ خود جزیرہ میں حصن چلے جائیں اور وہاں خود بات کا جائزہ لیں شاید کوئی ایسا کیلو مل جائے جس کے ذریعے وہ کامیابی حاصل کر لیں۔

سرحدان نے فیاض کو ہدایت دینے کے بعد واپس ٹرانسمیر آف گیا اور پھر اندھ کو کمرے میں ٹپنے لگے۔ حالات ان کی مرضی اور توقع کے برعکس بالکل بدل گئے تھے۔ پوری ٹیم ہی سوائے فیاض کے ختم ہو گئی تھی اور یہ وہ جانتے تھے کہ اتنی بڑی تنظیم کے مقابلے میں کیسا فیاض کچھ نہیں کر سکتا۔ اور خود وہ عمر کے تقاضوں کی وجہ سے عملی طور پر میدان میں نہ اتر سکتے تھے۔ ایک بار انہوں نے سوچا تھا کہ اپنے ملک سے دس اور افراد منگوا لئے جائیں مگر پھر انہوں نے فیصلہ بدل لیا کیونکہ پہلی ٹیم کی تباہی سے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ ان کے حلقے میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جن کا رابطہ دہشت گرد سے ہے۔ اس لئے ٹیم کی روانگی اور ان کی ٹرین میں موجودگی کا دہشت گرد کو پتہ چل گیا۔ ایک اور بات بھی ان کے ذہن میں آئی تھی کہ ٹرین کی تباہی اتفاق بھی ہو سکتی تھی کیونکہ یہ تنظیم پہلے ہی اس قسم کے کام کرتی رہی ہے۔ بہر حال سوچ سوچ کر انہوں نے دوسری ٹیم منگوانے کا فیصلہ ترک کر دیا تھا۔ اس فیصلے کو ترک کرنے کے بعد ایک بار تو وہ اس بات پر بھی تیار ہو گئے تھے کہ سرحدان

یہ سوچتے ہی وہ تیزی سے غسل خانے میں داخل ہوئے تاکہ نہاکر لباس بدل لیں۔ غسل خانے میں جا کر انہوں نے شاہد کھولا اور پھر نہانے لگے۔ اس نے ہنسی بھری نظر سے کمرے کی تلاشی لینی شروع کی اور پھر اُسے ایچی کیس مصروف ہو گئے۔ غسل خانے کی الماری میں ان کے کپڑے موجود تھے۔ یہ خدشہ اسے وہ ریلو اور مل گیا۔ جو سردھان مٹانا چاہتے تھے۔ اس کے چنانچہ کپڑے بدل کر وہ اطمینان سے غسل خانے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور کوئی خاص چیز نہ ملی تو رافیل نے سامان کو دوبارہ چلی جسبی حالت نکلے اور بستر کے نیچے پڑے ہوئے لٹیکس کچلنے کے لئے جھکے تاکہ اس پر دست کیا۔ اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے چونکہ خفیہ خانے میں موجود ریلو اور نکال سکیں کہ اچانک انہیں اپنی پشت پر کمرے پر دست نہ پڑے۔ اس لئے اسے انگلیوں کے نشان غبت حرکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے تیزی سے مڑنا چاہا مگر دروازہ کھل گیا۔ اس کا شہرہ نہ تھا۔ ویسے بھی اس نے کمرے کو زیادہ المٹ پلٹ نہ کیا تھا۔ اس کے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب لگی اور وہ منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ اس کوئی چپک کر کے آئے تو اُسے محسوس نہ ہو سکے کہ سردھان بہر اغوا گئے۔ ان کے ذہن میں ہزاروں سوالات اٹھنے لگے۔ ایک اور ضرب لگنے کا احساس ہوا اور پھر ان کا ذہن اس نے دروازہ دوبارہ لاک کر دیا۔ وہ دونوں ابھی ابھی دہلیں مارا کیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکے تھے۔

"بڑھا خاصا صحت مند ہے رافیل۔۔۔ بستر کے قریب کھڑے ہوا۔ انہوں نے شاہد کی آواز سن کر وہ سمجھ گئے تھے کہ کمرے میں رہنے والا فوجان نے دروازے کے قریب موجود دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر غسل خانے میں موجود ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دروازے کی اوٹ میں چھپ گیا۔

"ہاں۔۔۔ بہر حال غلط فہمی میں مارا گیا۔ اگر وہ ہمیں دیکھ لیتا تو شاید اتنی سی پرلٹ پڑے اور اب نتیجہ سامنے تھا۔ رافیل نے دروازہ بند کیا۔ آسانی سے بے ہوش نہ ہوتا رہا۔ اسے اٹھا کر عقبی راستے سے کمرے میں چلا آیا اور پھر وہاں سے گزرا کہ وہ عقبی سمت آ گیا۔ یہ دروازہ فائر بریگیڈ کیلئے پہنچاؤ۔ میں کمرے کی تلاشی کے لیے ابھی آتا ہوں۔" رافیل نے کمرے میں طور پر بنایا گیا تھا اور عمارت کی عقبی سمت ایک تادیب سی کل میں اور پھر پہلے فوجان نے ہاتھ میں کپڑا ہوا بھاری ریلو اور جس سے اس نے ہبیاں اترتی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا اگلی میں آیا۔ اور پھر سردھان کے سر پر ہنر میں لگائی تھیں جیب میں منتقل کیا اور پھر جھک کر اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گلی کے ساتھ ہی ایک بڑی سی گاڑی موجود سردھان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ سردھان چونکہ کافی وزنی تھے اس لیے وہ سیدھا گاڑی کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ والا لئے انہیں کندھے پر لٹانے کے لئے اُسے خاصا زور لگاتا پڑا۔ بہر حال وہ نہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ کر جانی پھر تری سے کار کا انجن اشارت کر دیا۔

اب اسے کہاں لے جانے کا پروگرام ہے۔۔۔ پچھلی نشست سے رافیل کے ساتھی شوگر کی آواز سنائی دی۔

”میرا خیال ہے پیراڈائزینج والے کیمین میں لے جاتے ہیں۔ وہ محفوظ جگہ ہیں۔ وہاں ہم دل کھول کر اس پر تشدد کر سکیں گے۔۔۔ رافیل نے کارٹرنا بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مگر ہو سکتا ہے۔ ساحل سمندر پر تفریح کرنے والے جوڑوں میں سے وہ ادھر آئیں گے۔۔۔ شوگر نے کہا۔

”اٹھنے کا تو کیا ہوگا۔ صرف لاشوں کی تعداد میں ہی اضافہ ہو جائے گا، مجھے کسی کے آنے کی امید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کیمین عام جگہ سے کافی دور اور ہٹا ہوا ہے۔۔۔ رافیل نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ شوگر نے اس بار تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور باغ نے کار کی رفتار بڑھا کر دی۔ سر رحمان کو شوگر نے سیٹوں کے درمیان لٹا دیا اور احتیاطاً ایک کبل ان پر ڈال دیا تھا۔ کہ اگر کہیں گاڑی چبک ہو تو بڑا کرنے والے سر رحمان کو دریاخت نہ کر سکیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل ڈرائیونگ کے بعد ساحل سمندر پر پہنچ گئی۔ ساحل سمندر پر اس وقت بھی تفریح کرنے والے جوڑوں کا ناچا جوہم تھا۔ مگر رافیل ان سے بچ کر دائیں طرف ریت میں کار بڑھاتے چلا گیا اور پھر تقریباً دس کلومیٹر دور آنے کے بعد اس نے کار کو ایک مخصوص

پر موڑ دیا۔ یہاں ریت کے دو بڑے بڑے ٹیلوں کے درمیان کڑھکی کا چھوٹا سا کیمین موجود تھا۔ رافیل نے کار کیمین کے قریب لے جا کر ایک کی اوٹ میں روک دی۔ اور پھر وہ دونوں پھرتی سے باہر نکل آئے،

نے کیمین، دروازہ لگوا دیا اور پھر لاسٹ جلا کر اس نے تیزی سے کھڑکیوں کے پردے برابر کرتے شروع کر دیئے۔ تاکہ کیمین کی روشنی باہر نہ نکل سکے۔ شوگر نے ہوش سر رحمان کو اٹھانے کیمین میں داخل ہوا۔ اور اس نے سر رحمان کو کیمین کے فرش پر یوں چبک دیا۔ چبک کوئی آنے کی بھری ہوئی بوری کو پیٹتا ہے۔

”اس کے ہاتھ اور سر پر باندھ دو تاکہ تشدد کے دوران یہ بھاگنے کی کوشش نہ کر سکے۔۔۔ رافیل نے جیب میں سے ریو اور نکال کر ابتر پر اچھلتے ہوئے کہا۔ اور شوگر نے ایک الماری سے دسی نکالی اور پھر انتہائی بے رحمانہ طریقے سے اس نے فرش پر پڑے سر رحمان کے دونوں ہاتھ پشت پر خاصی مضبوطی سے باندھ دیئے۔ باقی دسی سے اس نے ان کے دونوں پیر جکڑے اور پٹا کر انہیں سیدھا کر دیا۔ اب سر رحمان فرش پر بے بسی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔

”اسے ہوش میں لے آؤ۔۔۔ رافیل نے کہا اور شوگر نے آگے بڑھ کر میز پر پڑا ہوا جگ اٹھایا اور کیمین میں بیٹے ہوئے غسل خانے میں گھس گیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ باہر آیا تو پانی سے بھرا ہوا جگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے پورا جگ سر رحمان کے تپے سے پرالٹ دیا۔ اور دوسرے لمحے سر رحمان نے اپنے سر کو حرکت دی اور پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی انہوں نے تیزی سے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی مگر بے سود۔ وہ اس بڑی طرح جکڑے ہوئے تھے۔ کہ زیادہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔

رافیل ابتر کے کنارے پر بیٹھا بڑے غور سے سر رحمان کو دیکھ رہا تھا۔

نہ گریہ کیوں کام کر جائزہ میں ہٹنے والا ہے۔۔۔ رافیل نے
اتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔ تو تمہارا تعلق دہشت گرد سے ہے۔۔۔ سر رحمان نے
پوچھتے ہوئے جواب دیا۔

”جو مرضی آئے سمجھ لو۔ بہر حال یہ بات تمہیں بتانی پڑے گی ورنہ
جب میں نے اپنی فن کاری کا آغاز کیا تو تمہیں موت کی دعا مانگنے کی بھی
اہلیت نہ ملے گی۔۔۔ رافیل نے کہا۔

”اگر میں بتا دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔۔۔ سر
رحمان نے پوچھا۔

”تمہیں دو لہا بتائیں گے بدھے۔ تمہارے سر پر سہا بانہیں گے۔
ایکھو کیسے اہمیتان سے ٹر کر کے جا رہا ہے۔۔۔ شوگر نے غصے سے
بھٹتے ہوئے کہا اور پھر لوٹ کی زد۔ دار شوگر سر رحمان کے سر پر مار دی
شوگر کو خاصی زوردار تھی مگر سر رحمان کے حلق سے چنک کی بجائے بس
ایک مکی سی سسکار سی ہی نکلی انہوں نے ہونٹ پیچھنے لگے۔

”شوگر۔۔۔ تم مدافعت مت کرو۔ کوئی عام آدمی نہیں ہے ایٹلی جنس
ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس لئے اس سے وی۔ آئی۔ پی۔ سلوک ہی ہونا چاہیئے۔
رافیل نے ہاتھ کے اشارے سے شوگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہونہ۔۔۔ ڈائریکٹر جنرل۔۔۔ شوگر نے برا سا منہ بناتے
ہوئے کہا۔

”ایسا کرو شوگر۔۔۔ تم باہر جا کر پہرہ دو۔ کیونکہ چند ہی لمحوں بعد اس
کے حلق سے طویل چھین بلند ہونی چاہی اور ایسا نہ ہو کہ کوئی بھولا بھٹکا جوڑا

جیسے ان کی قوت برداشت کا اندازہ کر رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں دیشانہ
سی چمک آجستہ آجستہ ابھرتی چلی آرہی تھی۔ جب کہ شوگر ہاتھ میں جگ
پکڑے بڑے اہمیتان سے سر رحمان کے پہلو پر کھڑا تھا۔

”کون ہو تم۔۔۔ سر رحمان نے شعور میں آتے ہی ادھر ادھر دیکھتے
ہوئے ان دونوں سے پوچھا۔ بے بسی کے باوجود ان کے لہجے میں وقار تھا۔
”موت کے خروشے۔۔۔ رافیل نے بھیڑیے کے سے انداز میں
خواتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جیب میں
ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا خنجر نکال لیا جس کا پھل تیز زدنے کے ساتھ پتلا
اور لمبا تھا۔

”کیا چاہتے ہو۔۔۔ سر رحمان نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے
ہوئے پوچھا۔

”تمہاری موت۔۔۔ رافیل نے خنجر کی نوک پر انگلی پھیرتے
ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ موت تو ایک دن آنی ہی تھی آج ہی ہے۔۔۔ سر
رحمان نے بڑے با وقار انداز میں جواب دیا اور خاموش ہو گئے۔

”بدھے۔۔۔ تمہاری موت شاید پورے دنیا کے لئے عبرت کا
باعث بن جائے کیونکہ میں انسان کا ایک ایک ریشہ اس خنجر سے علیحدہ
کرنے کا ماہر ہوں۔۔۔ رافیل نے غصیلے لہجے میں جواب دیا

”تم چاہتے کیا جو مجھے بتاؤ۔۔۔ سر رحمان نے اس کی دھمکی کو نظر انداز
کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

”صرف اتنا بتا دو کہ تمہیں یہ معلومات کہاں سے ملیں کہ دہشت گرد

نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بستر پر بیٹھا جو ادیو اور اٹھا کر حبیب
ڈال لیا اور پھر حبیب کو سر رحمان کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ مگر سر رحمان
کی جیبوں میں سے کوئی ہتھیار نہ ملا تو اس نے ایک لمبے کے لئے ادھر ادھر
دیکھا اور پھر اس نے سر رحمان کو ایک جھٹکے سے پلٹ دیا اور پھر اس
سر رحمان کے پیروں کی دسی خبر کی مدد سے کافی اور پھر ایک جھٹکے سے
ہاتھوں پر بندھی ہوئی دسی بھی کاٹ دی۔ اور اس سے پہلے کہ سر رحمان
پلٹ کر سیدھے ہوتے وہ تیزی سے مڑا اور پھر بھاگتا ہوا کیبن کا دروازہ
کھول کر باہر نکل گیا۔ سر رحمان نے بڑی پھرتی سے ہاتھوں اور پیروں
سے پلٹی ہوئی باقی ماندہ رسیاں علیحدہ کیبن اور اٹھ کر تیزی سے دروازہ
کی طرف پلکے کیبن سے باہر رافیل اور شوگر کی تیز تیز باتیں کرنے
آوازیں آرہی تھیں۔ وہ سمجھ گئے کہ شوگر کو رافیل کی بات پسند نہیں
اس لئے انہوں نے پھرتی سے دروازے کی زنجیر چڑھا دی۔

رافیل اپنا ارادہ بدل کر واپس اندر نہ آجائے۔ دروازہ بند کر کے
تیزی سے کھڑکیوں کی طرف بڑھے اور انہیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا
کھڑکیوں کے باہر بوسے کی مضبوط جالی لگی ہوئی ہے انہیں اطمینان ہو گیا
کہ رافیل کم از کم کھڑکیوں کے راستے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔
اسی لمحے دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ اور اس کے
ہی رافیل کی آواز سنائی دی۔
"سر رحمان صاحب۔ میں نے آپ کی شرط پوری کر دی اب ان
آپ جاری شرط پوری کیجیے۔" رافیل کہہ رہا تھا۔
"ٹھیک ہے۔" میں جب ویسٹ مارف پہنچا تو اپنے دوسرے کیبن میں جیسے بھونچال سا اگیار مجھروں نے دو لکڑیوں

ان کی اٹیلی جنس کے چھت شایرے سے ملا۔ اور پھر میرے کہنے پر اس نے
تلاش کی وہ سر کا می خال جو دہشت گرد سے متعلق تھی مجھے مطالعے
سے دی۔ اس خال کو پڑھنے کے بعد میں نے اندازہ کیا تھا کہ دہشت گرد
اندہ سر گریوڈ کا سر گریوڈ یہی اٹھتی بننے والا ہے۔ بس اتنی سی بات
سر رحمان نے جواب دیا۔

اور چرتیزی سے اچھل کر دروازے سے ایک طرف جھٹ گئے۔ ان
جس درست تھا۔ جیسے ہی ان کی بات ختم ہوئی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔
خارجی کے دروازے میں عین اس بجے سوراج ہو گیا جہاں سر رحمان کا منہ
رافیل نے باہر سے سائیکل کے ریلوے گولی چلائی تھی مگر سر رحمان پہلے
جھٹ گئے تھے۔ اس لئے رافیل کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ ویسے یہ بات یقینی
تھی کہ سر رحمان وہاں سے جھٹنے میں درجہ سیستی کرتے تو کوئی ان کے
ان میں گھس جاتی۔ سر رحمان نے دروازے سے جھٹنے ہی تیزی سے ادھر
دیکھا۔ انہیں یقین تھا کہ اب دوسرا حملہ کھڑکیوں کی راہ سے ہو گا مگر
کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے جوڑموں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ
تھی۔ اس طرح وہ سر رحمان کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کھڑکیوں کے باہر بوسے
مضبوط جالی اندر شیشے کا ذخیرہ اور اس کے بعد پردے تھے۔ مجرم گولی
ریشمہ تو توڑ سکتے تھے مگر ہاتھ اندر ڈال کر پردہ نہ جٹا سکتے تھے۔ اس
سر رحمان کو وہ کسی طرح چپک کر دیکھ سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود سر
اپنے بچاؤ کے لئے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا چاہتے تھے چنانچہ
مدیو کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے غسل خانے میں گھس گئے۔

میں نے آپ کی شرط پوری کر دی اب ان
آپ جاری شرط پوری کیجیے۔" رافیل کہہ رہا تھا۔
"ٹھیک ہے۔" میں جب ویسٹ مارف پہنچا تو اپنے دوسرے کیبن میں جیسے بھونچال سا اگیار مجھروں نے دو لکڑیوں

ہوں نے پوری قوت سے برش کا ہینڈل شیشے پر مارا۔ ضرب اتنی قوت سے لگی تھی کہ پہلی ہی ضرب سے شیشہ چٹکا چور ہو کر کڑیوں کی صورت میں نیچے آگرا۔ اب روشندان غامی ہو چکا تھا۔ دروازے پر ٹکریں بست درباری تھیں اور دروازے کی کڑی کھڑا ہٹ تیار ہی تھی کہ شاید اب وہ چند لمحوں کا جہان رہ گیا ہے۔ سر دھان نے دونوں ہاتھوں سے روشندان کے کنارے تھامے اور پھر انتہائی تیزی سے اپنے جسم کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ پہلے ہی جھٹکے میں ان کا جسم سینے تک روشندان سے سر نہکل گیا۔ اور سر دھان نے ایک ہاتھ بائیں کال کر کیسین کے کنارے اونگھ لیا۔ دوسرے لمحے وہ گھسٹتے ہوئے روشندان سے نکل کر کیسین کی چھت پر پہنچ چکے تھے۔

کیسین کی چھت پر پہنچتے ہی وہ سانپ کی سی تیزی سے کھسکتے ہوئے اس طرف بڑھے جہاں کیسین کا دروازہ تھا۔

اُسی لمحے ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اور سر دھان سمجھ گئے کہ کیسین کا دروازہ ٹوٹ گیا ہے۔ ظاہر ہے وہ دونوں اب اندر گئے ہوں گے۔ اور باقی اب چند لمحوں کا کھیل رہ گیا تھا کیونکہ غسل خانے میں جاتے ہی انہیں معلوم ہو جاتا کہ سر دھان روشندان کا شیشہ توڑ کر چھت پر پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے دھماکا کی بارگشت ختم ہونے سے پہلے ہی انہوں نے کیسین کی چھت سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ نرم نرم ریت نے انہیں اپنے اوپر یوں سنبھال لیا جیسے بچے کو ماں اپنی گود میں لے لیتی ہے۔ نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھے اور پھر قریب کھڑی چڑیوں کی کار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

کار کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ دروازے کھلنے کی وجہ سے کار

سے پہلے تھانہ فارنگ شروع کر دی۔ اس بار فارنگ مشین گن سے جاری رہی تھی۔ شاید کار میں مشین گن پہلے سے موجود تھی۔ سر دھان غسل خانے میں ہونے کی وجہ سے اس نے تھانہ فارنگ سے بچ گئے تھے۔ مگر اب وہ تیزی سے سوچ رہے تھے کہ اگر انہوں نے فوری طور پر اپنے بچاؤ کی کوشش نہ کی تو بالآخر وہ مجرموں کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں گے۔ کھڑی کا کیسین آفر کب تک ان مجرموں کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

سر دھان نے غسل خانے میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر اچانک ان کی نظریں غسل خانے میں بیٹے ہوئے ایک چوڑے روشندان پر پڑیں۔ روشندان میں اندھا شیشہ لگا ہوا تھا۔ سر دھان سمجھ گئے کہ شیشہ خاصا مضبوط ہوگا۔ مگر اب انہوں نے ایک پلان بنالیا تھا انہوں نے وہ تیزی سے جھٹکے اور پھر انہوں نے ایک طرف پڑا ہوا ایسے ہینڈ والہ برش اٹھالیا۔ یہ برش واش مین کی صفائی کے لئے ہوتا ہے برش اٹھا کر وہ تیزی سے فرش تین کی طرف بڑھے۔ سنبھالنے ان سے بوڑھے جسم میں کہاں سے طاقت آگئی تھی کہ انہوں نے اپنے جسم کو ایک زوردار ہونکا دیا اور دوسرے لمحے فرش تین کی پائپ کڑکروٹھ ٹپکی سے اوپر چڑھ کر کھڑے ہو گئے۔ اب ان کا ہاتھ آسانی سے روشندان تک جا سکتا تھا۔

اُسی لمحے انہیں محسوس ہوا کہ کیسین کے دروازے پر ٹکریں ماری جا رہی ہیں۔ شاید مجرم اب تک ان کو دروازہ توڑنے کا پروگرام بنا چکے۔ سر دھان چوکنے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جیسے ہی دروازہ پر ایک زوردار دھماکا دھماکا ہوا۔ سر دھان کا ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اندھا

ہا اس کی روح تھیں غصہ سی سے پرواز کر چکی ہوگی۔ چنانچہ اس نے ڈھیلے ہاتھوں سے دیوالور کیچے جھینکا دیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے اس سچویشن پر یقین نہ آ رہا ہو۔

”مگر تم تو جتھے تھے پھر یہ دیوالور تھے۔“ رافیل نے دونوں ہاتھ سر سے بلند کرتے ہوئے پوچھا۔ اس کے لیے میں شدید حیرت تھی۔

”آدمی اگر ذہن استعمال کرے تو نہایت ہی سب کچھ کر سکتا ہے۔“ رافیل نے سر دھانے کہا اور پھر انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا دیوالور تھوڑا سا اونچا کیا اور ان کی انکلی ٹریگر پر جم گئی۔

اور عین اُسی لمحے رافیل نے ان پر جھلناک لگا دی۔ گورافیل نے اپنی طرف سے بے پناہ چڑھتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر سر دھان کے دیوالور سے نکلنے والی گولی سے نہ بچ سکا۔ اور گولی ٹھیک اس کے پیٹ میں گھس گئی تھی۔ مگر چونکہ وہ سر دھان پر جھلناک لگا چکا تھا اس لیے گولی کچا کھنی

وہ سر دھان کے اوپر آگرا۔ اور سر دھان جھلکا کھا کر پشت کے بل زمین پر گر گئے۔ ان کے ہاتھ سے دیوالور پھوٹ کر ایک طرف جاگرا۔ رافیل سر دھان کے اوپر آگرا تھا۔ پیٹ میں گولی کھانے کی وجہ سے اس کا

چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑ گیا تھا اور آنکھوں میں وحشت سی ناچ رہی تھی۔ نیچے گرتے ہی اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر قریب پڑے دیوالور کی طرف پھینکا۔ چونکہ کیمین کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس لیے اندر سے

آنے والی روشنی ان دونوں پر پڑ رہی تھی۔ رافیل کا ایک ہاتھ پیٹ پر تھا جہاں سے خون پیشے کی صورت میں بہہ رہا تھا اور دوسرا ہاتھ پھیلا کر اس نے دیوالور کی طرف بڑھایا۔ اُسی لمحے سر دھان تیزی سے اٹھے اور

کے اندر کی لائٹ بل رہی تھی اور پھر انہیں مار کے ڈش بورڈ کے اوپر ایک دیوالور کی جھبکا نفر آگئی۔ اور سر دھان نے جھبکا کر دیوالور اٹھایا۔ اور چرسا پک سی تیزی سے ریختے ہوئے ایک ریت کسے ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئے۔ اور عین اُسی لمحے وہ دونوں بھاگتے ہوئے دروازے سے باہر نکلے۔ اور پھر شوگر سیدھا کار کی طرف آیا۔ اور اچھل کر کار کی چھت پر پڑ پڑ گیا۔ اب وہ آسانی سے کیمین کی چھت پر دیکھ سکتا تھا۔ ”وہ چھت پر نہیں ہے۔“ وہ نکل گیا۔ شوگر نے چپتے ہوئے

کہا۔ اور پھر نیچے اترنے کے لئے وہ جھکا ہوا تھا کہ سر دھان کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائیکس نے ہونے دیوالور سے بخش کی آواز سنائی دی۔ اور شوگر کے حلق سے ایک جھبکا پتہ نکل آیا اور بے اختیار اس کے ہاتھ بیٹنے کی طرف اٹھ گئے اور اسی عالم میں وہ منہ کے بل نیچے ریت پر آگرا۔ سر دھان کا نشانہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سچا تھا۔

رافیل نے چونک کر شوگر کو دیکھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے شوگر کی طرف بڑھا۔ شاید اُسے یہ بات سمجھ نہ آئی تھی کہ شوگر اس طرح اچانک کیوں گرا ہے۔

”دیوالور پھینک کر ہاتھ اٹھاؤ رافیل۔“ ورنہ تیزی گولی پشت میں گھس کر سیدھی دل میں ترانہ ہو جائے گی۔“ سر دھان کی کڑک دار آواز سنائی دی۔

اور رافیل ایک جھٹکے سے سڑا۔ اب سر دھان دیوالور سنبھالے سانسے کھڑے تھے۔ ایک دیوالور رافیل کے ہاتھ میں ہی تھا۔ مگر سر دھان کی پوزیشن دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ جب تک وہ دیوالور سیدھا کرے

انہوں نے جھپٹ کر وہ دیوالور اٹھانا چاہا۔ مگر اس سے پہلے کہ سر رحمان کا ہاتھ دیوالور پر پڑتا۔ رافیل نے دیوالور جھپٹ لیا۔ اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے کروٹ بدلی۔ سر رحمان نے بھی جھپٹ کر اس کے اوپر گرنے کی کوشش کی مگر میں اسی لمحے رافیل کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دیوالور سے گولی نکلی اور سر رحمان کے سینے میں گستی چلی گئی۔ اور سر رحمان کے حلق سے بے اختیار ایک زوردار چیخ نکل گئی۔ اور وہ پہلو کے بل زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔ رافیل نے ٹرگر دبا کر دوسرا فائر کرنا چاہا مگر موت نے اُسے مہلت نہ دی اور اس کا ہاتھ بے جان ہو کر نیچے گر گیا۔

اب رافیل اور شوگر دونوں ہلاک ہو چکے تھے اور سر رحمان ریت پر پڑے برسی طرح تڑپ رہے تھے۔ لمحہ بہ لمحہ ان کی حرکات سست ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ چند لمحوں بعد وہ بھی ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور آہستہ آہستہ ان کا تڑپنا ہوا جسم بے جان ہوتا چلا گیا۔

”تو سب تم باہر کو۔ میں اور کیپٹن شکیل اندر جاؤں گے۔“
 ڈرائیو آؤ کر لینا۔ مگر میں ضرورت پڑی تو ہم کاشن دیں گے۔“
 نے تو یہ کہ ایک ٹو سے ملاقات اور تمام پروگرام سمجھاتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔“ تو میرے سر ہلایا۔ اور پھر صفحہ اور کیپٹن شکیل دونوں تیزی سے دیوار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کی دیوار میں کچھ زیادہ لمبے نہ تھیں۔ اور چونکہ کوچی کی عقبی سمت گہرا اندھا پن چھایا ہوا تھا۔ اس لئے وہ دونوں برسی آسانی سے دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے۔ ان دونوں کو یہ احساس تھا کہ یہ بین الاقوامی مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس لئے ظاہر ہے یہاں حفاظت کے انتظام بھی بے حد سخت ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دونوں بے حد چوکے اور محتاط تھے۔
 کافی دیر تک وہ دونوں دیوار کے ساتھ موجود تھیں تاہم باڈ کے پیچھے چھپے رہے مگر جب انہیں کہیں سے بھی کوئی رد عمل محسوس نہ ہوا تو وہ دونوں باڈ کے پیچھے سے نکلے اور دیر تیزی مگر انتہائی محتاط طریقے سے

"اس کا مطلب کیا ہوا؟" صفدر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ڈاج دیا گیا ہے۔" کیپٹن شکیل نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔" صفدر نے دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک حیرت اور خوف کے آثار نمایاں تھے۔

"میرا نام سر جان گیل ہے اور میں ایک سائنسدان ہوں۔" ادھیڑ عمر آدمی نے جواب دیا۔

"کونسی کاغیر کیا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"چالیس ستر اپریس۔" سر جان گیل نے جواب دیا۔

"یہ تو درست ہے شکیل۔ تم یہاں کی تلاشی لو مجھے کچھ شک پڑ رہا ہے کہ کوئی تجربہ ہی بات ہے۔" صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہم کون ہوا اور کیا چاہتے ہو؟" سر جان گیل نے پوچھا۔ اب وہ قدرے مطمئن ہو چکے تھے۔

"خاموش رہو۔ زیادہ لو لانا تمہارے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔" صفدر نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اور سر جان گیل ہنٹ ہنٹ کر خاموش ہو گئے۔

کیپٹن شکیل نے انتہائی تیزی اور پھرتی سے تلاشی کا آغاز کیا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ سینے ہوئے رکیوں میں تو سرطرت کتابیں ہی بھری ہوئی تھیں۔ جن کی تلاشی کا رے دار نہ تھا۔ جی وجہ تھی کہ وہ سب سے

پلے اس میز کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کے پیچھے سر جان گیل بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ اس نے میز کی اوپر والی دراز کھولی اور دوسرے لمحے وہ یوں بُنی طرح اچھلا بیٹھے اس کا جسم یکدم سپرنگوں کا بن گیا۔ تو اس کے ماتھے میں سرخ رنگ کی ایک موٹی سی فائل تھی۔

"کیا ہوا؟" صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"دشنت گرد کی فائل۔" کیپٹن شکیل نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"دشنت گرد کی فائل؟" صفدر بھی حیران رہ گیا۔

"ناں۔" دیکھو یہاں کی انٹیلی جنس کی مرتب کردہ فائل ہے۔

کیپٹن شکیل نے فائل کے اوراق پلٹتے ہوئے صفدر کے قریب آ کر کہا۔

"ہوں تو یہ مسئلہ ہے۔ ہمیں ڈاج دیا جا رہا تھا۔ مگر اس فائل نے یہ

مسئلہ حل کر دیا۔ کیوں مسٹر سر جان گیل اب سیدھے طریقے سے تبادلہ

کہتا ہوا سرغنہ کون ہے اور اس وقت کہاں ہے؟" صفدر نے

بڑے سرد لہجے میں سر جان گیل کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے

چہرے پر طنز پر مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔

"سرغنہ۔" کیسا سرغنہ۔ میں سمجھا نہیں۔" سر جان گیل نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" تو تمہیں اب چاقو کی مدد سے سمجھانا پڑے گا۔ ویسے تمہاری

اداکاری کا جواب نہیں۔ یوں حیرت ظاہر کر رہے ہو جیسے واقعی تمہیں کچھ

پتہ نہیں۔" صفدر نے جیب میں دیوار اور رکھ کر ایک بڑا سا گولی دار

چاقو نکالتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے کمرے میں چاقو کھنسنے کی کڑواہٹ

گو سچ اٹھی۔ صند۔ کی آنکھوں میں اب اس بے گھر شخص کی جھپک بھڑائی تھی۔ یہاں آتے ہوئے پوچھا۔

جیسے کئی دنوں کی بھوک کے بعد اپنا ناک پسندیدہ شکار نظر آ گیا ہو۔

”مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں میں کسی سہ خیز کو نہیں جانتا۔۔۔ سر۔ سر جان گیل نے لب پھینچے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر شدید خوف کے آثار نمایاں تھے اور آنکھوں میں الجھن تیر رہی تھی۔

صند۔ جو چاہو تو کھولے سر جان گیل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے قائم رہ کر آگے بڑھ رہا تھا یکدم ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کا تجربہ بتا رہا تھا کہ سر جان گیل سچ بول رہے ہیں مگر سہ کیڈی کہ بتایا ہوا پتہ اور پھر دہشت گرد کی فائل دونوں باتیں اس کے تجربے کو جھٹلا رہی تھیں۔

”کیا تمہارا تعلق دہشت گرد تنظیم سے نہیں ہے؟۔۔۔ صند۔ نے پھینکارے ہوئے پوچھا۔

”اوه۔۔۔ دہشت گرد۔۔۔ نہیں۔۔۔ میرا ان سے کیا تعلق ہیں تو ایک سائنسدان ہوں۔ یہاں کی قومی لیبارٹری کا انچارج ہوں تم آئین کر دین پس کہہ رہا ہوں۔۔۔ سر جان گیل نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

”مگر یہ دہشت گرد کی فائل۔۔۔ صند۔ نے دانت پھینچے ہوئے پوچھا۔ اس کی اپنی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے۔

”اوه۔۔۔ یہ فائل۔۔۔ یہ فائل تو میں نے اپنے دوست یہاں کے انشیل جنس کے چیف شادیلر سے کہہ کر منگوائی ہے؟۔۔۔ سر جان گیل نے کہا۔

”مگر کیوں۔۔۔ تمہارا اس فائل سے کیا تعلق ہے؟۔۔۔ صند۔ نے

میرا کوئی تعلق نہیں دراصل میری بیٹی یونیورسٹی کی چھٹیوں پر گھر آئی اس کے ساتھ ایک نوجوان تھا جو اپنا نام پرنس آف ڈھمپ بتاتا تھا۔ ایک بہت بڑا سائنسدان بھی ہے۔ میں نے اُسے اپنی قومی لیبارٹری میں ریسرچ کرنے کے لئے کہا مگر اس نے کہا کہ جب تک اس ملک سے دہشت گرد تنظیم کا خاتمہ نہیں ہو گا تو وہ اطمینان سے ریسرچ نہیں کر سکتا۔ کہیں دہشت گرد لیبارٹری نہ بنا کر دیں۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ خود

دہشت گرد تنظیم کا خاتمہ کرے گا۔ بقول اس کے ایشیا کا مشہور جاسوس رائل فریدی اس کا شاگرد ہے۔ یہ فائل اس کے کہنے پر میں نے اپنے دوست سے بڑی مشکل سے چند گھنٹوں کے لئے منگوائی ہے۔ تاکہ وہ اسے پڑھ لے۔۔۔ سر جان گیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور صند۔ کے

چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ابھرے۔ واقعی سر جان گیل خالی خولی سائنسدان ہی تھے۔ عمران نے انہیں فائل کے لئے استعمال کیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب یہ اتفاق ہی ہے کہ مسٹر کیڈی نے غلط کوٹھی کا پتہ بتاتے ہوئے یہاں کا نمبر دے دیا۔

”کیڈی آرٹ گیلبرٹی کی مالک مسٹر کیڈی کو جانتے ہو؟۔۔۔ صند۔ نے اپنا ہاتھ کسی خیال کے تحت پوچھا۔

”مسٹر کیڈی۔۔۔ ہاں کیوں نہیں۔ میری بیٹی ایک معورہ ہے۔ اور کزن ہیں اور وہ اس کی گیلبرٹی میں جاتے رہتے ہیں اور کبھی میری بیٹی کی دعوت پر وہ ہمارے گھر بھی آتی رہتی ہے۔۔۔۔۔ سر جان گیل نے جواب دیا۔

آیا وہ اس نے بتا دیا۔۔۔۔۔ صفحہ ۱۷۷ نے سوچا۔ اور پھر وہ دونوں دیوار پھانڈ کر باہر نکل آئے۔

گئے، واپس آئیں گے۔۔۔ نہ جان کیل نے جواب دیا۔

”کچھ نہیں۔ یہ مجرموں کا جہیز کو اٹرن نہیں ہے۔ سہیں دان دیا گیا تھا۔“

”مگر شاہ لیز کو میں نے یہ واپس دینی ہے۔“ — سرطان گویا،

سے کوئی بہانہ بنا لیتا اور سنو پیچھے آنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ... نے اپنی غصہ پھوس آواز میں کہا۔ اسی لمحے تنویر نے فائل ایکسٹو کی طرف بڑھا دی

اور پھر وہ تیزی سے چلتے ہوئے برآمدے میں آئے اور عمارت کی بیسٹونے فائل کی پٹریں شکل سے لیتے ہوئے کہا۔

”اور کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔ کم از کم دہشت گرد کے بارے میں سرکاری دوبارہ اندیشے میں غائب ہو گیا۔“

”اور ہاں جب عمران کو بیتہ چلے گا کہ جس فاضل کے لئے اس نے یہ سارا بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ کیپٹن شکیل مسکرا کر اس کے ساتھ چل دیا۔“

چکر چلایا تھا وہ باتھ سے نکل گئی ہے تو اس کی شکل دیکھنے والی ہوئی۔

”کیا مطلب؟“ مس گیل نے چونک کر پوچھا۔
”بھئی میل تو بچے دیکھا کرتے ہیں — عمران نے وضاحت کرتے
وئے کہا۔

عمرانؑ اور مس گیل شہر کی سیر کرنے اور کھانا کھانے کے بعد وہ اپنا دیر سی بیڈ — کیا انہیں شرم نہیں آتی — عمران نے اپنی رفاقت نگاہ کی طرف آرہے تھے۔ اچانک مس گیل نے چونک کر کہہ لی کہ میں طرح شرماتا ہوں کہ — اور مس گیل اس کا یہ انداز دیکھ کر بے اختیار آج چاند کی چوڑیوں تو نہیں جیتے۔

ماں چودھویں ہے۔ دیر ہی گھڑ پرنس۔ آج ساحل سمندر پر
 ایک خوب صورت میلہ لگتا ہے۔ دیکھو گے تو تمام عمر نہیں بھولو گے۔
 مس گبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے کہا کہ رات

ایک اور شرک کی طرف موڑ دیا۔
 ”اسے اسے یہ کہنا جا رہی ہو۔۔۔۔۔ عمران نے پریشان ہوتے۔
 ”یہ سب لیاں اچھل کود رہے تھے۔ ناچ رہے تھے۔

”میلہ دیکھنے“۔ مس گیل نے کارکی پیڈیٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دی گئی تو۔ خاصاً پر لطف اور خوب صورت منظر تھا۔
 مس گیل نے ایک طرف کار روکی اور پھر وہ دونوں بھی نیچے اترے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چانی کا رنگ انگلیوں میں گھماتا ہوا
 اس جہوم میں شامل ہو گئے۔
 اور کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”آؤ چلیں مس۔۔۔ اس تحفہ دھار میں میرا تو داغ پھٹنے کے قریب۔“ فتوڑی دیر بعد اس کی کار خاموشی تیز رفتاری سے واپس دوڑی
 ہے۔۔۔ آدھے گھنٹے بعد عمران نے مس گیل سے مخاطب ہو کر بتا دی تھی مگر فتوڑی دور آنے کے بعد اس نے کار روک لی۔ کیونکہ
 اس کے خیال کے مطابق اتنے فاصلے کے بعد پچھتہ سڑک آجانی چاہیے
 ”ابھی چلیں ابھی تو آدھی رات نہیں ہوئی۔ آدھی رات کو یہ میلہ پھٹتی مگر یہاں دور دور تک ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ اور پھر اسے
 عروج پر پہنچ جاتا ہے وہ دیکھنے والا منظر ہوتا ہے۔ بوٹے بھی اسطیت کے ٹیلوں کے درمیان ایک چھوٹا سا راستہ شمال کی طرف مڑتا
 وقت اپنے آپ کو جوان محسوس کرنے لگتے ہیں۔“ مس گیل کھاتی دیا۔ یہ راستہ اس قسم کا تھا جیسے کثرت کاریاں چلنے کی وجہ سے
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 اور دھجود بن گیا جو۔

”تو پھر کار کی چانی مجھے دے دو۔ میں واپس چلتا ہوں تم میلہ دیکھو۔“ یہ خیال ہی ہے میں راستہ بھول گیا ہوں۔۔۔ عمران نے سوچا
 آجائیں آرام کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ عمران نے قدرے پائے
 اور پھر کچھ دیر اور آدھ دیکھنے کے بعد اس نے کار اس کچے راستے کی
 طرف مڑ دی۔

وہ واقعی اس بے معنی سی اپیل کو دسے بیزار ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ
 اس ملک میں ایک خاص مشن پر آیا تھا۔ سیر و تفریح کرنے نہیں اسے
 یقین تھا کہ سر جان گیل نے فائل منگوالی ہوگی۔ وہ فائل پڑھ کر انکش ہو گیا بھی دکھائی دے رہے تھے۔
 آجانا چاہتا تھا۔ تاکہ جلد از جلد اس مہم کا خاتمہ ہو۔ مس گیل نے اسے
 روکنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر جب عمران کے سر پر بیزار سی کی
 دھول چھا جائے تو پھر وہ کہاں سنا تھا۔
 کہا۔ اور پھر وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کسی سے
 راستے کے متعلق معلوم کرے گا۔ مگر وہاں دور دور تک کوئی نظر نہ آ
 رہا تھا۔ عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک بڑے سے ٹینے کی طرف بڑھ

”اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ میں کسی سے لفٹ لے کر آ جاؤں گی۔“
 مس گیل نے چانی عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

سہی چل رہی تھیں اس نے دونوں اذوں کی لاشیں کہیں سے باہر پڑی ہوئی دیکھ لیں تھیں۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ سر رحمان نے تجا نے کس قدر جان لیوا کش کش کے بعد ان پر قابو پایا ہوگا۔ اور جب کہ اس کے والد اس قدر خوفناک اور جان لیوا کش کش میں مبتلا تھے وہ ساحل پر میلہ دیکھتا پھر رہا تھا۔ اب یہ بھی قدرت کا اتفاق ہی تھا کہ وہ راستہ بھول کر ادھر آ نکلا ورنہ اور وہ در نہ کے بعد کچھ نہ سوچنا چاہتا تھا۔

اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ شاید یہ قدرت کا کوئی خفیہ نظام تھا جس کے تحت اپنا تک میلے کے دوران اس پر پیڑاری سی چھا گئی۔ اور وہ زبردستی دماغ سے نکل آیا۔ حالانکہ عمران ایسا آدمی تھا جو ایسے فیصلوں سے بھگنے کی بجائے خود ہی مفصلوں کا مرکز بن جاتا تھا۔ مگر آج تجا نے کیا بات تھی کہ بس اپنا تک اس کی طبیعت بیزار ہو گئی۔ اور اس طرح قدرت اُسے کچھ کمزور ہی اس کہیں تک لے آئی جہاں سر رحمان موت اور زندگی کی کش مکش میں مبتلا تھے۔

ٹائمر کے نشان پر چلتے چلتے وہ سڑک پر پہنچ گیا۔ اور پھر ایک آدمی سے ہسپتال کا پتہ پوچھ کر وہ انتہائی تیز رفتار سی سے ہسپتال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ایک تیز رفتار گاڑی کہ زخم کو کاٹنا شروع کر دیا۔ عمران کے ہاتھ انتہائی تیزی اور بہادری سے اپنا کام کر رہے تھے۔ اور وہ سر رحمان کے آپریشن میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جسم کے اندر گھسائی ہوئی گولی باہر نکال لی اور پھر اس نے زخم پر ایک سلوشن نکا کر اس پر پڑی مہارت سے میٹرجنکج کر دی۔ اب خون بہنا بند ہو گیا تھا۔

عمران نے دستا نے اتارے اور پھر سر رحمان کی بعض جیک کی۔ جنس انتہائی سست تھی عمران نے میڈیکل بالکس سے ایک انجکشن نکال کر سر رحمان کے بازو میں لگایا۔ اور رض پیک کو فی شروع کر دی۔ فی الحال وہ زیادہ سے زیادہ ہی کر سکتا تھا۔ اور پھر اس نے ایک اور انجکشن لگایا۔ اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار چھا گئے۔ سر رحمان کی حالت آہستہ آہستہ خطرے سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ تو بروقت طبی امداد اور زیادہ تر سر رحمان کی اپنی قوت مدافعت نے کام کیا تھا۔ اور رض کی رفتار ابھرتی چلی آ رہی تھی۔ مگر اس کے باوجود عمران سمجھتا تھا کہ ابھی وہ پوری طرح خطرے سے باہر نہیں آئے کسی بھی لمحے ان کی حالت بگڑ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے احتیاط سے انہیں اٹھایا اور پھر لاکر اپنی کار کی پھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اس نے کہیں سے کھلے اور گسے لاکر انہیں اس طرح سر رحمان کے جسم کے ارد گرد جما دیا کہ دھچکا لگنے سے سر رحمان کو زیادہ بھٹکانے لگے اور پھر اس نے کار بیک کی اور اُسے خاصی تیز رفتاری سے واپس موڑا۔ اب اُسے وہ راستہ نظر آ رہا تھا جہاں سے مجرموں کی کار آئی تھی۔ کھلی ہوئی چاندنی میں ٹائمر کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران ان ٹائمر کے نشان پر کار دوڑاتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں آمدنیوں

سچی چھائی تھی۔

کاؤنٹرین نے ایک اور جام بھر کر اس کے سامنے رکھ دیا اور اس بار فیاض نے آہستہ آہستہ چکیاں یعنی شروع کر دیں۔

”آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟“ — کاؤنٹرین نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے فیاض سے پوچھا۔

”پاکستان کا رہنے والا ہوں جانی۔ میں وہاں انٹینی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں۔“ — فیاض نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”اودھ پھر تو آپ اپنے ملک کے اعلیٰ افسر ہوئے؟“ — کاؤنٹرین نے لہجہ قدر سے طنز یہ تھا۔

”اس میں کیا شک ہے؟“ — فیاض نے سینہ پھلاتے ہوئے جواب دیا۔

”یہاں کیسے آنا ہوا؟“ — کاؤنٹرین نے دل چسپی سے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ کھول کر فیاض کا باقی ماندہ جام بھی بھر دیا۔

”سٹکریہ۔۔۔ دراصل میں اس ملک میں ایک اہم مشن پر آیا ہوں۔ انتہائی اہم اور خفیہ مشن۔“ — فیاض نے بڑے بڑے گھونٹ لیتے ہوئے جواب دیا۔

”اودھ کسی سٹکریہ پیچھے آئے ہوں گے آپ؟“ — کاؤنٹرین نے کہا۔

”ارے نہیں۔ سٹکریہ میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے مکان ادھر لاؤ؟“ شراب فیاض پر اب پوری طرح چڑھ چکی تھی۔

کاؤنٹرین نے کان اس کے لمبوں کے قریب کر دیا۔

فیاض نے تقریباً رات گئے ایک شہر میں پیدل چہ تار مار پیدل پلٹے چلتے اس کی ٹانگیں سوچ گئی تھیں مگر عمر ان نے اس سے نہ ہی ٹکرائی اور نہ لڑایا۔ آخر رات گئے جب وہ ٹھکنے سے اتنا چور ہو گیا کہ اب اس سے ایک قدم بھی پیدل نہ چلا جا رہا تھا۔ وہ تھک بار کر ایک بار میں گھس گیا۔ تاکہ شراب پی کر ٹھکنے دور کر سکے۔

یہ ایک چھوٹا سا بار تھا۔ جس میں تقریباً تمام میز پر بڑتیں۔ اس لئے فیاض کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوئے سٹول پر ہی جم گیا۔

”ڈبل ڈسکی؟“ — فیاض نے تنکے تنکے لہجے میں کاؤنٹر پر کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کاؤنٹر میں کچھ دیر اُسے غور سے دیکھا۔ پھر اس نے

ایک جام ڈبل بنا کر فیاض کے آگے رکھ دیا۔ فیاض نے ندیدوں کی طرح جام اٹھایا اور پھر بغیر سانس لینے پیتا چلا گیا۔ جام ختم کر کے اُس نے اُسے

میز پر رکھا اور اس بار قدر سے تیز آواز میں کہا۔

”ایک اور ڈبل لگا دو؟“ — فیاض کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسرخی

و محبت گردِ تغلیم کے خاتمے کے لئے آیا ہوں۔۔۔۔۔ فیاض نے بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ اتنا بڑا مشن۔۔۔ پھر کوئی کامیابی ہوئی۔“ کاؤسٹر مین کے چہرے پر اب معرُوبیت کے آثار نمایاں تھے۔

”ہاں میں ان کے قریب پہنچ چکا ہوں۔ تمام سیم میری نظروں میں ہے مگر ان کا سر غنہ نہیں مل رہا۔ سر غنہ مل جائے تو جگہ کی بجائے پوری تغلیم کو مسل کر رکھ دوں۔“ فیاض نے کہا۔

”اگر آپ کچھ رقم دلائیں تو سر غنہ کا سینہ میں بتا دیتا ہوں۔“ کاؤسٹر مین نے بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں اس کا علم ہے۔“ فیاض نشے میں ہونے کے باوجود چونک پڑا۔

”ہاں مجھے علم ہے مگر میں اس کی پوری قیمت وصول کرنا چاہتا ہوں۔“ کاؤسٹر مین نے جواب دیا۔

”اوہ مجھے بتاؤ کتنی قیمت چاہتے ہو۔“ فیاض کے لئے دل میں ابھرنے والی مسرت و باناب مشکل ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جتنے بھانے دہشت گرد کے سر غنہ کا پتہ چل رہا تھا۔ اور پھر وہ اُسے پکڑ لیتا اور مٹائیں ہمیں فشن پوری تغلیم قابو میں آجاتی۔ اُسے ترقی مل جاتی اور عمران پر بھی ہمیشہ کے لئے رعب پڑ جاتا۔

”ایک لاکھ پونڈ۔“ کاؤسٹر مین نے جواب دیا۔

”ایک لاکھ پونڈ۔ کیا کہہ رہے ہو بھی۔ میں یہاں پر دیسی ہوں میری جیب میں تو صرف دو سو پونڈ ہیں بھلا ایک لاکھ پونڈ کہاں سے

دے سکتا ہوں۔۔۔۔۔ فیاض نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”میرے راز دہشت قیمتی ہے۔۔۔۔۔ کاؤسٹر مین نے بھی سپاٹ سے

بیتے میں کہا۔

”جسے تو قیمتی مگر بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں تمہاری مہربانی ہوگی دو سو پونڈ

مے لو اور بتا دو۔۔۔۔۔ فیاض نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

”چلو تم بھی کیا یاد کرو گے۔“ کالودو سو پونڈ۔۔۔۔۔ کاؤسٹر مین

نے کہا اور فیاض نے جلدی سے جیب سے بٹوہ نکالا اور اس میں موجود تمام رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

”پتہ لوٹ کر لو اور سنو کسی کو بتانا نہیں ورنہ میں مارا جاؤں گا۔۔۔۔۔“ کاؤسٹر مین نے نوٹ اٹھا کر تیزی سے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

”ارے تم بے فکر رہو مجھے معلوم ہے۔ تم پر آپسچ نہیں آنے لگی۔ فیاض نے کہا۔

”کیا یہ سیر کا لوٹی پتہ ہے اور نام سے برکلے گرے۔“ کاؤسٹر مین نے فیاض کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا واقعی۔“ فیاض کو شاید یقین نہ آ رہا تھا کہ اتنی آسانی سے سر غنہ کا نام دیتے مل سکتا ہے۔

”بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔“ کاؤسٹر مین نے اُسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔ اور سنو اب میرے پاس مزید پیسے نہیں ہیں دھکی کی قیمت ادا کرنے کے لئے۔“ فیاض نے کہا۔

”کوئی بات نہیں یہ میری طرف سے تحفہ سمجھ لیجئے۔“ کاؤسٹر مین

اُسے پتہ ہی نہیں چلنے دیا کہ اس کے پاس سو پونڈ اور میں اور ایک لاکھ پونڈ کا راز دوسو پونڈ میں حاصل کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد اُسے ایک خانی ٹیکسی نظر آگئی اس نے جلدی سے ہاتھ دے کر اُسے روکا اور پھر پچھلی نشست پر بیٹھ کر بڑے حکمتانہ لہجے میں ڈرائیور سے کہا: ”سپر کالونی لے چلو“

”بہتر جناب:“ ڈرائیور نے بڑے مودبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور گاڑی آگے بڑھادی۔

تقریباً پانچ-ہے منٹ تک مختلف سڑکوں پر سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی۔

”کہاں اتنا ہے آپ نے؟“ ڈرائیور نے سڑک پر فیاض سے پوچھا۔

”سپر کالونی کے چوک پر اتار دینا“ فیاض نے جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے تھوڑی دور آگے ٹیکسی بڑھا کر ایک چوک پر روک دی۔

فیاض نیچے اترا۔ اور لوٹ ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔ ڈرائیور نے میٹر دیکھ کر کمرایہ کاٹا اور پھر باقی رقم فیاض کے حوالے کر دی۔ فیاض نے رقم جیب میں رکھی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہاں کی کوشیوں کے نمبر دیکھ رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر چل کر اُسے گیارہ نمبر کوٹھی نظر آگئی۔

یہ ایک عالی شان عمارت تھی جس کی دیواریں خاصی اونچی تھیں۔ کوٹھی کا گیٹ بند تھا اور اندر نہ کی چھائی ہوئی تھی۔

سر ہوا گئے اور پیٹ بھر کر دھکی پیٹنے کی وجہ سے فیاض کا نشہ اب پورے عروج پر تھا۔ اس کا ذہن بار بار بھٹک جاتا مگر وہ اُسے بار بار

نے کہا۔

”بہت بہت شکریہ۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔“ فیاض نے پرجوش لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ اس کا دل خوشی کے مارے بیلیوں اچھل رہا تھا۔ اسی خوشی میں اس نے اپنے پیچھے

اچھرنے والا کاؤنٹر میں کم زور اور متعجب بھی رہنا جو اس نے فیاض کے جاتے ہی لگایا تھا۔ اب غیب فیاض کو کیا علم کہ وہ ایک ایسے ملک میں

پہنچا ہوا تھا جہاں ہر شخص پیسے کمانے کے لئے دوسرے کو بے وقوف بنانے پر مستعد رہتا ہے۔ باہر نکل کر اس نے ایک اندھیری جگہ تلاش کی اور چہرہ و اچھرا ٹرانسمیٹ پر سر رحمان کو کال کرنے میں مصروف ہو گیا۔

”تا کہ انہیں اپنا عظیم کارنامہ بتا کر داد وصول کر سکے۔ مگر لگتا کہ کوششوں کے باوجود دوسری طرف سے رابطہ قائم نہ ہو سکا اور ہوتا بھی کیسے۔

اُسے کیا معلوم تھا کہ سر رحمان اس وقت ہسپتال میں موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا پڑے ہوئے ہیں۔ اور تجربوں کے ساتھ جدوجہد میں وہ گھڑی بھی ٹوٹ گئی تھی جس میں ٹرانسمیٹ فٹ تھا۔

جب کافی دیر کی کوششوں کے بعد سر رحمان سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تو اس نے جھنجھلا کر گھڑی سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ وہ پہلے سرخزمہ پر قابو پالے پھر سر رحمان کو بتائے اس طرح داد کچھ زیادہ

ہی وصول ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے جبین ٹولیں اور پھر ایک جیب میں سزا اترارکھا ہوا سو پونڈ کا نوٹ اس کے ہاتھ لگ ہی گیا۔ فیاض نے

جنگجنگمی صورت حال کے لئے ریڈیو ٹ علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ اور وہ اب دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ کہ اس نے کاؤنٹر میں کو کیسے بے وقوف بنایا کہ

”کمال ہے دوسو پونڈ بھر کر پتہ حاصل کیا مگر یہاں وہ رہتا ہی نہیں کمال ہے۔“ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور چرٹ کھڑا ہوا واپس مڑنے لگا۔

اجی وہ چند قدم ہی دور گیا ہوگا کہ اچانک ایک ٹیکسی اس کے قریب آکر رکی۔

”فیاض“ ٹیکسی میں سے کسی نے اُسے آواز دی اور فیاض نشہ میں ہونے کے باوجود بھی اہل پڑا کیونکہ وہ آواز پہچان گیا تھا۔

”عمران تم“ فیاض نے تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

”کہاں گھومتے پھر رہے ہو؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”گھومتا پھر رہا ہوں۔ سارے شہر میں تمہیں تلاش کیا جب تم نہ ملے تو میں ایک بار میں جاگسا۔ جہاں کاؤنٹر بین نے دوسو پونڈ سے کمرے دہشت گرد کے سرغنہ کا نام دیتے بتایا۔ گیارہ سیر کا لوٹی نام برکے گرسے

اور میں یہاں آگیا۔ یہاں آکر پتہ چلا کہ گیارہ سیر کا لوٹی میں تو کوئی سرکیدی رہتی ہے۔ ہوں۔“ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سرکیدی؟“ عمران بڑی طرح چونک پڑا۔ اور چروہ چیخ پڑا۔

ڈرائیو ٹیکسی روکو۔

اور ٹیکسی ڈرائیو نے پھرتی سے ٹیکسی ایک طرف کر کے بریک مار دی۔

سرگھٹا کر سنبھال لیتا۔

کوٹھی بھر گیا۔ وہ نظر آتے ہی فیاض تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا۔ اور پھر بجائے اس کے دماغ میں کیا آئی کہ اس نے گیٹ پر لگے جوئے کا بل کاٹن دیا۔

چند لمحوں بعد چٹاک کی فلی کھڑکی کھلی اور ایک قومی نیگل نوجوان باہر نکل آیا وہ بڑی جبریت سے فیاض کو دیکھ رہا تھا۔

”فرامیے؟“ نوجوان نے فیاض کو سر سے پیر تک غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”برکے گرسے میں رہتے ہیں۔“ فیاض نے ذہن پر زور ڈال کر نام یاد کرتے ہوئے پوچھا۔

”برکے گرسے۔۔۔ وہ کون ہے۔ یہاں تو سرکیدی رہتی ہیں۔“

نوجوان نے جیران ہو کر جواب دیا۔

”سرکیدی؟“ مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ یہاں برکے گرسے رہتے ہیں۔ دہشت گرد تنظیم کے سرغنہ۔“ فیاض نے اس بار لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

شہر اب نے آواز کا اس کے ذہن پر مکمل قبضہ کر ہی لیا تھا۔ اس لئے وہ بغیر سوچے سمجھے بولے چلا جا رہا تھا۔

”دہشت گرد تنظیم کا سرغنہ۔“ شہر اب کو لٹھ چڑھنے کے بعد پی کوٹھی نظر آئی تھی۔ دفعہ ہوا دیا یہاں سے اور کسی گٹر میں جا کر دو۔

خواہ مخواہ رات کو آکر پریشان کیا۔“ نوجوان نے اُسے بھڑکتے ہوئے کہا اور پھر واپس چٹاک کے اندر جا کر کھڑکی بند کر دی۔

طرف رکھی اور سوچنے لگا کہ اس کا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیئے۔ عمران سے وہ وعدہ کر کے آیا تھا کہ وہ جلتے ہی دہشت گرد کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ مگر یہاں آنے کے بعد اُسے کوئی ایسا کلیو ہی نہ مل رہا تھا جس سے وہ دہشت گرد تک پہنچ سکتا۔ اس نے جولیا کی مدد سے عمران کی لائی ہوئی اینٹ مس سوزی سے دہشت گرد کے چیٹ سے جو رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کی جینگ کے بعد اس کو یہی معلوم ہوا تھا کہ یہ کال کیڈی آرٹ گیلری سے کی گئی تھی۔ اس طرح اس نے صفدر کے ذریعے کیڈی آرٹ گیلری کی مالک مسز کیڈی سے بیڈ کو آرٹ کی معلومات حاصل کیں مگر مسز کیڈی نے صفدر کو ڈاج دے دیا اور غلط پتہ بتا دیا۔ اب ظاہر ہے مسز کیڈی دھوکہ دینے کے بعد وہاں تو نہیں مل سکتی۔ وہ ضرور غائب ہو گئی ہوگی۔

پھر اس نے سوچا کہ آرٹ گیلری تو دکان ہے ظاہر ہے مسز کیڈی کسی اور جگہ بیتی ہوگی اور جہاں وہ رہتی ہوگی وہاں سے شفٹ نہیں ہوتی ہوگی۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اس کا پتہ صفدر کو معلوم نہیں ہوگا۔ چنانچہ فوراً ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مسز کیڈی کی رہائش گاہ معلوم کرے اور پھر اسے وہاں سے اغوا کر کے خود ہی اس سے بیڈ کو آرٹ کا اصل پتہ معلوم کرے۔ ہو سکتا ہے اس طرح وہ مجرموں تک پہنچ جائے۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ عمران انہیں بھیجنے کے بعد خود بھی یہاں پہنچ گیا ہے۔ مگر سر جان گیل اور صفدر کے درمیان ہونے والی گفتگو واضح ٹرانسمیٹ پر سننے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ عمران کو ابھی کسی کلیو کا علم نہیں ہے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ عمران سے پہلے مجرموں پر ہاتھ ڈال دے۔

بلیک زبیر نے دہشت گرد کی فائل حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اپنے ہوٹل آکر اس فائل کا مطالعہ کیا۔ فائل میں یوں تو دہشت گرد کے متعلق کافی مواد موجود تھا مگر یہ تمام فائل دہشت گرد کی طرف سے کی جلتے والی کارروائیوں کی رپورٹوں پر مشتمل تھا۔ اس فائل کو پڑھنے کے بعد بلیک زبیر کو احساس ہوا کہ دہشت گرد کتنی خوفناک اور جدید اسلحہ سے لیس تنظیم ہے۔ فائل سے پتہ چلتا تھا کہ دہشت گرد نے صرف دو ماہ کی مدت میں ویسٹ مارف جیسے طاقت ور ملک کو تقریباً تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ انہوں نے بے پناہ تباہی پھیلانی تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ پکڑے بھی گئے تھے مگر انہوں نے کچھ بتانے سے پہلے خود کشی کر لی تھی۔ اس لئے انہیں جنس جس نے یہ فائل مرتب کی تھی دہشت گرد کے متعلق ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

بہر حال پوری فائل پڑھنے کے باوجود بلیک زبیر کو کوئی ایسا کلیو نہ مل سکا جس سے وہ اس تنظیم پر ہاتھ ڈال سکتا۔ چنانچہ اس نے فائل ایک

دیا اور بلیک زیرو اس کا شکریہ ادا کر کے اگلے بڑھ گیا۔ جلد ہی وہ روم نمبر بارہ میں موجود آدمی سے وہی کہانی دہرا رہا تھا۔

"ابھی بتا دیتا ہوں جناب۔۔۔ آپ صحیح جگہ پر پہنچے ہیں۔ کلرک نے کہا اور اس نے ایک ضخیم فائل کھولی اور اس کے ورق الٹنے لگا۔ تھوڑی دیر تک مختلف فائلیں دیکھنے کے بعد اس نے ایک جگہ اٹھکی رکھ دی۔

یہ بھیجیے پتہ نکل آیا۔" گیارہ سپر کالونی۔۔۔ کلرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر خاموشی سے ایک چھوٹا سا نوٹ کلرک کی طرف بڑھا کر وہ مڑا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ مسز کیڈی کا پتہ معلوم کر چکا تھا۔

پوسٹ آفس سے باہر نکل کر اس نے ٹیکسی کپڑی اور پھر اُسے سپر کالونی چلنے کا کہہ کر وہ اطمینان سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی اگلے بڑھا دی۔ ابھی ٹیکسی تھوڑی سی دوڑ گئی کہ اُسے دُور سے سڑک پر جاتی ہوئی کاروں کی قطار میں ایک طرف دیکھ کر نظر آئیں۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور نے بھی اپنی گاڑی قطار میں سب سے پیچھے روک دی۔

"کیا ہوا۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ٹریفک جینک بڑھ رہی ہے جناب۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

"مگر دوسری طرف سے آنے والی گاڑیاں تو بغیر جینک کے آ رہی

وہ تیزی سے اٹھا اور فائل اٹھا کر اس نے کچھ دیر سوچا پھر فائل ایک لفافے میں بند کر کے اس نے اس پر سر جان گیل کا پتہ لکھا اور تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل سے باہر آ گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ترقی یافتہ ملک میں ایسے ادارے موجود ہیں جو مختلف چیزیں اپنے آدمیوں کے ذریعے معمولی سا خرچ لے کر دوسروں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ ایسے اداروں کو یہاں باروشاپس کہتے ہیں۔ اسی لئے اس نے ہوٹل ویٹر سے قریبی باروشاپ کا پتہ پوچھ لیا تھا۔ باروشاپ ہوٹل سے تھوڑی سی دور موجود تھی۔ اس نے فائل کاؤنٹر پر دی اور کچھ رقم دے کر کہا کہ یہ پارسل اس پتے پر ابھی پہنچا دیا جائے۔

اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی کپڑی اور سیّدھا میڈ پوسٹ آفس پہنچ گیا۔ میڈ پوسٹ آفس جو میں گھنٹے کھلا رہتا تھا۔ کیونکہ یہاں دن اور رات میں دو تین بار ڈاک تقسیم کی جاتی تھی۔ میڈ پوسٹ آفس پہنچ کر وہ انکو امری کلرک سے ملا۔

"مسٹر میں باہر سے آیا ہوں۔ میں نے پامالا بازار میں موجود کیڈی آرٹ گیلری کی مسز کیڈی سے ایک ایڈجسٹی کام کے لئے ملنا ہے۔ مگر میری کار راستے میں خراب ہو گئی تھی اس لئے میں دن کے وقت نہ پہنچ سکا۔ اب جیلری بند ہو چکی ہے اور مجھے ان کی رہائش گاہ کا علم نہیں کیا آپ ان کی رہائش گاہ کا پتہ بتا سکتے ہیں؟۔۔۔ بلیک زیرو نے کلرک کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ ایڈریس سیکشن میں چلے جائیں وہاں سے آپ کو پتہ مل جائے گا۔ روم نمبر بارہ۔۔۔ انکو امری کلرک نے مہذبانہ لہجے میں جواب

میں: — بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب یہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ مکمل طور پر ٹریفک نہیں روکی جاسکتی اس لئے ایک سائیڈ روک کر چیک کی جاتی ہے۔“ ڈرائیور نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے سہلایا۔ ظاہر ہے اب انتظار کے بغیر چارہ نہ تھا۔ گاڑیوں کی طویل قطار تیار ہی تھی کہ کم از کم ایک گھنٹہ بعد سی نمبر آئے گا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ یہاں چکنگ سٹاف انتہائی بااختیار ہوتا ہے۔ اور چکنگ کے مراحل سے گزرے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے اس نے سیٹ کی پشت سے سر نکال دیا اور آنکھیں بند کر کے یہ سوچنے میں مصروف ہو گیا کہ وہ مسٹر کیڈی سے کس طرح اصل راز اگلوائے گا۔

”سلطان سپیکٹن“ — دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جناب ویٹ ہاؤس سے۔“ — عمران نے

کہا۔
”اوہ عمران بیٹے کیا ہو رہا ہے۔“ — سلطان کی آواز میں تازہ پن آگیا۔

”کام ہو رہا ہے۔ میں اس وقت ویٹ ہاؤس کے جنرل ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ ڈیڈی یہاں دشمنوں سے لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے ان کی جان بچی ہے۔ انہیں طویل آرام کی ضرورت ہے۔ آپ ایسا کریں کہ سفارت خانے سے کہہ کر انہیں خصوصی پرواز کے ذریعے واپس پاکیشیا بلوالیں۔ جس قدر جلد یہ کام ہو سکے بہتر ہے تاکہ وہ ہمدرد دشمنوں سے نہ ٹکرا جائیں۔ ابھی ڈاکٹروں نے انہیں طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی بے ہوشی کے دوران ہی وہ پاکیشیا پہنچ جائیں۔“

اس وقت جبریل ہسپتال کے ٹیلی فون روم میں موجود تھا۔ سر رحمان لکویہاں
 آئے ہوئے اُسے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ڈاکٹروں نے اب اُسے یہ اطلاع
 دی تھی کہ سر رحمان کی حالت خطرے سے باہر ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نے یہاں
 سے فاران کال کر کے سر سلطان کو یہ برائیاں دی تھیں۔

وہ اس سے رابطہ ختم کر کے عمران لوکل ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھا اور پھر اس نے انکو اتنی کا نمبر ملا کر سر جان گیل کی رہائش گاہ کا نمبر لپچہ کر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان سے فائل کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔

"ہیلو جان گیبیل سیکنگ۔۔۔۔۔" بالبط قائم جوتے ہی دوسری طرف سے سر جان گیبیل کی آواز سنائی دی۔

”پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔
 ”اودہ پرنس تم کہاں چلے گئے یہاں تو تباہی ہی عدم موجودگی میں غضب
 ہو گیا۔“ — سر جان گیس، کی تیز آواز سنائی دی۔

جواب میں سر جان گیل نے صفدر اور کمپین شکیل کی آمد سے لے کر روانگی تک کی تمام کہانی تفصیل سے سنا دی۔

”ابھی ابھی میری بیٹ واپس آئی ہے تو اس نے جو کچھ لکھ کر بھیجا ہے۔
وہ میرے کمرے کا دروازہ بھی۔ اور میں ابھی چند لمحوں پہلے ایک بار دو شاپ
کا آدمی وہ فائل واپس کر گیا ہے۔“ سر جان گیل نے جواب دیا۔

”ان لوگوں نے آپس میں بولتے ہوئے کوئی نام لیا تھا۔“ — عمران نے دانشوروں سے جوٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔ اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کون

ادہ۔ مگر اس عمر میں انہیں براہ راست دشمنوں سے ٹکرانے کا کیا شوق ہر ایا تھا۔ — سر سلطان نے پریشان لبہ میں کہا۔

وہ اسی اپنے آپ کو مجھ سے نبی کم عمر سمجھتے ہیں بہر حال آپ فوراً ان کی واپسی کا انتظام کریں۔ — عمران نے جواب دیا۔

گھنٹے بعد وہ خصوصی پرواز کے ذریعے پاکستیا روانہ ہو رہے ہوں گے۔

سر سلطان نے جواب دیا۔
 ”اور میں جب تک وہ مکمل طور پر صحت مند نہ ہو جائیں۔ آپ گھر میں
 اطلاع نہ دیں ورنہ اماں جی اور شریا بے حد پریشان ہو جائیں گی۔“ — عمران
 نے کہا۔

”میں جھپٹتا ہوں عمران۔ تم بے فکر رہو۔۔۔“ سلطان نے جواب دیا۔

”ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ انہیں کسی قیمت پر یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے انہیں واپس بھیج دیا ہے۔ بس سیکرٹ سر دوس کا کہہ دیں کہ اس کے کسی نمبر نے انہیں دیکھ لیا تھا اور اس کی اطلاع پر یہ کارروائی ہوئی ہے“ عثمان نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ — مسر سلطان نے جواب دیا۔
 ”او۔ کے۔۔۔ ارے ماں وہ یہاں جرنل ہسپتال کے سر جیکل وارڈ

کے کمرہ نمبر ایک سو دس میں بی بی نوٹ کر لیں۔" — عمران نے کہا۔
 "ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔" — مہر سلطان نے کہا۔

سن کر تیزی سے سیدھا ہوا۔ گلاس ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔
 "تم اندر کیوں آئے ہو؟" — نوجوان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔
 "دیکھو مسٹر۔ مجھے سیدھی طرح بتادو کہ مسٹر کیڈی کہاں ہے۔ ورنہ
 میں پھر دن کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہوں۔" — عمران نے ہاتھ میں کپڑا
 ہوا رول اور سامنے کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے
 پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"بب۔ بتا دو دیا ہے۔" نوجوان نے بوکھلے ہوئے لہجے
 میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ بچانے یہ عمران کے لہجے کا اثر تھا یا اس کے چہرے
 پر چھائی ہوئی سنجیدگی کا۔

اور دوسرے لمحے عمران نے ٹرگر دکھایا اور نوجوان ایک جھٹکا کھا کر
 پہلو کے بل جھک گیا۔ اس کا دایاں کان آدھا اڑ گیا تھا۔ سائینسر لگے
 دیواروں سے صرف شعلہ بلند ہوا تھا۔

"بتاؤ۔ ورنہ اس بار گولی کھوپڑی میں اتر جائے گی۔" عمران
 نے پیٹے سے زیادہ خوشنواں لہجے میں کہا۔

"مسٹر کیڈی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ چیف باس نے اُسے وہاں بلایا
 ہے۔" نوجوان نے کان پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی تکلیف دہ
 لہجے میں کہا۔

"اور ہیڈ کوارٹر کہاں ہے جلدی بتاؤ میرے پاس وقت نہیں
 ہے۔" — عمران نے کہا۔

"مم۔ مجھے معلوم نہیں ورنہ....." — نوجوان نے کچھ
 کہنا چاہا۔ مگر اُسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عمران کے سائینسر

"تیس سال روڈ۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا
 "ہاں۔ ان سے ملاقات وہاں ہو سکتی ہے۔" — نوجوان نے
 جواب دیا اور پھر واپس پھیلاک کی طرف مڑ گیا۔
 "سنو مسٹر۔ وہاں کوئی کوڈ وغیرہ کا پتہ تو نہیں ہوگا؟" — عمران
 نے اُسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں کوڈ کے بغیر تو آپ کی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ وہاں جا کر آپ
 کوڈ ایجیل۔" کہتے آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔" — نوجوان نے
 مڑ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بب۔ بہت شکریہ بھائی۔ تمہاری بڑی مہربانی اور سنو۔
 عمران نے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہے؟" — نوجوان نے جھٹکا کر پوچھا۔
 "پپ پانی۔" پانی مل جائے گا۔ مجھے بے حد پیاس لگی ہے۔"

عمران نے پھیلاک کے قریب پہنچتے ہوئے بڑے افسانہ لہجے میں کہا۔
 "ادہ پانی۔ ٹھیک ہے آپ یہاں ٹھہریں میں پانی لے آتا ہوں۔"

نوجوان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا اور پھیلاک کے اندر غائب
 ہو گیا۔ اس کے اندر جلتے ہی عمران بھی تیزی سے اس چھوٹی کھڑکی میں گھسنا
 چلا گیا۔

یہ ایک کافی بڑی کوٹھی تھی۔ کوٹھی کے اندر ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
 صرف گیٹ کے قریب ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ اور نوجوان اس کیبن میں گھسنا

ہوا تھا۔ عمران بھی اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا۔ نوجوان ایک کولر میں سے
 گلاس میں پانی انڈیل رہا تھا۔ عمران نے جیسے ہی قدم اندر رکھا نوجوان آہٹ

کے متعلق معلوم ہو جاتا۔ اور بے شمار تنظیمیں اس کے حصول کے لئے میدان میں کود پڑتیں۔ مگر اقتدار بدلنے کے پیکر میں ملک تباہ ہو گیا اور ڈی۔ چیف باس نے کہا۔
 "بس جناب مانتہ ذرا سخت ہو گیا۔ بہر حال اب کیا حکم ہے اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے تیس اپنی پلاننگ بدل دینی چاہیے۔ اور اب ہمیں صرف فارمولے کے حصول پر تمام توجہ مرکوز کرنی چاہیے اور ڈی۔ چیف باس نے جواب دیا۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ ویسے بھی اب حالات ہمارے خلاف جو تے جارہے ہیں۔ یہاں کی سیکرٹ سروس۔ ایٹلی فیس اور پولیس بھی اب بہت زیادہ سرگرم عمل ہو گئی ہے۔ اس لئے کسی بھی لمحے کچھ ہو سکتا ہے اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے تم تمام سیکشنوں کے انچارج کو میری طرف سے ہدایات دے دو کہ آج رات دس بجے ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیں۔ ہم نئی پالیسی ڈسکس کر کے کل سے اس پر عمل شروع کر دیں گے اور ڈی۔ چیف باس نے جواب دیا۔

"بہتر جناب۔ میں ابھی تمام سیکشنز کو اطلاع دے دیتا ہوں اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اور اینڈ آف۔ چیف باس نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ابھی اُسے ٹرانسمیٹر آف کئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ٹرانسمیٹر سے

ایکس افراد کو عین موقع پر یہاں کی سیکرٹ سروس نے گھیر لیا۔ اور پھر بے پناہ لڑائی کے بعد پورا سیکشن ختم ہو گیا اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"وہ فارمولا ابھی تک مین ہینڈ میں ہے اور ڈی۔ نقاب پوش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں معلوم ہی ہوا ہے اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اس پارٹی لیڈر کا کیا ہوا۔ کیا وہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے تیار ہے اور ڈی۔ نقاب پوش نے کچھ دیر رک کر کہا۔

"نہیں جناب۔ اس نے ملک کی حالت دیکھ کر قطعاً انکار کر دیا ہے اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے ہماری تمام پلاننگ فیمل ہو گئی اور ڈی۔ نقاب پوش نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے جناب۔ دراصل ہماری پلاننگ کچھ ضرورت سے زیادہ گہری ہو گئی۔ ہم نے وہ فارمولا حاصل کرنے کے لئے پورا ملک تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس بنا پر پارٹی لیڈر بھاگ گئے۔ اگر اس قدر تباہی نہ ہوتی تو شاید حالات ایسے نہ ہوتے اور ڈی۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ دراصل ہماری پلاننگ یہ تھی کہ ملک کا اقتدار بدل کر ہم نئے وزیراعظم سے وہ فارمولا حاصل کرتے۔ اس طرح فارمولا کی پوری باکھل راز میں رہ جاتی۔ اور ہمیں اس فارمولے کا معاوضہ بہت زیادہ مل جاتا۔ ورنہ دوسری صورت میں تمام دنیا کو اس فارمولے

بھی بیکار ہو جاتی ہے اور فیاض نے اچانک باہر کا رخ کیا اور جب تک آپریٹر
بچھتا رہا اور میں اُسے ذہنی طور پر کنٹرول کر کے شراب پینے سے باز رکھتا وہ
غافل دھبکی کا گلاس حلق میں انڈیل چکا تھا۔ چنانچہ اس طرح ایون تھری کا
خاتمہ ہو گیا اور ساتھ ہی ایس ایون بھی بیکار ہو گیا۔ اب نہ ہی اس کی آواز
سنائی دے رہی ہے اور نہ ہی وہ سکرین پر آ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا
کہ آپ کو اطلاع کر دوں اور۔۔۔۔۔ ایس ون نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

”اوہ یہ تو بہت بُرا ہوا۔ ہو سکتا ہے اس دوران عمران اس سے ٹکرا گیا
ہو۔ میں نے تو اس لئے ان کا استعمال کیا تھا کہ وہ ایشیا سے آیا ہے۔
اور مسلمان ہے اور مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مگر اس کم بخت نے پی
لی اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”ییس سر۔۔۔ میرا بھی یہی خیال تھا مگر اور۔۔۔۔۔ ایس ون
نے چیف باس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔
”میرا خیال ہے فیاض شراب پینے کے بعد اپنے ہوٹل ہی گیا ہوگا
اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
”ہو سکتا ہے سر اور۔۔۔۔۔ ایس ون نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے میں پتہ کرتا ہوں اگر وہ ہوٹل میں ہے تو میں اُسے وہاں
سے اُٹا کر کہ آپریشن روم میں پہنچا دیتا ہوں۔ تم چیک کر لینا کہ آیا
عمران اس سے ملا ہے یا نہیں اس کے بعد کا ڈیم انجکشن لگا دینا تاکہ یہ
الکحل والا مسئلہ بھی پیدا نہ ہو اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے جواب
دیا۔

ایک بار پھر پیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ چیف باس نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی
طرف دیکھا اس بار ٹرانسمیٹر کے دائیں کونے پر موجود بلب تیز می سے جل
بجھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ آپریشن روم سے کال ہے۔ اس نے تیز می سے
جین آں کر دیا۔

”ایس ون سپیکنگ فرام آپریشن روم سر اور۔۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے
آواز ابھری۔

”ییس ڈی جی سپیکنگ اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے حکمانہ ہلچے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔۔۔ فیاض کسے ساتھ ہمارا رابطہ ختم ہو گیا ہے اور۔۔۔۔۔
ایس ون نے جواب دیا۔

”رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ کیا مطلب اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے
چونک کر پوچھا۔

”سر۔۔۔۔۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اُسے ذہنی طور پر کنٹرول
کرنے کے لئے ایون تھری کا انجکشن لگایا تھا۔ اور چکنگ کے لئے اس
کی گردن میں ایس ایون فٹ کیا تھا اور۔۔۔۔۔ ایس ون نے یاد
دلالتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں مجھے یاد ہے اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے کرخت ہلچے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔۔۔ ان دونوں میں ایک خامی ہے اور وہ خامی اب سامنے آ
گئی ہے۔ الکحل اگر اس آدمی کے معدے میں جلی جائے تو ایون تھری
کا اثر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب تک الکحل کا اثر رہے ایس ایون

او۔ کے سر اودھ۔۔۔۔۔ ایس دن نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔۔۔ چیف باس نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے تیزی سے اس کی فریکوئنسی تبدیل کرنی شروع کر دی تاکہ وہ فیاض کے اعزازی ہدایات دے سکے۔



تقریباً ایک گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد بلیک زیرو کی ٹیکسی چیک ہوئی اور پھر اُسے آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔
”آپ کو بہت تکلیف ہوئی جناب۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے کار شارٹ کرتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں ایسا ہوتا ہی ہے۔“ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلادیا۔ چیکنگ کے بعد اس نے ٹیکسی کی رفتار

بھی تیز رکھی تھی۔ اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی۔

”سپر کالونی آگئی ہے جناب۔۔۔۔۔ آپ نے کہاں اترنا ہے۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے پوچھا۔

”چوک پر اتار دو۔“ بلیک زیرو نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے چند لمحوں بعد چوک پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ بلیک زیرو نے کرایہ ادا کیا اور پھر اس وقت تک وہیں ٹھہرا کہ جب تک کہ ٹیکسی آگے بڑھ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

ٹیکسی کے جانے کے بعد بلیک زیرو تیزی سے کوٹھیلوں کی طرف بڑھا اور اس نے ان کے نمبر غور سے دیکھنے شروع کر دیئے۔

تھوڑی دیر بعد یہی وہ گیا کہ نمبر کوٹھی کے سلسلے کھڑا ہوا تھا۔ کوٹھی کے پھانک کی ذیلی کدے کی کھلی ہوئی تھی اور سائیڈ میں بنے ہوئے کیبن سے نکلنے والی روشنی کی ایک موٹی سی پادرنے کھڑکی کو بھی روشن کر رکھا تھا۔

بلیک زیرو نے جھک کر کھڑکی سے اندر جھانکا تو پورے کوٹھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف سائیڈ کیبن میں روشنی تھی۔ بلیک زیرو قدم بڑھا کر اندر داخل ہو گیا۔ ریو اور اس نے جیب سے نکال کر ہاتھ میں نبھال لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ کیونکہ سائیڈ کیبن کے کھلے دروازے سے کیبن میں پڑی ہوئی لاش صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ

تیزی سے کیبن میں داخل ہوا تو بے اختیار ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کسی نے نوجوان کی پیشانی پر گولی مار کر اُسے ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرے لمحے بلیک زیرو کی نظریں لاش کے کانوں پر پڑیں تو وہ چونک پڑا۔

نوجوان کا دایاں کان آدھا غائب تھا۔ جب کہ بایاں کان سر سے اڑا دیا گیا تھا۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ کسی نے نوجوان پر تشدد کیا ہے اور یہ اُسے گولی مار دی ہے۔ بلیک زیرو نے جھجک کر نوجوان کی فیملی دیکھی تو اُسے محسوس ہوا کہ یہ کارروائی کچھ دیر پہلے ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ لاش ابھی تک گرم تھی۔

بلیک زیرو نے بغض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر دایاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔

نوجوان کی فیملی میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ پرٹھا کہ ریسیور اٹھالیا۔

"ایس" — بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے ہیچے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے میڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اللارڈ ملی ہے کہ روکو بار کے کاڈسٹرین نے مذاقی مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے۔ اور اس سے ایک دوسری طرف سے ایک ایسا نوکر وہ تم پر چڑھ دوڑے۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ "بجوبے حد حکمائہ تھا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے ہیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے اس کے سوا وہ کبھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے ہیچے کا علم ہی نہ تھا۔"

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے ہیچے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا مگر دوسرے

بلیک زیرو نے بغض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر دایاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔

نوجوان کی فیملی میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ پرٹھا کہ ریسیور اٹھالیا۔

"ایس" — بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے ہیچے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے میڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اللارڈ ملی ہے کہ روکو بار کے کاڈسٹرین نے مذاقی مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے۔ اور اس سے ایک دوسری طرف سے ایک ایسا نوکر وہ تم پر چڑھ دوڑے۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ "بجوبے حد حکمائہ تھا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے ہیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے اس کے سوا وہ کبھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے ہیچے کا علم ہی نہ تھا۔"

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے ہیچے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا مگر دوسرے

بلیک زیرو نے بغض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر دایاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔

نوجوان کی فیملی میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ پرٹھا کہ ریسیور اٹھالیا۔

"ایس" — بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے ہیچے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے میڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اللارڈ ملی ہے کہ روکو بار کے کاڈسٹرین نے مذاقی مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے۔ اور اس سے ایک دوسری طرف سے ایک ایسا نوکر وہ تم پر چڑھ دوڑے۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ "بجوبے حد حکمائہ تھا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے ہیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے اس کے سوا وہ کبھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے ہیچے کا علم ہی نہ تھا۔"

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے ہیچے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا مگر دوسرے

بلیک زیرو نے بغض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر دایاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔

نوجوان کی فیملی میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ پرٹھا کہ ریسیور اٹھالیا۔

"ایس" — بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے ہیچے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے میڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اللارڈ ملی ہے کہ روکو بار کے کاڈسٹرین نے مذاقی مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے۔ اور اس سے ایک دوسری طرف سے ایک ایسا نوکر وہ تم پر چڑھ دوڑے۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ "بجوبے حد حکمائہ تھا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے ہیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے اس کے سوا وہ کبھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے ہیچے کا علم ہی نہ تھا۔"

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے ہیچے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا مگر دوسرے

بلیک زیرو نے بغض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر دایاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔

نوجوان کی فیملی میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ پرٹھا کہ ریسیور اٹھالیا۔

"ایس" — بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے ہیچے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے میڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اللارڈ ملی ہے کہ روکو بار کے کاڈسٹرین نے مذاقی مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے۔ اور اس سے ایک دوسری طرف سے ایک ایسا نوکر وہ تم پر چڑھ دوڑے۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ "بجوبے حد حکمائہ تھا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے ہیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے اس کے سوا وہ کبھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے ہیچے کا علم ہی نہ تھا۔"

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے ہیچے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا مگر دوسرے

پہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ شاید انٹیلی جنس چیف کی طرف سے شکریہ کے
لفظ نے اُسے بے پناہ مسرت بخشی تھی۔

”ٹھیک ہے مگر جلد ہی اور صحیح صحیح معلوم کر کے بتاؤ۔۔۔۔۔ بلیک زیرو
نے جواب دیا۔

”سر پتہ نوٹ کیجئے۔ تھری کس ریونیو گرین پیج۔“ آپریٹر لگا
نے جواب دیا۔

”پتہ صحیح ہے۔“ بلیک زیرو نے پوچھا۔
”بالکل جناب میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے۔“ آپریٹر نے
جواب دیا۔

”اور کئے تھینک یو۔“ بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر
ایک بھٹکے سے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے کی طرف مڑتے مڑتے اُسے
خیال آیا اور اس نے مڑ کر نوجوان کی لاش کی طرف دیکھا۔ اس کا
قد و قامت بلیک زیرو جتنا ہی تھا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ایک
فیصلہ کیا اور پھر تیزی سے نوجوان کے کپڑے اتارنے لگا۔ مگر دوسرے لمحے
وہ رک گیا کیونکہ نوجوان کے کالر پر خون کے دو جھبے پڑے ہوئے تھے۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اُسے سامنے الماری میں اسی سائز کے
دوسرے کپڑے نظر آ گئے۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے وہ کپڑے اتارے
اور اپنے کپڑے اتار کر وہ پہن لئے اور وہ اس کے جسم پر مٹتے تھے۔ اس
طرف سے مطمئن ہو کر اس نے اپنے کپڑوں سے سامان نکال کر جیبوں میں
منتقل کیا اور پھر ریڈی میٹ میک اپ باکس کھول کر مارشل کامیک اپ
اپنے چہرے پر کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ میں وہ مار

کے میک اپ میں آ گیا۔

آئینے میں میک اپ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ تیزی سے
قدم بڑھاتا ہوا کیبن سے باہر نکلا اور پھر بھانگ سے باہر آ گیا۔ اب صرف
مارشل کے ہیجے کا مسلہ رہ گیا تھا۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اتنے بڑے
مشن کے مقابلے میں یہ رسک معمولی ہے۔

چوک پر آ کر اس نے ایک خالی ٹیکسی پکڑ لی اور اُسے گرین پیج چلنے
کا کہہ کر پچھلی سیٹ پر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اور ٹیکسی تیزی سے
مڑنے پر دوڑنے لگی۔ وہ خوش تھا کہ کم از کم ناکام نہیں رہا۔ اور
اس نے مسز کیڈی یا ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لیا ہے۔

فیاض کی طرف بڑھ گیا۔

جب کہ سفید اپرن والا ایک کونے میں نصب بڑی سی مشین کی طرف بڑھا اور پھر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں بعد مشین پر نصب سکریں روشن ہو گئی۔ پہلے تو اس پر ابھری سی کوندتی رہیں پھر ایک نقاب پوش کی تصویر ابھرائی۔

”ایس دن سپیکنگ اوور“۔۔۔ سفید اپرن والے نے بڑے مؤدبانہ بجھے میں کہا۔

”یس ڈی۔ جی سپیکنگ اوور“۔۔۔ نقاب پوش کی کرخت آواز

سنائی دی۔

”باس فیاض آپریشن روم میں پہنچ چکا ہے اور“۔۔۔ ایس دن

نے کہا۔

”اوہ۔ کیا پوزیشن ہے اس کی اور“۔۔۔ چیف باس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”اُسے بے ہوش کر کے لے آیا گیا ہے۔ میں نے ایس ٹو کو کہہ دیا ہے کہ وہ اس کے معدے میں موجود انکھل کی مقدار چیک کر کے اُسے واش کر دے اور“۔۔۔ ایس دن نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے چیکنگ مشین فٹ کر کے مجھ سے اس کا رابطہ قائم کر دو۔ سوالات میں خود کروں گا اور“۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”بہتر جناب اور“۔۔۔ ایس دن نے کہا اور پھر مڑ کر اس نے

ایک اور چھوٹی سی مشین کی تار کھینچ کر اس بڑی مشین کے ساتھ منٹ کی اور پھر اس چھوٹی مشین کا نارسٹریجر کے ساتھ دیوار سے نصب ایک

دروازہ کھلا اور ایک عمومی میکل نوجوان کا منہ پر فیاض کو لادے کمرے میں داخل ہو گیا۔

”اسے سٹریجر پر لٹا دو“۔۔۔ سفید اپرن پہنتے ہوئے نوجوان نے ”تھکمانہ“ بجھے میں آنے والے کو کہا اور اس نے سر ہٹا کر دیوار کے قریب موجود سٹریجر پر فیاض کو لٹا دیا۔

”اب تم جادو“۔۔۔ سفید اپرن والے نے کہا۔ اور فیاض کو لے آئے والا سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ

بند ہوتے ہی سفید اپرن والا تیزی سے سٹریجر پر بڑے ہوئے فیاض کی طرف بڑھا۔ فیاض سٹریجر پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

”ایس ٹو چیک کر دو کہ اس کے معدے میں انکھل کی کتنی مقدار موجود ہے۔ اور اگر ہو تو اُسے واش کرو جب تک میں چیف باس کو اس

کے آنے کی اطلاع کر دوں“۔۔۔ سفید اپرن والے نے اپنے بائیں طرف کھڑے ہوئے نوجوان سے کہا اور وہ سر ہٹاتا ہوا تیزی سے

ڈال رہے کہ دہشت گرد کے سرغنہ کا پتہ بتایا۔ میں فوراً وہاں پہنچا مگر وہاں
موجود ایک نوجوان نے بتایا کہ یہ تو کسی مسز کیٹی کی کوٹھی ہے۔ میں مایوس
ہو کر واپس مڑا تو مجھے عمران مل گیا۔ پھر عمران نے مجھے واپس ہو مل بھیج
دیا اور کہا کہ بیچ آکر ملوں گا۔۔۔ فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مسز کیٹی کی کوٹھی۔۔۔ کیا نمبر تھا کوٹھی کا؟“ چیف باس کے
اُسے دانش کر دیا ہے۔۔۔ ایس۔ و۔ نے جواب دیا۔
”چینگنگ مشین آن کرو۔۔۔ باس خود سوال کریں گے۔۔۔“ ایس۔ و۔ نے پناہ تشویش تھی۔
وہ نے کہا اور ایس۔ و۔ نے پھر قی سے اس بڑی مشین کے ساتھ نصب
ٹرانسپرنٹ شیٹ کے ایک بڑے خود نمائندہ ٹیپ کو کچین کر سٹرپیج پر پڑے

”کیا تم نے عمران کو اس کے متعلق بتایا تھا؟“ چیف باس نے کثرت
ہوئے فیاض کے سر پر ہٹ کر دیا۔
ایس۔ و۔ نے مشین کا بٹن آن کیا اور ایک مائیک اٹھا کر کہنے لگا۔
”چینگنگ مشین آن ہے باس۔۔۔ آپ سوالات کر سکتے ہیں۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“ چیف باس کی آواز گھرے میں گونجی۔
”سپرٹنڈنٹ فیاض۔“ فیاض کے چہرے پر نصب خود وائی فیاض نے جواب دیا۔
”ایس۔ و۔“ چیف باس نے اس بار ایس۔ و۔ سے مخاطب ہو کر کہا۔
”تم شراب پینے سے پہلے کہاں تھے؟“ چیف باس نے پوچھا۔
”میں شہر میں گھوم کر عمران کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔“ فیاض

نے جواب دیا۔
”عمران ملا؟“ چیف باس نے پوچھا۔
”ہاں ملا تھا۔“ فیاض نے جواب دیا۔
”کیا تمہارے پاس عمران کا نام لیا تو اس نے چوک کر ٹیکسی رکوا دی
اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کو کہا کہ وہ مجھے ہو مل چھوڑ دے اور خود وہیں رہ گیا۔“

”بہتر باس۔“ ایس۔ و۔ نے جواب دیا۔
”اور پھر تیزی سے اس نے مشین کا بٹن آف کر دیا۔ اور نمبر ٹوکا ڈیم
انجکشن تیار کرنے کے لئے کہا تاکہ چیف باس کے حکم کی تعمیل کی جاسکے۔
”ہاں میں نے شراب پی اور پھر مار کے کاؤٹریں نے مجھ سے دوسو

سے مزید معلومات حاصل ہو سکیں۔ چنانچہ اس نے ٹیکسی پکڑ لی اور اسے ہوٹل
آگے لے کر اپنے کا کہہ کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار
پائے گئے ہوئے تھے۔ یہ شاید اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وہ یوں اندھے
بے مامک لڑکیاں مارتا پھر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ
بلیک زیرو کو کال کر کے اس سے پوچھے کہ اس نے مسز کیڈی کا سراغ
کیسے لگا یا تھا۔ شاید کوئی ایسا کلیو مل جائے۔ جس سے وہ آگے بڑھ سکے۔
مگر پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ وہ اس معاملے میں بلیک زیرو سے

بھٹائی نہ لینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے طور پر مہرموں کو پکڑ کر اس
عمران سے کوچک پر پہنچے ہی غالی ٹیکسی مل گئی۔ اور پھر ٹیکسی نے اسے سہرا فیاض کے سر باندھ دے اور پھر بلیک زیرو پر چڑھائی کر کے
زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے بعد گرین بیچ پر پہنچا دیا۔ گرین بیچ ساحل سمندر وہ لوگ بالکل نکلے ہیں جب کہ فیاض جیسے آدمی نے ان کے مقابلے میں
پرہیزی ہوئی ایک عظیم الشان رہائشی کالونی تھی۔

عمران نے ٹیکسی چھوڑی اور پھر گرین بیچ میں سرخ رنگ کی کوٹھی تلاش کی یہاں موجودگی کا علم ہو گیا جو کچھ۔ کیونکہ سر جان گیل نے ان کے سامنے
کر کے لگا۔ مگر پورا اگر یہ بیچ چھان مارنے کے باوجود اسے وہاں سرخ رنگ برنس آف ڈھمپ کا نام لیا تھا اور ظاہر ہے صدر وغیرہ اچھی طرح
کی کوئی کوٹھی نظر نہ آئی۔ تو اس کی کھوپڑی میں دھماکے ہونے لگے۔ وہ سمجھ جانتے تھے کہ پرنس آف ڈھمپ کون ہے۔
گیارہ لڑکوں نے سرتے سرتے بھی اسے ڈاچ دے دیا ہے۔

مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ لڑکوں مرچکا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر گرین بیچ داخل ہو گئی۔ عمران ٹیکسی سے اترا اور اس نے کرایہ ادا کر کے
بیچ کا چکر لگایا مگر سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہاں کوئی کوٹھی ایسی نہیں گھٹ کا رخ کیا۔ مگر ابھی وہ مین گیٹ تک پہنچا نہ تھا کہ اچانک اس
تھی جو تمام سرخ رنگ کی ہو۔

آخر مایوس ہو کر اس نے واپسی کی بھٹائی اور پھر اسے اچانک خیال دو آدمی بڑے پراسرار انداز میں سڑک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عام
آیا کہ وہ فیاض سے اس بار کا پتہ پوچھے جس کے کاؤنٹر میں نے اسے مسز آدمی تو شاید ان لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہوتا مگر وہ عمران تھا۔ اس کی
کیڈی کی کوٹھی کا نمبر بتایا تھا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے۔ اس کاؤنٹر میں چھٹی جس نے فوراً ہی خطرے کا الارم بجا دیا۔ اور عمران مین گیٹ کی

طرف بڑھنے کی بجائے اس کو نئے کی طرف بڑھنے لگا۔
 وہ دونوں آدمی جھکے جھکے انداز میں جلتے ہوئے کمپاؤنڈ وال کے قریب پہنچے اور دوسرے لمحے وہ انتہائی پھرتی سے چھوٹی ٹیسی کمپاؤنڈ وال کے آگے سے پوچھا۔
 کراس کر کے سڑک پر پہنچ گئے۔

عمران نے اپنے طور پر خاصی تیزی دکھائی مگر جب تک وہ کمپاؤنڈ وال تک پہنچا، وہ دونوں سڑک کے دوسرے کنارے پر کھڑی ہو کر ایسا براٹھ لٹھ لٹھ بوائے نے موڈ بانہ لہجے میں جواب دیا اور عمران سیاہ رنگ کی کار میں سوار ہو کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ عمران نے کہا جانے کی بجائے فارمر بریگیڈ کے لئے بنائی گئی عقبی سیڑھیوں سے کی ممبرلیٹ دیکھنے کی کوشش کی مگر وہاں سر سے سے نمبر پلیٹ ہی نہ تھی۔
 غائب تھی۔

عمران ان کے جانے کے بعد واپس مرٹا اور مین گیٹ کی طرف: اُس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔
 "سرمائیں طرف تیسرا کمرہ ۱۱۲ ہے۔"
 بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں ایک انجین سی پیدا ہو گئی تھی۔ مگر کوئی شکریہ نہ۔ عمران نے کہا اور لفٹ سے نکل کر تیزی سے

چیز واضح نہ تھی کہ ان دونوں آدمیوں کے اس طرح چوری چھپے اور پلڑے۔
 طور پر واپس جانے کا مقصد کیا تھا۔ بہر حال اب اس بارے میں کچھ سوچنا۔
 فضول تھا۔ اس لئے وہ مین گیٹ سے گزر کر کاؤنٹر کی طرف جانے کی بجائے سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا کیونکہ فیاض نے اُسے بتا دیا تھا کہ وہ کمرہ نمبر ۱۱۲ میں رہتا ہے۔

"کہاں جانا ہے۔" لفٹ بوائے نے اس کے لفٹ میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"روم نمبر ۱۱۲۔" عمران نے جواب دیا اور لفٹ بوائے نے اشارات میں سر جھکا کر پانچویں منزل کا بٹن دبا دیا اور لفٹ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی۔
 "مخسوس ہوتا کہ کسی نے فیاض کی نیند کے دوران مداخلت کی ہو۔ چنانچہ عمران مطمئن ہو گیا کہ ان دو آدمیوں کی پُر اسرار حرکت کا تعلق کم از کم فیاض یا اس کے کمرے سے نہیں ہو سکتا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر وہ فیاض کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کے بستر کے قریب جا کر عمران کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ کہ اُسے جگائے یا خود بھی وہیں سو جائے پھر صبح کو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ مگر پھر اس نے فیصلہ کیا کہ فیاض کو بچا کر اس بار کا پتہ پوچھ لے۔ کیونکہ صبح کو شاید وہ کاؤنٹرپین وہاں نہ ملے۔ اور اُسے تلاش کرنے میں وقت ضائع کرنا پڑے۔

پنابچہ عمران نے آگے بڑھ کر فیاض کو بڑی طرح جھنجھوڑ دیا۔ چند لمحے تک تو فیاض بے حس و حرکت رہا۔ مگر پھر اس میں زندگی کے آثار دوڑنے لگے اور دوسری بار بھنجھوڑنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”ارے تم یہاں مجرموں کو کپڑے کے لئے آئے ہو یا شراب پی کر بستر پر اٹیٹھے کے لئے آئے ہو؟“ عمران نے اُسے ایک بار پھر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

اور فیاض ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے فیاض بالکل نارمل حالت میں ہو۔ حالانکہ شراب پینے کے بعد اٹھنے والا شخص نارمل حالت میں نہیں جاگ سکتا۔

”تت — تم عمران“ فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں میں — سناؤ عیش ہو رہی ہے سرکاری خرچ پر — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں — میری قسمت میں عیش کہاں — اچھا تم میٹھو میں ذرا ٹوائٹ ٹک ہو آؤں“ فیاض نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر اچھل کر بستر سے نیچے اترا اور تیزی سے چلتا ہوا ٹوائٹ میں گھس چلا گیا۔

اس کے جلنے کے بعد عمران نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا۔ فیاض کا انداز کچھ نامانوس سا لگتا تھا۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ شاید نشے کی حالت میں اچانک جگائے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ چنانچہ اس نے اس خیال کو ترک کر کے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کو اپنی طرف کھسکایا۔ وہ ہسپتال ٹیلی فون کر کے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سر رحمان ابھی تک وہاں موجود ہیں یا انہیں پاکیشیا لے جایا گیا ہے۔

ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اس نے سنٹرل ہسپتال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ ابھی اس نے پورے نمبر ڈائل نہ کئے تھے کہ فیاض ٹوائٹ کے دروازے سے باہر نکلا۔ عمران کی چونکہ اس کی طرف پشت تھی اس لئے وہ فیاض کے ہاتھ میں کپڑے ہوئے ٹوائٹ وائٹر برش کو نہ دیکھ سکا۔ فیاض قدم پر قدم کھتا ہوا آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی بے حسی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی حرکات میکانیکی ہوں۔ عمران کی پشت پر آکر اس نے اپنا ہاتھ بند کیا اور پھر پوری قوت سے ٹوائٹ وائٹر برش کا بھاری بھرکم دستہ عمران کی گھوڑسی پر رسید کر دیا۔

عمران جو ٹیلی فون کرنے میں مصروف تھا۔ اچانک سر پر پڑنے والی بھرپور ضرب سے اچھل کر کہہ کر سی سے نیچے جا گرا۔ اس کے دماغ پر اندھیرے نے زبردست یلغار کی۔ ایک لمحے کے لئے اس نے اپنے بے پناہ قوتِ ارادی کے بل پر اس اندھیرے کو جھکے کی لاشعوری کوشش کی۔ مگر

ہی مشہور ہے: — ڈرائیور نے جتنے جوتے جواب دیا۔
 ”ہوں ٹھیک بنے۔“ بلیک زیدو نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔
 اور تھوڑی دیر بعد ڈرائیور نے ایک سڑک پر موڑ کاٹا اور پھر ایک
 کافی بڑی کوٹھی کے پھاٹک پر ٹیکسی روک دی۔

”آپ کی منزل آگئی ہے جناب۔“ ڈرائیور نے مڑ کر کہا۔
 اور بلیک زیدو دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے میٹر دیکھ کر گریہ
 ادا کیا اور جب ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تو
 بلیک زیدو آہستہ آہستہ کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔ مگر اچانک اسے
 خیال آگیا کہ اگر وہ چپک کر لیا گیا اور مجرموں کے ہاتھوں میں پھنس گیا
 تو کم از کم ممبر زکوٰۃ کی اطلاع تو ہو۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی وہ گلی میں مڑا
 اور پھر اندیرے میں ایک درخت کے نیچے پہنچ کر رک گیا۔

اس نے تیزی سے ریٹ وایج کا ونڈلن مخصوص انداز میں کیٹیا۔
 اور صفحہ ۱ کی فریکوئنسی سیٹ کر کے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔
 ”صفہ ۱ سپیکنگ اوور۔“ دوسری طرف سے صفہ ۱ کی مدغم
 سی آواز اُبھرئی۔

”ایک ڈاؤر۔“ بلیک زیدو نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”ییس سر۔“ میں سر جان گیل کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہوں جناب۔
 عمران واپس نہیں آیا البتہ عمران کی ساتھی لڑکی ٹیکسی میں واپس آگئی ہے
 اور۔“ صفہ ۱ نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم ایسا کرو یہاں کی نگرانی ختم کر کے تھرٹی سکس
 ایونیو گرین بیچ پہنچ جاؤ۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔“

دوسرے لمحے سر پر پڑنے والی دوسری بھرپور ضرب نے اُسے دنیا و مافیہا
 سے قطعاً بے گانہ کر دیا۔ اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر گیا۔
 فیاض ہاتھ میں برش پکڑے بڑے فاسٹ خانہ انداز میں فرش پر پڑے
 ہوئے بے ہوش عمران کے سر پر یوں کھڑا تھا جیسے تھکار سی شیر کا شکار کر
 کے بڑبڑے فاسٹ خانہ انداز میں فوٹی کھینچتا ہے۔



”سر۔“ گرین بیچ پر آپ نے کہاں جانا ہے۔“ ڈرائیور نے
 ٹیکسی چلاتے ہوئے بلیک زیدو سے پوچھا۔

”تھرٹی سیکس ایونیو۔“ بلیک زیدو نے جواب دیا۔
 ”اوہ۔“ لال کوٹھی ٹیکس ہاؤس میں نے دیکھی ہوئی ہے۔“
 ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لال کوٹھی۔“ بلیک زیدو نے چونک کر پوچھا۔
 ”جی ہاں۔“ یہ کوٹھی پہلے گہرے سرخ رنگ میں چنیٹ کی گئی تھی۔
 اس لئے لال کوٹھی کے نام سے مشہور تھی مگر اب گذشتہ دو ماہ سے اسے
 سرخ کی بجائے نیلے رنگ میں چنیٹ کر دیا گیا ہے۔ مگر اس کا نام لال کوٹھی

سے سرخ رنگ کی تیز روشنی کی لہر سے نکلی اور بلیک زیرو اس لہر میں جیسے نہا گیا۔ سرخ روشنی صرف ایک لمحے کے لئے نکلی اور پھر پلک جھپکنے میں غائب ہو گئی۔ بلیک زیرو آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ ذہنی طور پر مطمئن ہو گیا کہ اس کا میک اپ چیک نہ ہو سکا ہے۔ مگر ابھی وہ گیلری کے دوسرے دروازے کے خراب پہنچا ہی تھا کہ اچانک دروازے کے اوپر سے زرد رنگ کی روشنی کی لہر نکلی اور بلیک زیرو کے جسم سے جیسے جی یہ لہر لگائی بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم منطوج ہوتا چلا گیا ہو۔ اور وہ ریت کی بوری کی طرح وہیں گیلری کے فرش پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ البتہ اس کا ذہن ویسے ہی ہوشیار تھا۔ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ مگر جسم قطعی طور پر منطوج تھا۔ وہ نہ بول سکتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا۔

اس کے نیچے گر تے ہی گیلری کا اندرونی دروازہ کھلا اور دو قومی ٹیکل ٹوخوان اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے بڑے اطمینان سے بلیک زیرو کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر دروازے سے باہر نکل گئے۔ بلیک زیرو دیکھ رہا تھا کہ یہ ایک کافی بڑی کھٹی ہے۔ جس کا لالان خاصا وسیع و عریض تھا۔ سامنے عمارت تھی۔ جس کے برآمدے میں ہاتھوں میں سب مشین گئیں اٹھائے تقریباً دس آدمی موجود تھے۔

بلیک زیرو کو کاندھے پر اٹھائے وہ دونوں تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت میں داخل ہو کر وہ مختلف کمروں سے گزر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے اور دوسرے آدمی نے کمرے کا دروازہ بند کر کے سوچ بورد پر موجود ایک بٹن دبایا۔ تو وہ کمرہ کسی

یکپٹن تشکیل اور نعمانی کو بھی میں وہیں بھیج رہا ہوں۔ تم نے فی الحال نگرانی کرنی ہے۔ اپنے واچ ٹرانسمیٹر آن رکھنا۔ جیسے ہی میری طرف سے ڈیجیٹر کا شن ملے۔ تم نے اندر داخل ہو جانا ہے اور کوشش کرنا کہ جس قدر زیادہ تباہی پھیلنا کو چھیلنا۔ زیرو تقریباً ہم اپنے ساتھ رکھنا اور۔۔۔ بلیک زیرو نے صفدر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی اور۔۔۔ صفدر نے گھبر لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا اور پھر صفدر سے رابطہ ختم کر کے اس نے یکپٹن تشکیل اور نعمانی کی فریکوئنسی سیٹ کی شروع کر دی۔ تقریباً دیر بعد وہ انہیں بھی جی ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔ ان تینوں کو ہدایات دینے کے بعد اس نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر گئی میں سے نکل کر دوبارہ مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ مارشل کا رول ادا کرنے کے لئے ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔

پچانک پر پانچ کر اس نے جیسے ہی کال بیل کا بجن دیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے جھجکا گیا کیونکہ کال بیل کا بجن دباتے ہی پچانک خود بخود کھٹا چلا گیا۔ بلیک زیرو نے دیکھا کہ پچانک کے اندر ایک بندسی گیلری جی ہوئی تھی جس کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا۔ گیلری کی چھت پر دو بڑے بڑے سوراخ سے تھے جن پر باریک جالی نصب تھی۔ بلیک زیرو نے پچانک کھتے ہی اندر قدم بڑھائے اور پھر جیسے ہی وہ گیلری میں داخل ہوا۔ اس کے چھپے پچانک تیزی سے بند ہو گیا۔ اور ابھی بلیک زیرو نے ادھی گیلری ہی کا اس کی تھی کہ چھت پر موجود جالی دار سوراخوں میں

لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کی حرکت رکی تو انہوں نے اس کا دروازہ کھولا اور پھر ایک بند راہداری میں آ گئے۔ راہداری میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک دروازے کے سامنے رکے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ پر دستک دی۔

”کم ان“ — اندر سے ایک آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔

بلیک زیرو کو اٹھائے وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس میں چاروں طرف دیواروں کے ساتھ مختلف قسم کی مشینیں نصب تھیں۔ کمرے میں سفید پیرن پہنے دو افراد موجود تھے جن میں سے ایک انتہائی بامیں کمرے میں ایک مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ”سر ریٹھس کوٹھی میں داخل ہو اے۔ مرنز کیڈی کے پرسنل سیکرٹری مارشل کے روپ میں ہے مگر گیٹ چیکنگ کمپیوٹر نے اسے چیک کر لیا ہے۔“ بلیک زیرو کو اٹھائے ہوئے شخص نے مؤدبانہ انداز میں کمرے میں موجود آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ادہ — اسے سٹرکچر پر ڈال دو میں اسے چیک کرتا ہوں۔“ ایک آدمی نے چونک کر کہا اور پھر بلیک زیرو کو کمرے میں موجود ایک سٹرکچر پر پھینک دیا گیا۔

”اب تم جا سکتے ہو۔“ سفید پیرن والے نے جواب دیا اور وہ دونوں سر ہچکا کر واپس مڑے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے سٹرکچر کے ساتھ منسک چمڑے کی پیٹیوں کے ساتھ بلیک زیرو کے جسم کو اچھی طرح باندھنا شروع کر دیا۔

”ایس ون ایس دن —“ اچانک کمرے میں بیٹھا ہوا شخص بڑی طرح جھنجھٹا۔

”کیا بات ہے؟“ بلیک زیرو کو باندھنے والے نے چونک کر پوچھا۔

”فیاض کے کمرے میں کوئی شخص داخل ہوا ہے۔“ کمرے والے نے کہا۔

”اچھا۔“ ایس ون تیزی سے اس کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔

”میرے خیال میں یہ عمران ہے۔“ ایس ون نے مشین پر لگی ہوئی سکرین کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ فیاض کو جھنجھوڑ رہا ہے۔“ ایس ون نے کہا۔

”ہاں فیاض کو جاگ جانا چاہیے تاکہ آئے والے کے متعلق معلوم ہو سکے کہ وہ کون ہے۔“ ایس ون نے کہا اور پھر مشین پر موجود ایک بٹن کو انگلی سے پریس کرنے لگا۔

”تت — تم عمران —“ کمرے میں فیاض کی آواز گونجی۔

”یہ واقعی عمران ہے اسے اڑا دیا جائے۔“ ایس ون نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

”نہیں — میرے خیال میں فی الحال اسے بے ہوش کر دیا جائے۔“

پھر باس کو اطلاع کر دیتے ہیں جیسے وہ کہے۔ ایں دن نے سجدہ
لجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ ایں دن نے جواب دیا۔

”تم اس نئے پتھی کو چیک کرو۔ میں عمران کو بے ہوش کرتا ہوں۔“
ایں دن نے ایں دن سے کہا اور ایں دن نے تیزی سے اٹھ کر سڑک پر بندھے
ہوئے بلیک زیرو کی طرف بڑھنے لگا۔

”فیاض فوراً اٹھ کر غسل خانے میں چلے جاؤ۔“ ایں دن نے مایک
اٹھا کر منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے اب تم نے ٹو املٹ واشربوش اٹھا کر باہر نکلتا ہے
اور عمران کے سر پر پوری قوت سے دار کرنا ہے۔“ ایں دن
فیاض کو مایات دے رہا تھا۔

جب کہ ادھر ایں دن نے بلیک زیرو کا سڑک پر گھسٹ کر ایک مشین
کے قریب کیا اور پھر مشین کے اوپر لگے ہوئے ایک بڑے سے کنٹوپ
کو کھینچ کر اس نے بلیک زیرو کے سر پر فٹ کر دیا۔

”شاباش ایک اور مارو پوری قوت سے۔“ اچانک ایں
دن نے چیخ کر کہا اس کے لہجے میں مسرت تھی۔

”ویری گڈ ویری گڈ۔“ ایں دن نے چند لمحوں بعد کہا۔
”کیا عمران بے ہوش ہو گیا۔“ ایں دن نے بلیک زیرو کے سر پر
کنٹوپ فٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

”بے ہوش۔“ میرے خیال میں اس کی کھوپڑی بھی ترخ چکی
ہو گی۔“ ایں دن نے منہ پھر کر کہا۔

”بہت خوب۔“ ایں دن نے کنٹوپ کا کنکشن مشین سے
جوڑتے ہوئے جواب دیا۔

”فیاض۔“ اب تم خاموشی سے بیٹھ جاؤ ہم تھوڑی دیر بعد تمہیں
مزید ہدایات دیں گے۔“ ایں دن نے مایک میں کہا اور پھر
وہ مایک کو واپس مشین کے کریڈل پر رکھ کر اٹھا۔ اور تیزی سے
بائیں طرف موجود ایک مشین کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”ایں دن۔“ یہ شخص چینگ کے لئے تیار ہے۔“ ایں دن نے
ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

”اسے ابھی یہیں پڑا رہنے دو۔ میں باس کو کال کر کے عمران کے
متعلق اطلاع کر دوں۔“ ایں دن نے جواب دیا۔ اور پھر اس
نے دیوار میں نصب مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں سے سیٹی کی آواز
نکلنے لگی۔ اور اس پر نصب سکرین پر لہریں سی کووندنے لگیں۔ چند
لمحوں بعد ہی سکرین پر نقاب پوش کی تصویر ابھر آئی۔
”یس۔“ سیٹی کی آواز کی بجائے ایک کرخت آواز کمرے
میں گونجی۔

”ایں دن پکیگ باس۔“ عمران فیاض کے کمرے میں پہنچا۔
ہم نے اُسے مشین پر چیک کر لیا ہے۔“ ایں دن نے کہا۔

”ادہ۔“ اب کیا پوزیشن ہے۔“ باس کی آواز سنائی
دی۔

”میں نے فیاض کے ذریعے اُسے بے ہوش کر دیا ہے۔“ اگر
آپ حکم کریں تو ہم فیاض کے جسم میں موجود ہم پھاڑ دین فیاض کے ساتھ

پرنسلی سیکرٹری مارشل کے میک اپ میں جیڈ کو آرٹری میں داخل ہوا تھا۔
ایس ون نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ مسز کیڈی والا مسئلہ جیٹا چلا جا رہا ہے۔ پہلے
مسز کیڈی کو آرٹری کیڈی میں چبک کیا گیا اس آدمی کا پھر پتہ نہ چلا کہ
وہ کون تھا۔ چنانچہ مسز کیڈی کو جیڈ کو آرٹری لایا گیا۔ پھر یہ فیاض مسز
کیڈی کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ چنانچہ بار کے کاؤنٹر میں کو بلاک کر
دیا گیا ہے۔ ویسے چیکنگ میں یہی بات سامنے آئی کہ اس نے ویسے
ہی اسٹیشن پتہ بتا دیا تھا۔ مگر یہ مسز کیڈی کا نکلا۔ پھر فیاض کی
زبانی پتہ چلا کہ عمران مسز کیڈی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا چنانچہ مسز
کیڈی کے ذریعے اس کے پرنسلی سیکرٹری مارشل کو کہا گیا کہ وہ فوراً
کوٹھی چھوڑ کر جیڈ کو آرٹری پہنچ جائے مگر اب مارشل کے روپ میں کوئی
اور شخص یہاں آن چکا ہے۔ یہ سب انتہائی پُر اسرار چکر ہے۔“ باس
کے لہجے میں بے پناہ جھنجھلاہٹ تھی۔

”واقعی سر۔۔۔ ایس ون نے جان بوجھ کر مبہم سا جواب دیا۔
کیونکہ وہ مسز کیڈی کے خلاف کوئی لفظ منہ سے نہ نکالنا چاہتا تھا۔
کیونکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مسز کیڈی چیف باس کی پسندیدہ
عورت ہے۔“

”اس آدمی کو چیکنگ مشین میں رکھو۔ عمران کے آنے کے بعد جب
میں خود وہاں آؤں گا تو اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کروں گا۔“ باس
نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مزید ہدایت دی۔
”بہتر جناب۔“ ایس ون نے نمودار لہجے میں کہا۔

ساتھ عمران کے بھی کھڑے ہو جائیں گے۔“ ایس ون نے نمودار لہجے میں کہا۔

”نہیں اب تم اُسے بے ہوش کر ہی چکے ہو تو شیک ہے۔ میں ان
دونوں کو یہیں منگوا لیتا ہوں۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا
چاہتا ہوں۔“ باس نے جواب دیا۔

”اور کسے باس۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔“ ایس ون نے
قد سے دبے دبے لہجے میں کہا۔

”کراس ورلڈ رپورٹ کے مطابق عمران دنیا کا سب سے خطرناک
اور چالاک انسان ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اچھی طرح تسلی کروں
کہ واقعی یہ وہی عمران ہے۔ پھر اس کا خاتمہ کروں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ
نقلی عمران ہو اور ہم اسے ختم کر کے مطمئن ہو جائیں اور اصلی عمران
ہماری راہ پر لگ جائے۔“ باس نے ایس ون کو سمجھاتے
ہوئے کہا۔

”آپ کا دماغ قابلِ داد ہے باس۔۔۔ میرا ذہن اس پہلو پر گیا ہی
نہیں تھا۔“ ایس ون نے سرعوب ہوئے ہوئے لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”وہ غلطی دیر بعد آپریشن روم میں پہنچ جائے گا۔ جیسے ہی وہاں
پہنچے مجھے اطلاع کر دینا میں خود وہاں آؤں گا۔“ باس نے ہدایت
دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ اور ہاں سر۔۔۔ گیٹ چیکنگ کمپیوٹر نے ابھی
ابھی ایک شخص کو آپریشن روم میں بھیجا ہے۔ یہ شخص مسز کیڈی کے

”او۔ کے۔۔۔ چیف باس نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اور۔
مشین پر موجود سکرین تاریک ہو گئی۔“

مسٹر کیڈی نے کتابٹ بھرے انداز میں ایک طویل انگریزی
لی اور پھر ریسر سے اٹھ کر وہ ڈائنگ ٹیبل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اُسے
بہیدہ کو آرٹری میں آئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے۔ اور اب وہ یہاں پابند
ہو کر بستے رہتے ہوئے بڑی طرح اکتا گئی تھی۔ جب سے ایک نوجوان نے اُس
پر تیزاب ڈال کر بہیدہ کو آرٹری پتہ پوچھا تھا۔ چیف باس نے اُسے مستقل
طور پر بہیدہ کو آرٹری میں بلالیا تھا۔ کیونکہ چیف باس کا خیال تھا کہ وہ نوجوان
یقیناً مقامی سیکورٹ سروس کا کوئی رکن ہوگا اور چونکہ اس وقت وہ
اکیلا تھا اس لئے وہ واپس چلا گیا مگر بعد میں یقیناً پوری سیکورٹ سروس
اس کی آرٹ گیلری پر لوٹ پڑے گی۔

مسٹر کیڈی کئی سالوں سے اس تنظیم میں کام کر رہی تھی۔ شروع میں
تو وہ ایک عام ممبر کی حیثیت سے اس تنظیم میں شامل ہوئی تھی۔ مگر آہستہ

کہ اس کی رہائش گاہ دشمنوں کی نظروں میں آگئی ہے تو اُس نے چیف باس سے کہہ کر مارشل کو جی ہیڈ کوارٹر میں بلوانے کی منظوری لے لی۔ یہ تھا کہ مارشل چونکہ ہیڈ کوارٹر کا پتہ جانتا ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو دشمن اس کے ذیلی ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لیں۔

چیف باس سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اس نے پہلی فرصت میں مارشل کو فون کر کے فوراً ہیڈ کوارٹر پہنچنے کا حکم دیا۔ اور اب وہ مارشل کے انتظار میں تھی اس نے اپنے کمرے سے ملحقہ کمرہ مارشل کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ مارشل رات کو آسانی سے اس کے کمرے میں پہنچ سکے۔

گھر کافی دیر ہونے کے باوجود مارشل ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہ پہنچا تھا۔ اس نے کافی دیر تک اس کا انتظار کیا تھا۔ مگر اب اس سے مزید انتظار نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ کوٹھی شلی فون کیا۔ مگر وہاں گھنٹی بجتی رہی مگر کسی نے ویسور نہ اٹھا یا تو وہ سبھی گئی کہ مارشل وہاں سے چل دیا ہے۔ مگر وہ ابھی تک ہیڈ کوارٹر کیوں نہیں پہنچا۔

چند لمحے وہ بیٹھی سوچتی رہی پھر اس نے انٹر کام پر چیف باس سے رابطہ قائم کیا تاکہ اس سے مارشل کے متعلق معلوم کرے۔ مگر انٹر کام پر چیف باس موجود نہ تھا۔ اس کا معاف مطلب تھا کہ چیف باس اپنے مخصوص کمرے میں موجود نہیں ہے۔ اور یہ خاصی حیرت انگیز بات تھی کیونکہ چیف باس سوائے جنگی ضرورت کے اپنے مخصوص کمرے سے باہر نہ نکلتا تھا۔ چنانچہ اس نے خود چیف باس کے کمرے میں جا کر حالات معلوم کرنے کا فیصلہ کیا۔

آہستہ وہ اس تنظیم کے سینکڑوں باس کیڈی کی منظوری نظر بن گئی۔ اور پھر کیڈی نے اس سے باقاعدہ شادی کر لی۔ اس طرح وہ اپنے اصل نام کی بجائے مسز کیڈی کے طور پر مشہور ہو گئی۔ پھر کیڈی کی بدقسمتی کہ ایک میٹنگ میں وہ اُسے اپنے ساتھ لے کر چیف باس کے پاس چلا گیا اور چیف باس اُسے دیکھتے ہی اس پر سر مٹا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی روز کیڈی کی رہائش ایک کھڑے میں ہوتی ہوئی پائی گئی۔ کیڈی کی موت کے بعد چیف باس نے اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اب وہ تنظیم کے عملی کاموں میں قطعاً شریک نہ ہوتی تھی۔ بلکہ چیف باس نے اُسے تنظیم سے علیحدہ رکھ دیا تھا۔ اور چیف باس جب بھی یہ دن ملک کوئی خفیہ کال کرنا تو ذریعہ مسز کیڈی کی علیحدہ رہائش گاہ ہی ہوتی۔

مسز کیڈی بھر پور جوانی کے دور سے گزر رہی تھی۔ اور چیف باس چونکہ تنظیم کے کاموں میں اتنا منہمک رہتا تھا کہ کبھی کبھی روز تک اس کے پاس نہ آ سکتا تھا۔ اس لئے مسز کیڈی نے اپنی رہائش گاہ پر ایک اور نوجوان مارشل کو بطور پرسنل سیکرٹری رکھا ہوا تھا۔ مارشل اور وہ اکیلے ہی کوٹھی میں بستے تھے۔ اور مارشل پرسنل سیکرٹری کے علاوہ بطور گارڈ۔ چوکیدار، باورچی بھی کہ اس کے شوہر تک کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔

مسز کیڈی چیف باس سے زیادہ مارشل سے مانوس تھی۔ کیونکہ مارشل بھر پور جوان تھا جب کہ چیف باس بس صرف چیف باس ہی تھا۔ اُسے ہیڈ کوارٹر میں آنے کے بعد صبح سے زیادہ طویل اس بات کا تھا کہ مارشل اس سے دور ہو گیا تھا۔ پھر جب چیف باس سے اُسے یہ معلوم ہوا

بڑی آسانی سے آپریشن روم کے روشن دان تک پہنچ گئی۔

روشن دان کے قریب پہنچ کر جب اُس نے آپریشن روم میں جھانکا تو دوسرے لمحے وہ بڑی طرح چونک پڑی۔ کیونکہ سامنے ایک سترحجر پر اُسے مارشل لیٹا ہوا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر کنکوپ فٹ تھا۔ اور ایس دن اور ایس لٹاس کے قریب موجود تھے۔ جب کہ ایک طرف رکھی ہوئی گرسی پر نقاب پہنے چیف باس موجود تھا۔ نقاب میں سے چیف باس کی شعلہ برساتی آنکھیں مارشل کے چہرے پر ٹکی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔ مسز کیڈی کے ذہن میں آنکھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ سمجھ گئی کہ چیف باس کو مارشل اور اس کے درمیان تعلقات پر شبہ ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مارشل کو آپریشن روم میں چیکنگ کے لئے لا ڈالا ہے۔ مسز کیڈی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چیکنگ مشین کے سامنے مارشل سچ بولنے پر مجبور ہو جائے گا اور اس طرح چیف باس کو ان کے درمیان موجود تعلقات کا یقینی علم ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ مسز کیڈی اچھی طرح جانتی تھی۔ مارشل کی لاش کیڈی کی طرح کسی گزہ میں بہتی ہوئی لے گی اور ہو سکتا ہے چیف باس مشتعل ہو کر مسز کیڈی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے۔

اس لئے اس نے فوری طور پر مارشل کی موت فیصلہ کر لیا۔ تاکہ مارشل اور اس کے درمیان تعلقات کا راز فاش نہ ہو۔ وہ تیزی سے مڑی اور پھر جاگتی ہوئی اس روم کے آخری کمرے پر پہنچی جہاں تنظیم کے لئے ہر قسم کے اسلحے کا شال موجود تھا چند لمحوں بعد وہ اسلحہ روم میں داخل ہو گئی اور پھر اس نے ایک

الماری سے کوٹ اٹھا کر اس نے پہنا اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ مختلف راہداروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں پہنچی جس کے آخر میں چیف باس کا خصوصی کمرہ تھا۔ اس راہداری میں مسلح گارڈ موجود تھے۔

”میڈم۔۔۔ باس کمرے میں نہیں ہیں۔۔۔ ایک گارڈ نے بڑے موذبانہ انداز میں مسز کیڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ۔۔۔ کہاں گئے ہیں وہ۔۔۔“ مسز کیڈی نے پوچھا۔
”وہ آپریشن روم میں گئے ہیں۔۔۔ سامنے دہان کوئی خوفناک جاسوس گرفتار ہو کر آیا ہے۔ باس اس سے خود پوچھ گچھ کرنے کے لئے گئے ہیں۔۔۔“ گارڈ نے جواب دیا۔

”اوکے۔۔۔“ مسز کیڈی نے جواب دیا اور پھر وہ واپس مڑ گئی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ چیف باس آپریشن روم میں کسی غیر متعلقہ آدمی کے موجودگی پر داشت نہیں کرتا مگر اُسے اس خوفناک جاسوس کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔ جس سے پوچھ گچھ کے لئے چیف باس خود آپریشن روم میں گیا تھا۔ چنانچہ وہ آپریشن روم کے دروازے کی طرف جانے کی بجائے ایک اور راہداری کی طرف مڑ گئی۔ کھوٹی دیر بعد وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل پر پہنچ گئی۔ جس کی ایک تنگ راہداری میں آپریشن روم کے روشن دان کھلتے تھے۔

چونکہ مسز کیڈی چیف باس کی خاص منظور نظر تھی اس لئے ظاہر ہے کسی گارڈ نے اُسے روکنے کے متعلق سوچا تک بھی نہیں اور وہ

آدمی موجود تھے۔

”میں کہاں ہوں؟“ — عمران نے ایک سفید اپرن والے سے پوچھا۔
 ”ہیڈ کوارٹر کے آپریشن روم میں۔“ — سفید اپرن والے نے
 مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہیڈ کوارٹر؟“ — عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ — دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر میں۔“ — سفید اپرن

والے نے جواب دیا۔

”اچھا۔“ — مگر میں تو ہٹل کے کمرے میں تھا۔“ — عمران نے
 کہا۔

”ہاں تم جیسے ہی فیاض کے کمرے میں پہنچے۔ ہم نے تمہیں جیاب کر لیا اور
 پھر تمہارے دوست فیاض نے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمہارے
 سر پر ضرب لگا کر تمہیں بے ہوش کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ اب تم یہاں موجود ہو۔“
 سفید اپرن والے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر فیاض نے یہ جرات کیسے کی کہ میرے سر پر ضرب لگائے۔ کہاں
 ہے وہ ناہنجار؟“ — عمران نے غصیلے انداز میں کہا۔

”شاید وہ یہ جرات کرتا مگر وہ شروع سے ہی ہمارے کنٹرول میں ہے۔
 ہم نے اُسے کا ڈیم انجکشن لگا دیا تھا۔“ — سفید اپرن والے
 نے جواب دیا۔

”اوہ پھر تو وہ بے چارہ مجبور تھا مگر مجھے یہاں بلانے کے لئے اتنے لمبے
 پوڑے چکر کی کیا ضرورت تھی۔ میں تو خود ہی یہاں آنے کے لئے بے چین
 تھا۔ تم مجھے پتہ بتا دیتے میں سر کے بل چل کر آجاتا۔ خواہ مخواہ میری

الہامی میں موجود زہریلی سونیاں بھیکنے والی مشین اٹھائی۔ اس مشین کے ذریعے
 خطرناک اور تیز ترین زہر سائیکو نائٹ میں ڈوبی جوتی سونیاں کافی فاصلے تک
 پھینکی جاسکتی تھیں۔ اس طرح وہ دوشندان سے ہی زہریلی سونی مارشل کے
 جسم میں اتار سکتی تھی اور جب تک یہ سونی چپک جوتی وہ واپس اپنے
 کمرے میں پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے مشین اٹھائی اس میں موجود زہریلی سونیاں
 چپک کیں اور پھر تیز سی سے واپس راہداری میں جاگتی چلی گئی۔ اس
 کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہ ہر قیمت پر مارشل کے کچھ بتانے سے
 پہلے اُسے ہلاک کرنا چاہتی تھی۔



عمران کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک سٹریجر
 پر چمڑے کی مضبوط پیٹوں سے بندھا ہوا دیکھا۔ سٹریجر ایک خاصے بڑے
 کمرے میں موجود تھا۔ جس کی چاروں دیواروں سے مشینیں نصب تھیں۔
 ایک اور سٹریجر پر ایک اور آدمی بندھا ہوا تھا۔ جس کے سر پر چیکنگ
 مشین کا کنٹوپ چڑھا ہوا تھا۔ کمرے میں سفید اپرن پہنے ہوئے دو

کا رنگ انتہائی تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

”کیا ہوا کیا ہوا؟“ چیف باس اور ایس ٹو دونوں اچھل کر ایس دن کی طرف بڑھے۔ مگر اُس لمحے ایس ٹو کے حلق سے بھی ادھ کی آواز نکلی اور وہ بھی دھم سے زمین پر جا گرا۔ اس کی حالت بھی ایس دن جیسی ہو گئی۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ چیف باس بڑی طرح چیخ اٹھا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے دیکھا کہ ایس دن اور ایس ٹو دونوں زندگی کی سرحدیں پار کر کے موت کی وادی میں پہنچ گئے ہیں وہ تیزی سے عمران کی طرف پکا۔ اس نے فوراً طور پر یہی سوچا تھا کہ شاید عمران نے کوئی پراسرار حرکت کی ہے۔ اس نے چہرے سے حیرت ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

مگر جیسے ہی وہ عمران کے قریب پہنچا عمران کی مات پوری قوت سے اس کے سینے پر پڑی اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرا۔ دوسرے لمحے عمران نے سڑک پر سمیت اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور پھر سڑک پر سمیت اچھل کر زمین سے اٹھتے ہوئے نقاب پوش پر جا گرا۔ اب نقاب پوش نیچے تھا۔ جب کہ اس کے اوپر عمران اور عمران کی پشت پر سڑک پر تھا۔ عمران نے نیچے گرتے ہی پوری قوت سے سر کی ٹھک نقاب پوش کی بات پر ماری۔ نقاب پوش کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ مگر عمران کی دونوں ٹانگیں جو محکمہ چلنے کے پیٹروں سے آزاد ہو چکی تھیں۔ اس نے نیچے گرتے ہی اس نے اپنے آپ کو اچھالا اور پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کی پوزیشن یہ تھی کہ سڑک پر اس کے جسم کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔

نقاب پوش نے اٹھ کر دروازے کی طرف جھلانک لگائی۔ مگر عمران جھلانگی آسانی سے اُسے کہاں جانے دیتا تھا۔ اس نے سڑک پر سمیت جی

بلیک زیرو کے بازو میں اٹکیٹ کر دیا۔ نقاب پوش خاموش بیٹھا یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بلیک زیرو پر جمی ہوئی تھیں۔ جب انجکشن کارروائی ہوا اور بلیک زیرو کے جسم نے حرکت شروع کی تو ایس دن نے منہیں کاٹیں آن کر دیا۔ اور ایک مائیک لاکر نقاب پوش کو دے دیا۔

”تہہ رانا کیا ہے؟“ نقاب پوش نے گزرتے ہیچے میں کہا۔ ”طاہرہ؟“ بلیک زیرو کے حلق سے نکلتے والی آواز کھنکھسے میں گونج اٹھی اور عمران بڑی طرح چونک پڑا۔ اُسے خیال تک نہ تھا۔ کہ بلیک زیرو بھی ان کے قبضے میں آچکا ہے۔

”کہاں سے آئے ہو؟“ چیف باس نے دوسرا سوال کیا۔

”پاکیشیا سے؟“ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ وہ بھی اس جدید ترین مشین کے سامنے بے بس ہو چکا تھا۔ کیونکہ باوجود انتہائی کوشش کے وہ اپنے لاشعور کو بھیج جواب دینے سے نہ روک سکا تھا۔

”کیا تم عمران کے ساتھی ہو؟“ چیف باس نے پوچھا۔

مگر اس بار طاہرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ حتی الوسع اپنی قوت ارادی کو بروئے کار لا کر مشین کا تھلا کر رہا تھا۔

”اس کے کنٹوپ میں کوئی خرابی ہے۔ اسے ٹھیک کر دو۔“ جواب میں اتنی دیر نہیں ہو سکتی۔ چیف باس نے چیخ کر ایس دن سے کہا اور ایس دن تیزی سے بلیک زیرو پر جھک گیا۔ مگر دوسرے لمحے ایس دن کے حلق سے ادھ کی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر پہلے بلیک زیرو پر گر ا اور پھر دباں سے ہوتا ہوا فرس پر جا گرا۔ اس کی آنکھیں پھل گئیں اور جسم

سے شعلہ نکلے اور مسز کیڈی کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ گوئی ٹیکس اس کے چہرے پر پڑی تھی۔ اور وہ الٹ کر پیچھے جاگرمی۔ اب یہ مسز کیڈی کی بدتمیزی ہی تھی کہ جس جگہ عمران نے غوطہ مارا تھا وہیں نقاب پوش کے ہاتھ سے نکلا ہوا ربوہ اور پڑا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد اس کی موت ایک یقینی امر تھی۔ اور عمران کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ مشین سے پھینکی جانے والی سویوں سے وہ کب تک بچ سکتا تھا۔

مسز کیڈی کی مارشل پریچیکل جانے والی سوئی ایس دن کے جسم میں جا گئی تھی کیونکہ وہ عین وقت پر بلیک زبرو کے جسم پر جھکا تھا۔ اور دوسری سوئی کا نشانہ ایس ٹوٹا تھا۔ کیونکہ ایس دن کی طرف بڑھتے ہوئے وہ بلیک زبرو اور مسز کیڈی کی پھینکی ہوئی سوئی کے درمیان آگیا تھا۔ چتریسری سوئی عمران کی پشت پر بندھے ہوئے سڑک میں گھس گئی تھی۔ اور چوتھی کا نشانہ بیٹھے سے بال بال بچا تھا۔ مسز کیڈی کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد عمران نے ربوہ اور کارخ نقاب پوش کی طرف کیا جو بلیک زبرو کے جسم پر بندھنے کے بعد اٹھ رہا تھا۔

”خبردار — اگر حرکت کی تو گوئی سیدھی دل میں ترازو ہو جائے گی۔“ — عمران نے ہنسنے لگے ہوئے کہا مگر شاید نقاب پوش پر جنون سوار تھا۔ کہ اس نے عمران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ربوہ اور کی پڑا۔ کئے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔ مگر نقاب پوش کا جسم ابھی فضا میں ہی تھا کہ عمران نے ٹرگر دبا دیا اور گوئی نقاب پوش کے سینے میں گھسنی چلی گئی۔ اور وہ چیخ مار کر پہلو کے بل زمین پر جا گرا۔ اُسے چند لمحوں سے زیادہ ٹرپنے کی ہمت نہ مل سکی اور اس کی روح خنٹیم کو اس دنیا میں ہی چھوڑ کر عالم بالا

اس پر چھلانگ لگا دی اور دروازے کے قریب ہی نقاب پوش پر جا پڑا۔ نقاب پوش نے ایک بار پھر اُسے دھکا دینے کی کوشش کی مگر عمران نے پوری قوت سے اپنا گھٹنا نقاب پوش کی دونوں ٹانگوں کے درمیان مار دیا اور نقاب پوش کا پورا جسم یوں سمٹا جیسے وہ ربڑ کا بنا ہوا ہوا اور پھر وہ گھٹنوں کے بل نیچے گر گیا۔ عمران جانتا تھا کہ اس ضرب کے نتیجے میں کم از کم چار پانچ منٹ تک مضروب کا جسم ضرور مفلوج ہو جاتا ہے۔ چیت پاس کے نیچے گجرتے ہی عمران نے اپنے بازو موڑے اور پھر اس کے ناخنوں میں موجود بلیڈ جس کے ذریعے اس نے اپنی ٹانگوں پر بندھی ہوئی بلیڈ کاٹ ڈالی تھی۔ سینے پر بندھے ہوئے بلیڈ تک پہنچ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے لمبے وہ بلیڈ بھی کٹ گئی اور سڑک پر پڑا ایک دھماکے سے نیچے جا گرا۔ اب وہ آزاد تھا۔

ادھر نقاب پوش اپنے آپ پر قاپو پا کر اٹھ کر کھڑے ہوئے کی کوشش میں مصروف تھا۔ مگر اب عمران جھلا اُسے کہاں بھڑکتا تھا۔ اس نے اٹھتے ہوئے نقاب پوش کے پہلو میں پوری قوت سے لات ماری اور نقاب پوش ہوا میں اچھل کر سڑک پر پڑے ہوئے بلیک زبرو کے اوپر جا گرا۔ پھر جیسے ہی عمران تیز سے مڑا۔ اس کی نظر کمرے کے روشندان پر جا پڑی۔ جہاں سے اس نے مسز کیڈی کو سوئی پھینکے دیکھ لیا۔ سوئی کارخ عمران کی طرف ہی تھا۔ مگر عمران نے بلیک پھینکنے میں غوطہ مارا اور سوئی اڑتی ہوئی اس کے قریب سے گزر کر سامنے دروازے میں گھسنی چلی گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ مسز کیڈی دوسری سوئی پھینکتی عمران نے تیزری سے ہاتھ سیدھا کیا اور اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائینڈر لگے ربوہ اور

رائسٹر کی طرف مارتے بڑھاتے ہوئے بڑا اکرا کہا۔

”یہ تقریسی سیکس ایونیو گرین پیج ہے۔“ — بیک زیرو نے فوراً جواب دیا۔

”اچھا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹرانسپیرٹ ان کر دیا۔ اور تیزی سے ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔“ چیف آف سیکرٹ سروس سر ڈو لو سے بات کرؤ۔
 اٹ از ایم جنسی اور۔“ — عمران نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ اور بیک زیرو عمران کی آواز پر چونک پڑا۔ کیونکہ عمران اپنی اصل آواز کی بجائے سوپر فیاض کے لہجے میں بول رہا تھا۔
 کون بول رہا ہے اور۔“ — دوسری طرف سے ایک کرنٹ آواز سنائی دی۔

”ہیں پاکیشیا انٹیلی جنس کا سرپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں۔ دہشت گرد کے بارے میں اطلاع دینی ہے اور۔“ — عمران نے سوپر فیاض کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

اور چند لمحوں بعد ہی ایک اور جاری آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

”سپرنٹنڈنٹ فیاض۔“ — میں چیف آف سیکرٹ سروس ڈو لو بول رہا ہوں۔ مجھے انٹیلی جنس چین سے پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی کہ آپ اور پاکیشیا انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر سر رحمان دہشت گرد کے خلیے کے لئے یہاں پہنچے ہوئے ہیں اور۔“ — چیف آف سیکرٹ سروس نے کہا۔
 ”بالکل جناب۔“ — سر رحمان کو تو دہشت گرد نے شدید زخمی کر دیا تھا۔

کی طرف پرہیز کر گئی۔

آپریشن روم چونکساؤنڈ پر دست تھا۔ اس لئے ظاہر ہے اند ہونے والی تمام کارروائی کا پتہ باہر کسی کو نہ چل سکتا تھا۔ چیف باس کے مرتے ہی عمران تیزی سے اٹھے بڑھا۔ اور پھر اس نے چیف باس کے چہرے سے نقاب کھینچ لیا۔ اب وہ غور سے دنیا کی منظر نگار تنظیم کے چیف باس کو دیکھ رہا تھا۔ جسے یہ زعم تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کی تنظیم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

عمران ایک طویل سانس لے کر مڑا اور پھر اس نے بیک زیرو کے چہرے سے کنٹوپ بتا دیا۔ اور پھر اس کے جسم پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے لگا۔

”عمران صاحب میں سہ مندہ جوں کہ میں نے صحیح جواب دیئے تھے مگر یقین کیجئے میں مجبور تھا۔“ — بیک زیرو نے سرسچہ سے اٹھتے ہوئے نہامت بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی تو تم شہر تک پہنچے تھے بیک زیرو مندہ تو اس وقت ہوتے جب ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے تمام راز دہشت گرد کو بتا دیتے۔“ عمران نے لفظ شہر مندہ کے ٹکڑے کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور بیک زیرو نے گردن جھکائی۔ واقعی اگر عمران وہاں موجود نہ ہوتا تو دہشت گرد اس مشین کے ذریعے اس سے تمام باتیں اگلا لیتا۔

عمران تیزی سے مڑا اور پھر دیوار کے ساتھ نصب ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنا چلا گیا۔

”اے کر مجھے تو معلوم نہیں کہ یہ جگہ کون سی ہے۔“ — عمران نے

انہیں تو میں نے واپس پاکیر شیا بھجوا دیا ہے اور۔۔۔ — عمران نے جواب دیا۔

”آپ کو دہشت گرد کے بارے میں کوئی کیلکولا اور۔۔۔ مسٹر زولو نے اشتیاق آمیز لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کیلکولا بات کر رہے ہیں۔ میں اس وقت دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر سے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں۔ دہشت گرد کا چیف باس اس وقت میرے قدموں میں اپنے دو ساتھیوں سمیت مردہ پڑا ہوا ہے اور۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”گٹ۔ کیا۔۔۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ آپ جوش میں تو ہیں چیف آف سیکورٹی سروس نے شدید بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مسٹر زولو۔۔۔ میں اپنے ملک کا ایک ذمہ دار آدمی ہوں۔ مجھے بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے اور۔۔۔ عمران نے لہجے کو جان بوجھ کر تلخ بناتے ہوئے کہا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آئی۔ ایم۔ سورسی۔ آپ پلیز تھیلیات بتائیں اور۔۔۔ مسٹر زولو عمران کے جڑا منانے پر اور زیادہ بوکھلا گیا۔

”تو سنیں۔۔۔ دہشت گرد کا ہیڈ کوارٹر ۳۶ یونیورسٹی بیچ پر ہے۔ یہاں انہوں نے ہر قسم کے حفاظتی اقدامات کر رکھے ہیں۔ میں اس وقت ان کے سائنڈ پر دفن آپریشن روم میں موجود ہوں۔ جہاں چیف باس سے زبردست جنگ کے بعد میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ابھی ہیڈ کوارٹر

میں کسی کو علم نہیں کہ ان کا چیف باس مرجھکا ہے۔ آپ اس کو ٹھی کو چاروں طاقت سے گھیر لیں۔ بہتر سے کسٹری آپریشن کریں۔ اور پھر ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیں۔ آپ کو اس تنظیم کے متعلق تمام ریکارڈ دیاں سے مل جائے گا۔ اور اس طرح آپ تنظیم کے ملک میں پھیلے ہوئے باقی ممبروں کو بھی ختم کر سکیں گے اور۔۔۔ — عمران نے فیاض کے لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تو کیا آپریشن کے دوران آپ ہیڈ کوارٹر میں ہی رہیں گے۔ یہ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کہیں آپریشن کے دوران آپ کو ہمارے ہاتھوں نقصان نہ پہنچ جائے اور۔۔۔ — مسٹر زولو نے کہا۔

”ایسی بات نہیں ہیں چیف کا انقلاب پہن کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل جائوں گا۔ آپریشن روم میں چیف کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ میں اس کے چہرے پر چاتو سے کراس کا نشان بنا دوں گا اس طرح آپ چیف کی لاش کو شناخت کر لیں گے اور۔۔۔ — عمران نے جواب دیا۔

”اور۔۔۔ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور۔۔۔ مسٹر زولو نے پوچھا۔

”میں ٹوٹل آرگنر اسکے کمرہ نمبر ۱۱ میں ٹھہرا ہوا ہوں اور۔۔۔ عمران نے فیاض کی رہائش گاہ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے آپریشن کے بعد میں آپ سے ملاقات کے لئے دوپہر حاضر ہوں گا اور۔۔۔ — مسٹر زولو نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

اور ایسا۔۔۔ — عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے الرٹیمیل آف کر دیا۔

”آپ نے تمام کریڈٹ فیاض کو دے دیا۔“ — ایک زیر د نے
بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”دیکھو ظاہر۔۔۔ میں فیاض کی وجہ سے ہی یہاں پہنچا ہوں۔ اگر فیاض
درمیان میں نہ ہوتا تو یقیناً تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کڈہہ کر چکے تھے۔
اس لئے تمام کریڈٹ فیاض کو ہی ملے گا۔“ — عمران نے جھک کر چیف
باس کا لباس اتارتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا اور ایک زیر د
خاموش ہو گیا۔ واقعی یہ ایک کمزور پہلو تھا کہ اگر عمران بروقت چیف باس
پر تکیہ نہ لایا تو چکنگ مشین کے ذریعے ظاہر پوری سیکرٹ سروس کا
ڈھانچہ تباہ دینے پر مجبور ہو جاتا اور ظاہر ہے اس قدر خوف ناک تنظیم کو جب
پاکیشیا سیکرٹ سروس کا یہ راز مل جاتا۔ تو وہ اس کا کیا حشر کرتی۔

عمران نے تیزی سے چیف باس کا لباس پہنا اور پھر اپنے منہ پر اس کا
نقاب چڑھا کر اس نے ایک الماری میں پڑے ہوئے چاقو کی مدد سے
مزدہ چیف باس کے چہرے پر کراس کا نشان بنا دیا۔ اور پھر چیف اور ایس ڈن
اور ایس ٹو کی لاشیں گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیں تاکہ اگر آپریشن
سے پہلے کوئی اندر جھانکے تو فوری طور پر صورت حال کا اندازہ نہ کر سکے۔

عمران کے کہنے پر بیک زیر د نے بھی مارشل کامیک اپ اتار دیا تھا۔
پھر عمران نے آپریشن روم کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ بیک زیر د
بھی اس کے پیچھے ہی باہر آگیا۔ عمران کے اشارے پر بیک زیر د نے دروازہ
بند کر دیا۔ گیلری میں موجود مسلح گارڈ عمران کو چیف باس کے روپ میں دیکھ
کر چوکے ہو گئے۔

”ادھر آؤ۔۔۔“ عمران نے چیف باس کے لہجے میں قریب موجود گارڈ

سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ تیزی سے چلتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔
”لیس باس۔“ گارڈ نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عمران کے
سامنے جھکے ہوئے کہا۔

”ڈرائیور کو بولو فوراً گاڑی تیار کرے۔ مجھے ایک اہم مشن پر جانا ہے۔
اور میرے واپس آنے تک آپریشن روم میں کوئی نہ جائے۔ ایس ڈن اور
ایس ٹو ایک اہم کام میں مصروف ہیں۔“ — عمران نے چیف باس کے
لہجے میں گارڈ کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر باس۔“ گارڈ نے کہا اور پھر تیزی سے وہیں راپارسی
میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ شاید ٹیلی فون پر ہی ڈرائیور
کو احکام دینا چاہتا تھا۔ عمران نے اُسے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے دیکھ
کر ایک اور گارڈ کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا

”تم ہمارے ساتھ جاؤ گے چوتھ۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے
میں کہا اور گارڈ سر ہلاتا ہوا آگے چل پڑا۔ اور عمران اور بیک زیر د اس
کے پیچھے چلنے لگا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے
سے گیراج نما گھرے میں آئے جہاں سرخ رنگ کی ایک کار کے قریب ایک
بارودی ڈرائیور موجود تھا۔ نقاب پوش کو دیکھتے ہی ڈرائیور نے بڑے
مؤدبانہ انداز میں پچھلی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ اور عمران بیک زیر د
سمیت پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ گارڈ گھوم کر آگے والی نشست پر بیٹھنے
لگا۔ تو عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”سنو تم واپس جاؤ اور اپنی ڈیوٹی دو۔“

اور گارڈ تیزی سے واپس مڑ گیا اسے شاید چیف باس سے ارادہ

بدلتے کے متعلق پوچھنے کی جرات ہی نہ تھی۔

”چلو ڈرائیور“ — عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہٹا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ کچھ دیر گیسو راج سے نکل کر ایک طویل سڑک میں داخل ہوئی۔ اور پھر تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد تھک، ختم ہو گئی اب اس کے سامنے ایک بھوس دیوار تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی دیوار کے سامنے روکی اور نیچے اتر کر اس نے دیوار کی بھڑ میں ایک مخصوص جگہ پر پیرا تو دیوار کسی ٹھکن کی طرح اٹھتی علی گئی۔ اب وہاں باہر جانے کا راستہ تھا۔ ڈرائیور نے واپس آ کر گاڑی آگے بڑھائی تو چند ہی لمحوں بعد کار کھیتوں کے درمیان ایک کچی سی سڑک پر موجود تھی۔ عمران نے سڑک اس جگہ کا اندازہ کیا اور چر جب ڈرائیور گاڑی کو موڑ کر مین روڈ پر لے آیا تو عمران نے اُسے ٹھہرنے کا حکم دیا۔

”اب تم واپس آؤ میں جاسکتے ہوں اس کے بعد میں خود گاڑی لے جاؤں گا۔“ — عمران نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور سر ہٹا ہوا گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ عمران نے ڈرائیور تک سیٹ سنبھالی اور پھر گاڑی خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھا دی۔ اب اس نے چہرے پر چڑھا ہوا نقاب ہٹا دیا تھا۔

بلیک زبر وئے صفدر، کیپٹن شکیل اور نعمانی کو واپس ڈرائیور پر ہال کیا اور انہیں واپس بوٹل جانے کی ہدایات دے دیں۔

”بلیک زبر وئے زبر وائیون بھڑی ٹوڈن فر کوئی پرمسٹر زولو کو فیاض کے بچے میں اس غفیر راستے کے متعلق بھی اطلاع دے دو تاکہ مجرم جہان سے نہ نکل سکیں۔“ — عمران نے بلیک زبر وئے سے مخاطب ہو کر کہا اور

”ویسے اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے رحمان — کہ تمہارا فیاض ایک قابل قدر میرا ہے۔ ہم تو اب تک اسے پتھری سمجھتے رہے۔“ — سر سلطان نے فیاض کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے نبال رکھنا کہیں تم فیاض کو بھی سیکرٹ سروس میں شامل کرنا چاہتے ہو؟“ — سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ ایسی بات نہیں — بھلا تمہاری اجازت کے بغیر میں ایسا کر سکتا ہوں۔ اور مجھے علم ہے کہ تم نے اجازت نہیں دینی۔“ — سر سلطان نے جواب دیا۔

”دیکھو — حکومت ویلٹ ہارٹ نے سرکاری طور پر فیاض کی کارکردگی کا اعتراف کیا ہے اور ویلٹ ہارٹ کے صدر نے حکومت اور عوام کی طرف سے ہمارا شکریہ ادا کیا ہے کہ ہم نے ایک ایسا جوہر قابلِ دلائل بھیج دیا۔ جس نے ایکس پی ای تھی بڑی تنظیم کا غاتمہ کر دیا۔ اس سے بڑا کریڈٹ میرے حکم کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے؟ مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہیں میرے متعلق کس نے اطلاع دی کہ تم نے مجھے واپس بلوایا۔ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس کہیں سے زخمی حالت میں مجھے کون لے آ سکتا ہے۔“ — سر رحمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”اب تم سے کیا چھپانا یہ کارنامہ بھی تمہارے فیاض نے ہی سر انجام دیا ہے تفصیلات تم خود اس سے پوچھ لینا۔“ — سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا ویرمی گڈ — واقعی فیاض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ میرا

”دیکھو اساطیاط — تم ہمیشہ میرے چمکے کو کھماکتے رہتے ہو۔ اب دیکھو ایکس پی ای نے اس خوف ناک تنظیم کا خاتمہ کر دیا۔“ — سر رحمان نے مسرت سے جھپٹے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ ابھی تک ہسپتال کے ایک مخصوص وارڈ میں موجود تھے۔

”ہاں۔۔۔ رحمان واقعی تمہارا فیاض تو چھپا رستہ نکلا ہے پناہ صلاہتیں ہیں اس میں۔“ — سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جو انہیں عمران نے ٹراںسپیر پر تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ اور ساتھ ہی جی کہہ دیا تھا کہ وہ بھی سر رحمان کے سامنے تمام کریڈٹ فیاض کو دے دیں۔ اس لئے ظاہر ہے وہ اس کے سوا اور کہہ بھی لیا سکتے تھے۔

”صدر مملکت نے بھی سرکاری طور پر میرے حکم کی کارکردگی کا اعتراف کیا ہے۔ اور میں چاہتا بھی ہی تھا۔“ — سر رحمان کا چہرہ غلاف معمولی شہ سے چٹا پڑ رہا تھا۔

جسم میں سلا کر شراب پی کر اپنے کمرے میں لیٹا رہا اور مجرم کچڑھے گئے۔
 عمران نے بڑے سنجیدہ ہنچے میں کہا۔

”پلیز عمران مجھ پر رحم کرو ورنہ میں سررحمان کے سامنے جانے سے
 پہلے خودکشی کر لوں گا۔“ فیاض کی بے بسی روج پر بیچ بکلی تھی۔
 ”پلیز یہ بتاؤ کہ بوتل کے کمرے میں تم نے میری کھوپڑی توڑنے کی
 جرات کیوں کی تھی اس کا معاوضہ کون دے گا۔“ عمران نے اسے
 چڑھاتے ہوئے کہا۔

”ارے اس وقت میں اپنے ہوش میں کب تھا۔ تمہیں تو معلوم ہے
 مجھے مجرم کنٹرول کر رہے تھے۔“ فیاض نے جواب دیا۔
 ”دیکھو فیاض۔“ مجرم کچڑے کا معاوضہ تم نے ضرور دیا تھا مگر تفصیلاً
 بتانے کی بات نہ ہوئی تھی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم یکے سوا جو پیسے کمانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔
 فیاض نے جھینپتے ہوئے حیب میں ہاتھ ڈال کر چیک باک نکالتے ہوئے کہا۔
 ”تہا بی منشی مت دور تم۔ میں نے تمہیں کوئی مجبور کیا ہے۔“
 عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا مگر فیاض نے جلد ہی جلد ہی
 ایک لاکھ کا چیک لکھ کر عمران کے ہاتھ میں بٹھادیا۔

”اچھا چلو تم بھی کیا یاد کرو گے بتا دیتا ہوں تفصیلات۔“ عمران
 نے چیک ہاتھ میں کھینچتے ہوئے یوں کہا جیسے فیاض کی سات لپٹوں پر احسان کر
 رہا ہو۔ اور پھر اس نے فیاض کو تمام تفصیلات بتائی شروع کر دیں اور ساتھ
 یہ بھی بتا دیا کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو سررحمان کے سامنے ہیر و ثاب
 کر سکتا ہے۔

صحیح جانشین بن سکتا ہے۔۔۔۔۔ سررحمان نے کہا۔

”اچھا اب مجھے اجازت فیاض واپس آگیا ہے۔ صدر مملکت نے خصوصی
 طور پر اُسے بلوا کر اس کی صلاحیتوں اور کارکردگی کی تعریف کی ہے۔ وہ
 وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا یہیں آئے گا۔“ سرسلطان نے کمرے سے
 اٹھتے ہوئے کہا۔

”اور۔۔۔ کے شکریہ۔“ سررحمان نے ہاتھ بڑھا کر بڑے
 پرجوش انداز میں مصافحہ کیا اور سرسلطان مسکراتے ہوئے ان کے کمرے سے
 باہر نکل گئے۔

اور سررحمان سوچ رہے تھے کہ اب وہ متعدد رستہ جوتے ہی فیاض کو
 اس سسٹم ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بنانے کی باضابطہ سفارش کریں گے اور
 انہیں یقین تھا کہ صدر مملکت ان کی سفارش کی لازمی تائید کریں گے فیاض
 نے کارنامہ ہی ایسا انجام دیا تھا کہ اس کے بعد انکار کی گنجائش ہی باقی نہ
 رہی تھی۔

اور اب وہ بستر پر لیٹے فیاض کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنے محکمے
 کے ہیرو سوپر فیاض کا۔
 دوسرے سوپر فیاض عمران کے فلیٹ میں عمران کے سامنے ہاتھ جوڑے
 بیٹھا ہوا تھا۔

”خدا کے لئے عمران مجھے تفصیلات بتا دو۔ صدر مملکت نے تو تفصیلات
 نہیں پوچھیں مگر سررحمان تو رقی کی تفصیل پوچھیں گے۔“ فیاض
 کے چہرے پر تیزی برس رہی تھی۔
 ”انہیں بتا دینا کریں ذہنی کنٹرول کا انجکشن لگوا کر اور مائیکرو ٹیلی سیل

عمرانؑ سے بڑھ کر ایک یادگار اور لافانی شاہکار

ریڈ میڈ وسا

ریڈ میڈ وسا دنیا کی خطرناک ترین تنظیم جو عمرانؑ اور سیکرٹ سروس کو کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھی۔
عمرانؑ اور سلیمانؑ ریڈ میڈ وسا کی قاتل کھیوں کی زد میں اگر ڈھانچوں میں بدل گئے۔

ریڈ میڈ وسا نے جو لیا پر تشدد کی انتہا کر دی۔ اور جو لیا کے دونوں گال جل گئے اور اس کے ایک سر کا تمام گوشت تیزاب سے جلا دیا گیا۔ ایکسٹو کی پشت میں گولی مار دی گئی۔ اور پھر ایک پراسرار ایکسٹو نے دانش منزل پر قبضہ کر لیا۔ یہ پراسرار ایکسٹو کون تھا۔

ریڈ میڈ وسا جس نے اپنی ذہانت سے پوری سیکرٹ سروس کا تار و پود کھیر دیا

عمرانؑ جو لیا پر ہونے والے غیر انسانی تشدد کا انتقام لینے کیلئے انسان سے درندہ بن گیا۔

عمران سیکرٹ سروس اور ریڈ میڈ وسا کے درمیان ہونے والی عصاب شکن جنگ۔ لکڑا دینے والے اکیشن، چونکا دینے والے سپینس اور ہنگامہ خیز قبضے۔

”واہ واہ اب مزہ آئے گا ایک تو میری ترقی اب کی جگہ دو میری بات یہ ہے کہ سر رحمان جو ہر وقت مجھے نکما کہتے رہتے تھے کم از کم اب تو نہیں کہیں گے۔“ فیاض نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے گرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے ارے سنو تو سہی۔“ عمران نے اُسے وردازے کی طرف مڑتے دیکھ کر ہانگ لگا کر کہا۔ مگر اب فیاض اس کی ہلکا کہاں سنتا تھا۔ وہ ایک ہی پھلانگ میں دو دو سیڑھیاں چلا نکلتا فلیٹ سے نیچے اترتا چلا گیا اس کے چہرے پر مسرت کا آئینہ جہر رہا تھا۔

”اچھا بیٹے مسرت سنو میری بات۔ جب ڈیڈ ہی تم سے پوچھیں گے کہ تم اس کیبن تک کیسے پہنچے جہاں وہ زخمی پڑے ہوئے تھے اس وقت تمہیں پتہ چلے گا ایک لاکھ کا اور چھک وصول نہ کیا تو میرا نام بھی علی عمران نہیں؟“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ختم شد

ان۔ یوسف برادرز سپلشرز بک سیلرز پاک گیٹ ملتان

عمران میرزہ میں نور شازر سسلے کا نیا اور منفرد ناول

مکروہ جرم

مصنف: مظہر کلیم ایم۔ اے

- جعلی اور نقلی ادویات — جس سے ہزاروں لاکھوں بے گناہ مریض تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتے ہیں۔
- جعلی اور نقلی ادویات — جو ایسا مکروہ جرم ہے جسے کوئی بھی معاشرہ کسی صورت بھی قبول نہیں کر سکتا۔
- مکروہ جرم — جس کے خلاف نور شازر اپنی پوری قوت سے میدان میں اُٹھل آئے۔
- جعلی اور نقلی ادویات — جس کا حال پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا اور کھٹے عام جعلی اور نقلی ادویات فروخت کی جا رہی تھیں۔
- مکروہ جرم — جس کا پھیلاؤ دیکھ کر عمران اور نور شازر بھی حیران رہ گئے — کیا یہ سب کچھ حکومتی سرپرستی میں جو رہا تھا — ؟
- ایسے جرم — جو بظاہر انتہائی معزز تھے لیکن دراصل وہ مکروہ اور انتہائی قابل نفرت جرم تھے۔

- وہ لمحہ — جب سب سے بڑے مجرم کے خلاف قدرت کا قانون مکاناتِ عملِ حرکت میں آگیا — پھر کیا ہوا — انتہائی حیرت انگیز اور عبرت ناک نتیجہ — ؟
- وہ لمحہ — جب نور شازر نے سو پر نیا نسل کو بھی اس مکروہ جرم کے مجرموں کے ساتھ اغوا کر لیا اور پھر موت کے بے رحم پنجے سو پر نیا نسل کی طرف بڑھنے لگے — کیا سو پر نیا نسل بھی اس جرم میں شریک تھا — کیا وہ بھی ہلاک ہو گیا — یا — ؟
- سماج بُرائی کے اس قابل نفرت جال کو نور شازر نے کس طرح توڑا — توڑ بھی کیا یا نہیں — ؟
- انتہائی خوزیر اور اعصاب شکن جرد جہد پرست تل ایک ایسی کہانی جس کا ہر لمحہ موت اور قیامت کے لمحے میں تبدیل ہو گیا۔

- تیز اور مسلسل ایجنش
- لمحہ بہ لمحہ ہوتے ہوئے واقعات
- اعصاب شکن سپنس

یوسف برادرِ پاک گیتِ ملتان